

درجہ: سیدہ محمد طاہرہ

# مالک اسلامیہ کی سیاست

مصنّف: علامہ

عبد السلام خورشیدی

پبلشرز

قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور

قیمت دو روپے (تھار)

۱۹۷۳ء

بار اول

انتخاب دہلیس بل وڈ لاہوین ہانتا شیخ ابن الدرس برسر طر حیدر اکرم محمد نصر

ہماریوں پلینٹس نے قومی کتب خانہ ریاست ہماچل پراکٹر سے ر الم کوک

# فہرست مضامین

نمبر شمار	موضوع	نمبر صفحہ
۱ -	پیش لفظ	۵
۲ -	جمہوریہ ترکیہ	۸
۳ -	ترکیہ اور مسئلہ اسکندرونہ	۳۸
۴ -	مصر	۴۲
۵ -	افغانستان	۶۲
۶ -	ایران	۷۶
۷ -	بلاد العربیۃ السعودیہ	۹۲
۸ -	عراق	۱۰۶
۹ -	شام	۱۳۸
۱۰ -	مسئلہ فلسطین	۱۷۲
۱۱ -	یمن	۲۱۹
۱۲ -	شرق اردن	۲۳۲

نمبر شمار	موضوع	نمبر صفحہ
۱۳ -	تشریف عرب علاقے	۲۴۲ " "
۲۴۳	الحج	" " " "
۲۴۴	حضرت موت	" " " "
۲۴۵	سلمان "	" " " "
۲۴۵	کویت "	" " " "
۲۴۷	بحرین "	" " " "
۱۴ -	گیارہ قبائل "	۲۴۸ " " " "
۱۵ -	بڑا نظم افریقہ کی اسلامی ریاستیں	۲۵۰ " " " "
۲۵۱	لیبیا یا طرابلس "	" " " "
۲۵۷	الجزائر "	" " " "
۲۵۸	یونس "	" " " "
۲۵۹	مراکش "	" " " "
۱۶ -	مسلمانان ہند کی سیاسیات	۲۶۴ " " " "
۱۷ -	عالم اسلامی کے سیاسی رجحانات	۲۸۲ " " " "



# محبت اور عقیدت

کے جذبات کے ساتھ میں یہ کتاب اپنے

والد محترم

مولانا عبد المجید سالک مدیر جدیدہ انقلاب

کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زبے عز و شرف

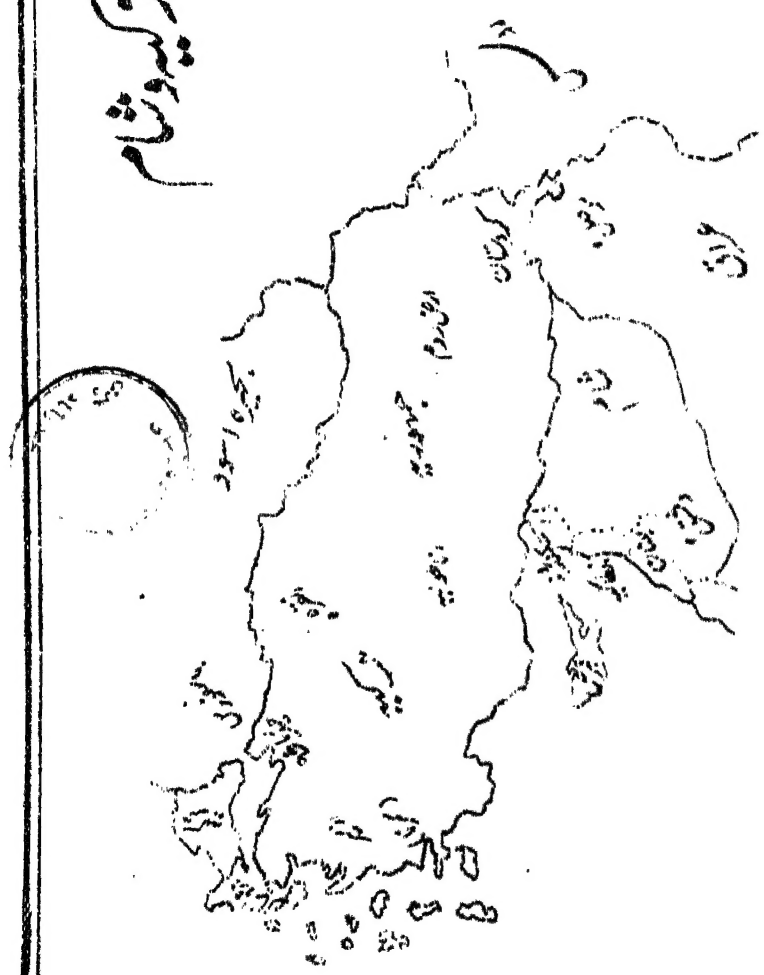
عبد السلام غوثیہ

# پیش لفظ

جنگ عظیم کے خاتمے پر دنیائے اسلام کی حالت اس درجہ مخدوش ہو گئی تھی۔ کہ اس کے مستقبل کے متعلق کوئی روشن پہلو نظر نہ آتا تھا۔ اوریوں محسوس ہوتا تھا۔ کہ ممالک اسلامی کا جو اثر و سورش کئی صدیوں تک قائم رہا اس کا احیا ناممکن ہے۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ جنگ کے اختتام کے چند سال بعد ہی دنیائے اسلام میں زندگی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ یورپ کا مردِ بیمارِ ترکی کمالِ انا ترک کی قیادت میں ایک بار پھر ترقی یافتہ ممالک کی صف میں آگیا۔ عراق اور مصر نے کافی حد تک آزادی حاصل کر لی۔ سعودی عرب اور یمن مکمل طور پر آزاد ہو گئے۔ افغانستان اور ایران روسی اور برطانوی استعماریت سے آزاد ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ فلسطین۔ شام۔ طرابلس۔ مراکش اور لیونس میں حریت و استقلال کی پر زور تحریکیں شروع ہو گئیں۔

اسی اثنا میں موجودہ جنگ چھڑ گئی اور یہاں تک پھیلی کہ مشرقِ وسطیٰ کے اسلامی ممالک بھی اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ مصر پر اطالوی حملے کا خطرہ تھا۔ لیکن برطانوی عساکر نے لیبیا پر یلغار کر کے مصر کو کافی حد تک محفوظ

# ترکیه و شام



کر دیا۔ لیڈیا پر یلغار اس حد تک کامیاب ہوئی کہ اس کا ایک مکمل صوبہ بریتانیا  
برطانوی عساکر نے فتح کر لیا۔ اس کے بعد جرمنوں نے اقدام کیا۔ لیکن یقین  
ہے کہ برطانوی طاقت مصر کے حفظ و دفاع میں کامیاب رہے گی ۞  
اس کتاب میں ممالک اسلامی کی سیاست کا ایک سرسری مطالعہ قلمبند  
کیا گیا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ دنیا ئے اسلام کے تمام سیاسی  
مسائل اور تحریکات پر غیر جانبدارانہ تبصرہ کیا جائے۔ اور مجھے اُمید ہے  
کہ میری یہ کوشش کامیاب ہوگی ۞

میں نے تمام ممالک کا ذکر الگ الگ ابواب میں کیا ہے۔ کیونکہ اکثر  
ممالک کی سیاست کا دیگر ملکوں کے مسائل سے کوئی خاص تعلق نہیں بعض  
ممالک کی قدیم تاریخ بیان کرنا ضروری تھا چنانچہ فلسطین پر لکھتے ہوئے  
اس کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ اسی طرح بعض ملکوں کی تاریخ قبل از جنگ  
اہم تھی۔ اس صورت میں جنگ عظیم سے پہلے کے واقعات مختصر طور پر قلمبند  
کر دیئے گئے ہیں۔ باقی ممالک کی تاریخ جنگ عظیم سے شروع کی گئی ہے ۞  
آخر میں میں نے عالم اسلامی کے سیاسی رجحانات کے عنوان سے ایک باب لکھا ہے  
جس میں وطنیت، وحدتِ عربیہ اور اتحادِ اسلامی کی تحریکوں کا مختصر طور پر ذکر کیا ہے  
نیز جنگ کی صورت میں اسلامی ممالک کے متوقع رویے پر بھی روشنی ڈالی ہے ۞  
عبدالسلام خورشید خیابان مسلم ٹاؤن۔ لاہور

۲۳ فروری ۱۹۴۱ء

## جمہوریہ ترکیہ

جغرافیائی معلومات — تاریخی پس منظر — میثاق وطنی — وطنی تحریک — معاہدہ

سدورے — معاہدہ لوزان — جمہوریت کا قیام اور خلافت کی منسوخ —

ترکی کے سیاسی معاہدے ۱۔ روس سے (۱۹۲۵-۲۸-۳۰-۱۹۳۶)

فرانس سے شام کی حدود کے متعلق جون ۱۹۲۹ء — یونان سے ۱۹۱۳ء —

معاہدہ بلقان ایشیائی معاہدے — معاہدہ سعد آباد — معاہدہ

مصر و ترکیہ — مجتہدہ اقوام میں شرکت —

مسئلہ دروانیال — نقشہ دروانیال —

روس سے معاہدے کی گفت و شنید — معاہدے کی ناکامی —

برطانیہ و فرانس سے معاہدہ —

ترکیہ کی سیاسی جماعتیں، "خلق فرقدسی" "تورک ادواجی"

ترکیہ کی جنگی اہمیت (نقشہ) — جزائر ڈوڈیکینیز — انگلستان اور ترکی — ترکی کیلئے خطرہ — اطالیہ

پر اس معاہدے کے اثرات — جنگ کی صورت میں ترک اتحادیوں کیلئے کیا کر سکیں گے؟ — ترکی

کی حربی طاقت — ترکی سیاسیات کا مستقبل — تجارتی معاہدات ۲

مسئلہ اسکندرونہ ۱۔ اسکندرونہ کی جغرافیائی اہمیت — گذشتہ تاریخ — اسکندرونہ کی

واپسی — اسکندرونہ پر ترکوں کا قبضہ — ترکی قبضے کا شام کی سیاست پر اثر — اسکندرونہ کی واپسی اور

دنیا کے اسلام مصر — عرب — عراق — فلسطین — ہندوستان — اسکندرونہ کے عرب جمہوریہ ترکی کا اعلان ۱۔

# جمہوریہ ترکیہ

ترکی کی جغرافیائی حیثیت ایک خاص اہمیت کی مالک ہے۔ ترکی یورپ اور ایشیا کے درمیان واقع ہے۔ ایک طرف یورپ کا ہم سایہ۔ دوسری طرف ایشیا کا پڑوسی۔ استنبول اور آدرنہ کا علاقہ یورپ میں ہے اور پائے تخت انقرہ ایشیا میں۔ اس کے شمال میں بلغاریہ۔ یونان و بحر اسود ہیں مشرق کی طرف روس۔ ایران اور عراق واقع ہیں۔ جنوب میں شام اور مغرب میں بحیرہ روم ہے۔ ملک کا کل رقبہ دو لاکھ بیاسی ہزار مربع میل اور آبادی ایک کروڑ پالیس لاکھ ہے ۛ

**پس منظر** | کبھی وہ وقت تھا۔ کہ ترکی میں خلافت عثمانیہ کا دور دورہ تھا۔ اور تمام دنیا نے اسلام پر ترکی کی سیادت بخشی۔ رفتہ رفتہ خلافت عثمانیہ کمزور ہو گئی۔ جنگ سلفیم نے اپنی ہولناکیوں کی لپیٹ میں ترکی کو بھی لے لیا۔ ابھی تک ترکی کا یہ خیال تھا۔ کہ دنیا نے اسلام خلافت کے حکم پر کٹ مرنے کو تیار ہے لیکن حالات بگڑ چکے تھے۔ عرصے سے یورپی

استحاریت اس کوشش میں مصروف تھی۔ کہ خلافت کا زور توڑا جائے، کرنل لارنس کی تحریزی سرگرمیوں سے کون ناواقف ہے۔ اس نے جزیرۃ العرب میں نام نہاد استقلال عرب کی تحریک کی حوصلہ افزائی کرنی شروع کر دی۔ جنگ کے موقع پر عرب کے کسی قبائل کو طمع دلا کر اتحادیوں کے ساتھ ملا دیا۔ یہی نہیں۔ بلکہ شریف مکہ حسین کو بھی ترکی کے خلاف کھڑا کر دیا اُسے یہ وعدہ دیا گیا۔ کہ جنگ کے خاتمہ پر اُسے تمام عربی ممالک کا بادشاہ بنا دیا جائے گا۔ چنانچہ عرب اپنے ترک بھائیوں کے خون کے پیا سے ہو گئے۔ عربوں کی مدد سے برطانیہ نے ترکی کے مقبوضات شام۔ عراق اور فلسطین وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔

اتحادی عساکر نے ترکی پر یلغار کر کے استنبول پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور نومبر ۱۹۱۸ء میں مندروس کے مقام پر التوائے جنگ کا معاہدہ ہو گیا۔ اتحادیوں نے اپنی سپاہ کو آستانہ میں اتار دیا۔ زبردست بحری بیڑے اور ہوائی جہازوں کو ترکی کے سمندروں اور فضا میں پھیلا دیا۔ اور اس طرح دولت عثمانیہ کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے۔

**میشاق وطنی** | اب ترکوں کو احساس ہوا۔ کہ وہ اتحادیوں کے غلام بن گئے ہیں۔ ترکی پارلیمنٹ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اور وہاں تحفظ وطن کے مسئلے پر غور ہوا۔ آخر چند شرائط مرتب کی گئیں۔ جو آئندہ ہونے والی صلح کی

بنیاد کے لئے پریش کی گئیں۔ ان شرائط کے مجبوعے کو پیشق وطنی کا نام دیا گیا۔ مختصر شرائط یہ تھیں :-

۱۔ دولتِ عثمانیہ تمام عربی ممالک سے اپنی سیادت اٹھالینی ہے۔ بشرطیکہ ان عربی ممالک میں ایسی حکومتیں قائم کی جائیں۔ جو وہاں کے باشندوں کی مرضی کے مطابق ہوں :

۲۔ بن اراضی میں ترکوں کی اکثریت ہے۔ وہ ترکی سے الگ نہ کی جاسکیں

۳۔ مغربی مغربیں کا قبضہ استعصواب عامہ کے بعد کیا جائے :

۴۔ ترکی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ سے متعلقہ شرائط پر عمل کرے گا

بشرطیکہ دیگر قریبی ممالک کی مسلم اقلیتوں کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک ہو

۵۔ آستانہ اور بحر مارمورا کو ہر خطرے سے محفوظ رکھا جائے۔ در دانیل

تجارتی آمد و رفت اور دولی مواصلات کے لئے آزاد ہوگا اور

آزادی تجارت کے ضوابط کو بہر حال محفوظ رکھا جائے :

۶۔ قارص۔ باطوم۔ اردھان اور آرمینیا کے باشندوں سے استعصواب

کیا جائے۔ کہ وہ کس قسم کی حکومت چاہتے ہیں :

۷۔ ترکی کی کامل آزادی کو تسلیم کر لیا جائے۔ اور وطنی جدوجہد و اقتصادیات

میں ہی اسے پوری آزادی ملے :

وطنی تحریک کا آغاز | وطن پرستوں نے یہ دیکھا۔ کہ استنبول میں ایسی



تخریب نہ ہو سکے گی۔ خلیفہ وحید الدین برطانیہ سے دوستی رکھنا چاہتے تھے۔ اور وہ برطانیہ کو خوش رکھنے کی غرض سے اس تخریب کو دبا نہیں سکتے۔ چنانچہ تخریب کا مرکز اناطولیہ بنایا گیا۔

جون ۱۹۱۹ء میں ارض روم کے مقام پر اسی کے قریب ترک نمایندوں کی ایک مؤتمر مصطفیٰ کمال پاشا کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس میں فیصلہ کیا گیا کہ آستانہ کی حکومت کو صحیح حکومت تسلیم نہ کیا جائے۔ بلکہ اناطولیہ میں وطنی حکومت قائم کی جائے جس کے لئے مجلس وطنی کبیر کے انتخابات عمل میں لائے جائیں۔ ۲۳ اپریل ۱۹۲۰ء کو مجلس وطنی کبیر کا پہلا اجلاس ہوا۔ جس میں تین سو ساٹھ نمایندوں نے شرکت کی۔ اس مجلس نے ترکی کی حکومت کے لئے ایک جدید دستور قانون تشکیلات اساسیہ کے نام سے وضع کیا۔ جو کامل طور پر جمہوری تھا۔

حکومت آستانہ نے ہر ممکن کوشش کی کہ تخریب استقلال ترکیہ کو دبا یا جائے اور تخریب کے راستے میں بہت رکاوٹیں ڈالیں۔ لیکن یہ تخریب نہ دینی،

معاہدہ سیلورے | اُدھر ارمی ۱۹۲۰ء کو اتحادیوں نے وہ تشریط شایع کر دیں۔ جو وہ ترکی سے معاہدہ کے سلسلے میں پیش کرنا چاہتے تھے۔ حکومت آستانہ کے نمایندوں نے خلیفہ وحید الدین کے حکم کے مطابق

معاهدے پر دستخط کر دیئے۔ اس معاہدہ نے اناطولیہ کی حکومت کا وقار  
 بلند کر دیا۔ کیونکہ ترک سمجھ گئے تھے۔ کہ حکومتِ آستانہ نے معاہدہ سیورے  
 پر دستخط کر کے ترکی کے پروانہ موت پر دستخط کر دیئے ہیں +

یہ معاہدہ نہایت عجیب و غریب تھا۔ سمیرنا اور مغربی اور مشرقی  
 تقریباً یونان کے حوالے کر دیا گیا۔ کرستان کو اندرونی خود مختاری دے  
 دی گئی۔ آرمینیا کی جدید حکومت قائم کر دی گئی۔ بندرگاہیں اتحادیوں کے  
 حصے میں آئیں۔ آبنائیں، استنبول اور مشرقی و مغربی ساحل اتحادیوں  
 کے زیر اثر قرار پائے۔ ترکی کا شعبہ مالیات اتحادیوں کے حوالے  
 کر دیا گیا۔ تمام اقتصادی حقوق اتحادیوں کے لئے محفوظ قرار پائے۔  
 ترکی میں بحری اور فضائی فوج رکھنا منع کر دیا گیا۔ بلکہ بڑی فوج کے  
 متعلق بھی یہ فیصلہ کر دیا گیا۔ کہ وہ پندرہ ہزار سے متجاوز نہ ہوگی +

ظاہر ہے۔ کہ کوئی خود دار قوم ایسے معاہدے کو تسلیم نہیں کر  
 سکتی۔ چنانچہ حکومتِ اناطولیہ نے اپنی فوج مرتب کرنی شروع کر دی۔  
 انوکھے مقام پر جو مقابلہ اس فوج اور یونان کے درمیان ہوا تھا۔  
 اس میں یونان کو شکست ہوئی۔ اور اس طرح اس فوج کا وقار بڑھ گیا +  
 اس دوران میں لندن اور پیرس میں بعض کانفرنسیں ہوتی ہیں  
 لیکن وہ ناکام رہیں +

اناطولیاہ کی حکومت کی فوج نے سقاریہ کے مقام پر یونانیوں کو شکست فاش دی۔ ایک سال بعد سمرنا کو بھی یونانیوں نے خالی کر دیا گیا، اردھان اور قارص کو دوبارہ آرمینیا سے حاصل کر لیا گیا۔ اور بعد میں آرمینیا سے صلح ہو گئی۔ روس نے حکومتِ اناطولیاہ کو تسلیم کر لیا تھا۔ فرانس نے بھی سلیشیا کا صوبہ خالی کر کے حکومت سے صلح کر لی اور اس جدید حکومت کو تسلیم کر لیا۔ اٹالیاہ نے عدالیاہ ترکی کو واپس کر دیا۔

معاهدہ لوزان | اب اتحادیوں نے فیصلہ کیا کہ لوزان میں صلح کے لئے ایک کانفرنس کی جائے۔ اس کے لئے انہوں نے انگور اور آستانہ دونوں حکومتوں کے نمائندوں کو طلب کیا لیکن حکومتِ انگور نے اس حیثیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ترکی اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں سلطان وحید الدین کو برطرف کر دیا گیا۔ استنبول کو بجائے اراخمانہ بنانے کے ایک عام صوبہ کی حیثیت دے دی گئی۔ اور اسمبلی نے عبد المجید آفندی کو خلیفہ منتخب کر لیا۔

لوزان کانفرنس نومبر ۱۹۲۲ء سے جولائی ۱۹۲۳ء تک ہوتی رہی۔ اور جولائی میں معاهدہ لوزان مرتب ہو گیا۔ اتحادیوں نے وہ تمام شرائط قبول کر لیں۔ جو پیشانی وطنی میں موجود تھیں۔

جمہوریہ ترکیہ | ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو مجلسِ وطنی کبیر نے ترکی میں جمہوریت کا

اسلام کر دیا۔ مارچ ۱۹۲۳ء میں مذہب کو حکومت سے ملحدہ کر دیا گیا۔  
یعنی جمہوریہ ترکی کی حکومت نے اسلام کو حکومت کا مذہب تسلیم کرنے  
سے انکار کر دیا۔

اس ہیئتے خلافت کو منسوخ کر دیا گیا۔ ترکی ٹوپی کا پہننا ممنوع قرار  
دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد عربی حروف کو چھوڑ کر لاطینی حروف کو اختیار کیا گیا۔  
درویشوں کے صومحوں کو ختم کر دیا گیا۔ اسلامی قانون کو چھوڑ کر نئے  
قوانین بنائے گئے۔

حکومت کے ہر شعبے میں اصلاحات کی گئیں۔ ملک کی اقتصادی  
حالت کو بہتر بنایا گیا۔ غرضیکہ ترکی خوشحال ہو گیا۔  
ترکی کے سیاسی معاہدے۔

ترکی نے جب چین کا سانس لیا۔ تو یہ فیصلہ کیا۔ کہ گردو پیش کی  
حکومتوں کے علاوہ یورپ کے دیگر ممالک سے بھی رشتہ مودت استوار  
کیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل معاہدے ہوئے:-

قریبی حکومتوں سے معاہدے ۱۔ ۱۹۲۵ء میں روس سے غیر جانبداری  
اور ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے کا ایک معاہدہ ہوا۔ جس کی  
۱۹۲۸ء، ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۶ء میں تجدید کی گئی۔

۲۔ جون ۱۹۲۹ء میں فرانس سے ایک معاہدہ ہوا۔ جس کی روس

ترکی اور شام کے سرحدی مسائل کے متعلق ترکی کے حق میں فیصلہ ہوا  
۳۔ یونان سے معاہدہ :- ۱۹۳۱ء میں یونان سے ایک معاہدہ ہوا۔  
جس کی رو سے دونوں حکومتوں میں غیر جانبداری اور صلح کے  
تعلقات پیدا ہو گئے۔ یہ معاہدہ نہایت اہم تھا۔ ایقمنز میں ترکی  
وزیر اہلکار زبردست استقبال ہوا +

۴۔ معاہدہ بلقان ۱۔ یونان کے ساتھ معاہدے نے بلقان کی ریاستوں  
کے اتحاد کے لئے راستہ تیار کر دیا۔ چنانچہ ۱۹۳۳ء میں معاہدہ بلقان  
پر دستخط ہو گئے۔ جو ترکی کے لئے بہت مفید ثابت ہوا +  
یونان سے معاہدہ پر ترکی میں انبساط کی ایک لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ دونوں  
ممالک جو کبھی ایک دوسرے کے شدید دشمن تھے۔ ایک جگہ جمع ہو گئے  
ترکی کا اخبار ”انقرہ“ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۴ء کے پرچے میں رقمطراز ہے کہ ۱۔

” ترکی اور یونان کا معاہدہ مشرق قریب کی جدید تاریخ میں  
ایک زبردست درجہ رکھتا ہے۔ سا لہا سال کی جنگ اور  
جدوجہد کے بعد ان دونوں ممالک میں جو غمناک تعلقات  
پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ ان ہر دو ممالک کے باہمی مفاد کا باعث  
ہوں گے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے۔ جس سے تمام دنیا کو  
مثال حاصل کرنی چاہیئے +“

## ایشیائی معاہدے :-

ایشیائی ترکمان نے تمام اسلامی ممالک سے دوستانہ تعلقات پیدا کر رکھے ہیں۔ چنانچہ اکثر ممالک سے معاہدے بھی کئے ہیں۔ جن میں سے سب سے اہم معاہدہ وہ ہے جسے معاہدہ سعد آباد کے نام سے پکارا جاتا ہے \*۔

معاہدہ سعد آباد | یہ معاہدہ حال ہی میں ہوا ہے۔ اور اس میں فی الحال ترکی، ایران، عراق اور افغانستان شامل ہیں۔ ان ممالک نے فیصلہ کیا کہ یہ ایک دوسرے پر کوئی جارحانہ اقدام نہ کریں گے اور شرقِ قریب کے مسائل کے متعلق ایک دوسرے سے مشورہ کریں گے۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ سعودی عرب بھی اس معاہدے میں شامل ہو جائے۔ موجودہ بین الاقوامی سیاسیات میں اس معاہدے کی بہت اہمیت ہے \*۔

معاہدے کے بعد دوستی کے تعلقات کو زیادہ مضبوط کرنے کی غرض سے رضا شاہ پہلوی، انقرہ اور استنبول تشریف لائے جہاں ان کا زبردست استقبال کیا گیا۔ افغانستان اور عراق کے وزراء بھی ترکی آئے نیز امیر عبداللہ والے شرقِ اردن نے بھی ترکی آکر اپنے خلوص کا ثبوت دیا \*۔

معاہدہ مصر و ترکی | اسی طرح مصر سے ترکی کا ایک معاہدہ ہوا ہے۔

جس کی رو سے باہمی تعلقات نہایت خوشگوار رہیں گے۔ دونوں ملک نے ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے کا عہد کیا ہے۔ نیز کچھ تجارتی مسائل کے متعلق بھی فیصلہ ہوا ہے۔

جمعیتہ اقوام میں شمولیت | ۱۸ جولائی ۱۹۳۲ء کو ترکی جمعیۃ اقوام کا رکن بن گیا۔ مئی ۱۹۳۳ء میں ترکی کے وزیر خارجہ نے جمعیۃ اقوام کی اسمبلی کے اُس اجلاس کی صدارت بھی کی۔ یہیں سر کو بھی جمعیۃ اقوام کا رکن تسلیم کیا گیا۔

مسئلہ دروانیال | ترکی کی ایک سیاسی فتح خاص طور پر اہم ہے۔ جو اس نے جولائی ۱۹۲۶ء میں مونٹرو کانفرنس میں حاصل کی۔ اس کانفرنس نے ترکی کو حق دے دیا کہ وہ دروہ دانیال میں فوجی انتظامات قائم کرے۔ اس حق کے ملتے ہی ترکی کی سیاسی اہمیت بہت بڑھ گئی۔ اب روس اور بحیرہ روم کی دیگر طاقتیں ترکی کی خوشنودی چاہنے لگی ہیں۔ دروہ دانیال تقریباً چالیس میل لمبا اور چار میل چوڑا راستہ ہے۔ جو بحیرہ روم کو بحیرہ مرمرہ کے ذریعہ بحیرہ اسود سے ملاتا ہے۔ دروہ دانیال کے قریب ہی اطالیہ کے قبضے میں چند جزائر ہیں۔ جو جنگی اہمیت رکھتے ہیں۔ اور ان سے ترکی کو ہمیشہ خطرہ لگا رہتا تھا۔ کہ کہیں وہ جزائر ترکی کے لئے فوج کشی کا مرکز بن جائیں۔ اور اس خطرے کا اظہار ترکی

بحیرہ ایجین

جمنیرہ مناسٹ گیلی پولی

درہ

دانیال

ایشیائے کوچک

درہ دانیال



زفر نے معاہدہ لوزان پر دستخط کرتے وقت بھی کیا تھا۔ لیکن یوں اس وقت یورپ میں تخفیف اسلحہ کی تحریک شروع ہوئی تھی۔ اس لئے ترکی نے اس پر زیادہ زور نہ دیا :

۳۵۔ میں حالات بدل گئے تھے چنانچہ روزنامہ ”الفرقان“ نے اپنے ایک پرچہ میں لکھا کہ :-

”ہمیں کسی عدالت کی خلاف ورزی منظور نہیں لیکن اس وقت کے سیاسی، حربی اور قانونی حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ آبنائوں کا نظم و نسق حسب سابق جاری رہے . . . . . ہم اپنے ملک کا حفظ چاہتے ہیں . . . اس وقت کوئی شخص اس بات کی ضمانت نہیں دے سکتا کہ موجودہ حالات میں آبنائیں ہماری حفاظت کیلئے کافی ہیں۔ ۱۹۲۳ء میں جو صورتِ حالات سیاسی اور حربی لحاظ سے پیدا ہو گئی تھی۔ اب بالکل بدل چکی ہے۔ اس وقت تمام یورپ کا رخ تخفیفِ اسلحہ کی طرف تھا۔ اب سلطنتِ ازسرنو مسلح ہو رہی ہے۔ پھر انجمنِ اقوام کے نام پر جن طاقتوں نے آبنائوں کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا تھا۔ ان میں سے ایک یعنی جاپان نے مدت ہوئی علیحدگی اختیار کر رکھی ہے۔“

اور اطالیہ کا طرز عمل ظاہر ہے۔ اُس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ لہذا انگلستان، فرانس، اطالیہ اور جاپان سے دورہ دانیال کے متعلق جو وعدہ ترکی سے کیا تھا۔ اب قانوناً اس کی کوئی حیثیت نہیں رہی ہے۔

ترکی نے اس حق کا پُر زور طریق سے اظہار کیا چنانچہ مونترؤ و نفرس میں یہ معاملہ پیش ہوا۔ سب سے زیادہ روس نے مخالفت کی۔ اُس کی طرف سے یہ مطالبہ پیش ہوا کہ اس کے بیڑے کو بحیرہ اسود سے آبنائوں کے راستے بحیرہ روم میں داخل ہونے کی غیر مشروط اور مکمل اجازت ہو نیز ان طاقتوں کے جنگی بیڑوں کو بحیرہ اسود میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہو۔ جو بحیرہ اسود کے ساحل پر واقع نہ ہوں۔

آخر کار معاہدے میں قرار پایا کہ آبنائوں میں سے کوئی ایسی طاقت اپنی فوج کو نہ گزار سکے گی جو جنگ میں مصروف ہو۔ لیکن اس سے وہ طاقت مستثنیٰ ہوگی جس سے ترکی نے باہمی امداد کا سمجھوتہ کیا ہو۔

روس سے معاہدے | پولینڈ کے مسئلہ پر برطانیہ و فرانس کی گفت و شنید | نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔

اور جرمنی اور روس نے بل کر پولینڈ پر قبضہ کر لیا ہے۔ روس نے بالٹک کی ریاستوں کو اپنے زیر اثر کر لیا ہے۔ اور اب وہ ترکی سے بھی معاہدہ

کرنا پابنا تھا۔ چنانچہ سران اوغلو وزیر خارجہ ترکی روس گئے اور گفت و شنید کی روزنامہ جاری رہی۔ لیکن معاہدہ نہ ہو سکا۔ کیونکہ روس نے ترکی سے ایسے مطالبات کئے۔ جن کی تکمیل میں ترکی کا برطانیہ و فرانس سے معاہدہ سب راہ تھا۔ ترکی نے اعلان کر دیا ہے۔ کہ ہمیں روس سے ایسا معاہدہ منظور نہیں۔

ترکی اور برطانیہ کا معاہدہ | چنانچہ اب ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو ترکی کا برطانیہ و فرانس سے ایک جدید معاہدہ ہو گیا ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم اس معاہدے کے تانچے و واقعات پر بحث کریں۔ ہم اس معاہدے کا ذکر کریں گے۔ جو ترکی نے ۱۹۳۸ء میں برطانیہ سے کیا تھا۔ اسکی روستہ اور ترکی کے لئے ایک کروڑ پونڈ کا قرضہ منظور کیا گیا ہے۔

ب۔ معاہدہ تجارت میں توسیع کی گئی ہے۔

ج۔ ترکی حکومت برطانیہ سے جنگی ہمازا اور دیگر سامان حرب منگوا سکتا ہے۔

جہنمی کو دفعہ اوپر بہت اعتراض تھا۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ ترکی جرمنی سے قرضہ لے۔

۱۹ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو جو معاہدہ ہوا۔ اس کی شرائط ملاحظہ ہوں :-

۱۔ اگر ترکی پر کسی نے حملہ کیا۔ تو برطانیہ اور فرانس اسکی مدد کریں گے۔

۲۔ اگر بحیرہ روم میں کسی جارحانہ اقدام کی وجہ سے ترکی یا فرانس و برطانیہ کو جنگ میں شریک ہونا پڑا۔ تو تینوں ملک ایک دوسرے کی امداد کریں گے۔

۳۔ انگلستان اور فرانس نے یونان اور رومانیہ سے ان کی حفاظت کے جو وعدے کئے ہوئے ہیں۔ اگر ان کی وجہ سے انگلستان و فرانس کو کسی ملک سے جنگ کرنا پڑی تو ترکی ان کی امداد کریگا۔

۴۔ اگر کسی یورپین ملک کے جارحانہ اقدام کے باعث برطانیہ و فرانس کو ایسی جنگ میں شریک ہونا پڑا۔ جس پر اس معاہدہ کی دفعات ۲ اور ۳ کا اطلاق نہ ہوتا ہو۔ تو اس صورت میں معاہدے کی شریک حکومتیں باہمی مشورہ کریں گی۔ اور ترکی غیر جانبدار رہے گا۔ لیکن اس کی غیر جانبداری برطانیہ و فرانس۔ تہمذروا ہوگی۔

۵۔ اسی طرح کسی ایسی یورپین حکومت کے خلاف جارحانہ اقدام کی صورت میں بھی کسی مشترکہ اقدام کے لئے صلاح اور مشورے سے کام لیا جائے گا۔ جس سے معاہدے میں شریک فریقین میں سے کسی ایک فریق نے امداد کا وعدہ کیا ہوگا۔ نیز کسی ایسے بالواسطہ جارحانہ اقدام کی صورت میں بھی جس سے معاہدے میں

شریک فریقین میں کسی فریق کو خطرہ لاحق ہو۔ باہمی سلامت اور  
مشورے سے کام لیا جائے گا۔

۶۔ اس امر کی تصدیق کی جاتی ہے کہ یہ معاہدہ کسی ملک کے خلاف  
نہیں ہے۔

۷۔ معاہدے کی شرائط کی پابندی فریقین یکساں طور پر لازمی ہوگی  
۸۔ اگر اس معاہدے کے نفاذ کی وجہ سے فریقین کو کسی جنگ میں  
شریک ہونا پڑا۔ تو کوئی فریق علیحدہ ہو کر صلح نہیں کرے گا۔

۹۔ معاہدہ پندرہ سال کے لئے ہے۔ اور اس کے بعد بھی خود بخود  
پانچ سال کے لئے نافذ العمل رہ سکتا ہے۔ بشرطیکہ ۱۵ سال کی  
معیاد ختم ہونے پر اس کے ختمے کا اعلان نہ کر دیا جائے۔ معاہدہ  
پر فوراً عمل شروع ہو جائے گا۔

معاہدے کی ان شرائط سے جن کے مطابق ترکی کو سوویت روس  
سے جنگ کرنی پڑے۔ ترکی کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

ترکی نے روس سے گفتگو ختم ہونے پر یہ اعلان کر دیا۔ کہ گو ہمارا  
معاہدہ نہیں ہوا۔ لیکن دوستی کے تعلقات بدستور قائم ہیں۔ ترکی نے  
روس سے جنگ نہ کرنے کا عہد کر کے اپنی نیک نیتی۔ صلح پسندی  
اور اپنے دوستانہ معاہدات کی پابندی کی ایک شاندار مثال پیش کی ہے۔

لیکن اگر روس انتہا ریت کے نئے جنون میں اگر ترکی سے بھی بالٹک کی ریاستوں کی طرف ہاں ہلاک کرنا چاہے گا۔ تو ترک اپنے حقوق آزادی و خود مختاری کی حفاظت کے لئے اس سے تقابلہ کرنے کے لئے بالکل آزاد ہو جائے گا۔ اگر ترک روس سے نہ لڑنا چاہیں۔ تو برطانیہ اور فرانس انہیں روس سے ہارنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر ترک روس سے لڑنا چاہیں۔ تو انہیں برطانیہ و فرانس کی مدد حاصل ہونگی۔

اس معاہدے سے ترکی اور برطانیہ و فرانس کے درمیان پھر رشتہ مودت استوار ہو گیا ہے۔ چنانچہ ملک معظم برطانیہ اخصامت انونو صدر جمہوریہ ترکیہ کے درمیان بمدر دی اور مسرت کے پیغامات کا تبادلہ ہوا ہے۔ برطانیہ و فرانس اور ترکی کے جراند نے اس معاہدے پر بہت مسرت کا اظہار کیا ہے۔ برٹنی میں اس معاہدے پر بہت افسوس ظاہر کیا گیا۔ اطالیہ کے اخبارات نے اس چیز کو بہت پسند کیا ہے۔ کہ ترکی نے درہ دانیال پر روس کے اقتدار کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

اس معاہدے کا نتیجہ یہ بھی ہو گا۔ کہ تمام دنیا نے اسلام ایک طرف رہے گی اور جنگ عظیم کی طرح دو حصوں میں نہ بٹے گی۔ ترکی

ایران، افغانستان اور عراق کے باہمی معاہدہ (بنام معاہدہ سعد آباد) کے مطابق تمام اسلامی ممالک ترکی کے ساتھ رہیں گے۔ مصر بھی ترکی کا ساتھ دے گا۔ اور دیگر عرب ممالک بھی اسی طرف رہیں گے۔  
ترکی نے برطانیہ و فرانس سے یہ معاہدہ کر کے اسلام کو اس خطرے سے بچا لیا۔ یہودیوں اور ترکوں کے ایک جدید نزاع است روپ کو  
ہوتا۔ ہندوستان میں اس معاہدے پر اظہارِ اطمینان کیا گیا ہے۔  
ترکی کی سیاسی جماعتیں :-

سیاسیات ترکیہ پر غور کرتے وقت ہمارا مقصد ہے کہ ہم ترکی کی سیاسی پارٹیوں کے حالات سنیں واقف ہو جائیں۔ دراصل ترکی میں بہت ایک سیاسی جماعت کے وجود کی اجازت ہے۔ جسے مرحوم کمال اتاترک کی سرپرستی حاصل تھی۔ ترکیہ کی مجلسِ وطنی کا انتخاب بھی اسی جماعت کے نام پر کیا جاتا تھا۔ اس جماعت کا نام "حلقِ فرقہ سی" ہے۔

۱۹۲۶ء میں عصمت پاشا انونو نے ایک بیان شائع کیا تھا۔ جس میں اس جماعت کی حقیقت اور نصب العین بیان کیا تھا۔ اس بیان کے بعض اقتباسات اہلِ مال کلکتہ (جواب بند ہو چکا ہے) کے ۲۵ نومبر کے پرچے میں سے نقل کر کے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :-

”فلت فرقہ سی“ کے لغراض و مقاصد | یہ انجمن جمہوری ہے۔ کسی خاص مذہب سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ بینین آرتی ہے کہ قوم کی کامیابی کا راز اس کی اقتصادی حالت کی درستگی میں ہے۔ یہی باعث ہے کہ اس کا پورا مسلک اسی اصل پر مبنی ہے۔ اور اس کے جملہ قوانین میں اسی کی رعایت کی جاتی ہے :

۱۔ داخلی امن : ”ملک میں امن و امان برقرار رکھنا ہمارا اولین فرض ہے۔ تاکہ قوم کا ہر فرد اپنی سنی و ہمت کا ثمرہ بلا کسی اندیشہ کے حاصل کر سکے“ :

ب۔ عدالتی مسلک : ”مدنی قوانین کا اجرا اور ان قوانین کی جمہوری روح کی تعمیم، اس کا عدالتی مسلک ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ جلد سے جلد اور زیادہ سے زیادہ آسان طریقہ پر عدل و انصاف ہر انسان کے دسترس میں آجائے“ :

ج۔ خارجی مسلک : ”ترکی جمہوریت کی عزت کی حفاظت، ترکی حکومت کے حقوق کی حمایت، وہ حقوق جو قوم نے طویل جہاد کے بعد حاصل کئے ہیں۔ تمام قوموں کے ساتھ مساوات کے دائرے میں دوستانہ تعلقات اس کا خارجی مسلک ہے“ :

د۔ تعلیمی مسلک : ”ہمارا تعلیمی مسلک یہ ہے کہ تعلیم قومی ہو۔



اور مذہب اس سے الگ رکھا جائے۔ نظام تعلیم ایک ہو۔ نئی نسلوں کی ایسی تربیت کی جائے جس سے ہماری مدنی و اجتماعی بہتری قائم ہو۔ اور اقتصادی زندگی مستحکم ہو جائے۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ قوم ابتدائی مفت تعلیم سے پوری طرح مستفید ہو۔ غیر تعلیم یافتہ افراد کو شبیہ مدارس کے ذریعے تعلیم دی جائے۔ ترکی یونیورسٹی کو مزید تقدیر دی جائے اور زیادہ سے زیادہ جدید تعلیم گاہیں جاری کی جائیں۔ ہم فنونِ حربیہ کے بھی پُرچوش حامی ہیں۔ ترکی زبان کی ترقی و تہذیب کا ہمیں از حد اہتمام ہے۔

تورک اوجاغی | ترکی میں "خلن فرقسے" کے بعد سب سے زیادہ بڑی جماعت "تورک اوجاشی" ہے۔ تورک اوجاغی کا مطلب ہے "ترکی وطن" ۱۹۱۳ء میں قائم ہوئی تھی۔ اور نوجوان ترکوں میں بہت مقبول تھی۔ جنگِ عظیم نے اسے عارضی طور پر کمزور کر دیا۔ آخر جنگ میں ترکی کی شکست پر اس جماعت میں بھی زندگی کی لہر دوڑ گئی اور گزشتہ ہمارے وطن میں بہت خدمات سر انجام دیں۔ آزادی کے حصول کے بعد اس کے مسلک میں ترمیم کر دی گئی۔ ۱۹۲۳ء میں انقرہ میں منعقدہ کانفرنس نے خاص طور پر پسند۔ جمہوریت اور پروگرام میں داخل کیا۔

۱۔ جمہوری افکار کی اشاعت (۲) جدید تمدن کو مقبول بنانا۔

(۳) مساوات کی تعلیم و تبلیغ - اس جماعت کی ترکیبیں ۳۳ء شاخیں ہیں +  
ترکی کی جنگی اہمیت :-

اب ہم یہ بتائیں گے - کہ وہ کونسی وجوہ تھیں - جن کی بنا پر طائفہ  
و فرانس نے ترکی سے رشتہ پیدا کرنے کی خواہش کی - نیز ہم اس ضمن  
میں ترکی کے تازہ مطالبہ متعلقہ ڈوڈیکینیز کا بھی ذکر کریں گے - اس کے  
بعد ہم جمہوریہ ترکیہ کے پیش آمدہ خطرات اور آئندہ جنگ میں اس کی  
کے دائرے کی وسعت بھی بیان کریں گے +

جزائر ڈوڈیکینیز بارہ جزیروں کا ایک سلسلہ ہے - جو ایشیائے  
کوچک کے ساحل سے کچھ فاصلے پر واقع ہیں - یہ پہلے ترکی کی ملکیت  
تھے - لیکن جنگ طرابلس کے موقع پر اطالیہ نے ان پر قبضہ کر لیا -  
اب ترکی نے اطالیہ سے ان جزیروں کی واپسی کا مطالبہ کیا ہے - یہ  
جزائر جنگی اہمیت کے مالک ہیں - اطالیہ نے ان پر جنگی استحکامات کا  
سلسلہ شروع کر دیا ہے - اُدھر طرابلس الغرب میں اپنی فوج ساٹھ  
ہزار تک پہنچا دی ہے - اس سے انگلستان کے لئے بحیرہ متوسطہ میں  
خطرات پیدا ہو گئے - اُدھر مصر کو نہر سوئز میں اطالیہ سے خطرہ محسوس ہوا  
چنانچہ برطانیہ نے فرانس سے تعلقات استوار کرنے - تاکہ ٹونس کی  
طرف سے اطالوی اقدامات کا جواب دیا جاسکے +



انگلستان اور ترکی | کچھ عرصے بعد اطالیہ نے البانیہ پر قبضہ کر لیا اور جزیرہ کارفو کے لئے خطرہ پیدا کر دیا۔ نیز یوگوسلاویہ اور بلغاریہ کو ساتھ لانے کی کوشش کی۔ اس سے بلقان میں نشوونما پیدا ہو گئی۔ اطالیہ نے جیوٹی اور ٹیونس پر اپنے حق کا اظہار کیا۔ جو فرانس کے لئے خطرناک تھا نہ صرف یہی۔ بلکہ اطالیہ نے طرابلس الغرب میں فوجی استحکامات زیادہ کر دیئے۔ یہ تمام امور سمجھو روم کے مشرقی حصے مصر اور نہر سوئز کیلئے بہت خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔ چنانچہ انگلستان اور مصر کو مجبوراً ترکی کے ساتھ صلح کرنی پڑی +

ترکی کے لئے خطرہ | یہ تمام حالات ترکی کے لئے بھی چنداں خوش آئند نہ تھے۔ استنبول کو اطالیہ اور بلغاریہ کی طرف سے حملے کا خطرہ تھا۔ درہ دانیال کو سمندر کی طرف سے اور ایشیائے کوچک کو ڈوڈینیہ کے جزیروں سے اندیشہ تھا +

جرمنی اور اطالیہ کا مقصد یہ تھا۔ کہ بے ہیمیا پر قبضہ کر کے دریائے ڈینیوب کے سواحل پر اپنے اثر کو بڑھائیں۔ نیز اس اثر کو اناطولیہ اور درہ دانیال تک وسیع کریں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح ترکی، برطانیہ، فرانس، رومانیہ اور یونان کے لئے ایک جیسے خطرات پیدا ہو گئے تھے چنانچہ ترکی اور برطانیہ کا معاہدہ اسی مشترک خطرے کا نتیجہ ہے +

اطالیہ پر اس معاہدے | برطانیہ اور ترکی کے معاہدے نے ایک  
کے اثرات | طرف مصر اور مشرقِ ادنیٰ میں اٹالیہ اور جرمنی

کے خلاف دفاعی قوت برطانیہ ہے۔ دوسری طرف ہندوستان کے  
راستے کو بالکل محفوظ کر دیا۔ نیز برطانیہ کے لئے بلقان میں اثر پیدا کرنے  
کے لئے مفید ثابت ہوا۔ اب اٹالیہ پر اس کے اثرات دیکھیے :

اطالیہ بحیرہ روم میں محصور ہو گیا ہے۔ اور اب اٹالیہ بلقان۔  
مشرقِ ادنیٰ یا مصر کے خلاف کسی قسم کا قدم نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ  
اسے ایسا اقدام کرنے سے تین طاقتوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ یعنی  
ایک طرف ترکی۔ دوسری طرف ٹیونس میں فرانس اور تیسری طرف مصر  
اس کے مقابل ہوں گے۔ فرانس و برطانیہ کی متحدہ بحری طاقت بحیرہ  
روم میں بہت فائق ہے :

جنگ کی صورت میں | سوال یہ ہے۔ کہ اگر اٹالیہ و جرمنی سے برطانیہ  
تک اتحادیوں کیلئے | فرانس اور ترکی کی جنگ چھڑ جائے۔ تو ترکی  
کیا کر سکیں گے ؟ | کیا کر سکے گا۔ اس کا جواب مندرجہ ذیل ہے :-

۱۔ ترک اپنی آبنائوں کو فرانس اور برطانیہ کے لئے کھلا رکھے گا۔  
یہ آبنائیں نہایت اہم ہیں۔ روس اور رومانیہ اپنا پٹرول اور گندم اسی  
راستے سے باہر لاتے ہیں۔ جنگ کی صورت میں درہ وانیال کی حیثیت

ہمت اہم ہو جائے گی \*

۲۔ ترکی مغربی طاقتوں اور رومانیہ کی مساعدا سے سہولتیں

پہنچا کرے گا \*

۳۔ جنگ کی صورت میں رومانیہ۔ ترکی اور یونان کے عساکر متحد

ہو جائیں گے \*

۴۔ اس طرح دفاعی خط درہ دانیال سے شروع ہو کر طرابلس الغرب

تک پہنچ جائے گا \*

۵۔ جزائر ڈوڈیکینیز میں اطالوی جنگی استحکامات خطرے میں پڑ جائیں گے

۶۔ اطالیہ سے باہر حکومت اطالیہ کے چار اہم جنگی مرکز ہیں -

درازدو۔ روڈس۔ طرابلس۔ پنٹی لیریا۔ یہ چاروں مرکز کمزور ہو جائیں گے \*

۷۔ ترکی کے ذریعے سے مصر۔ فلسطین۔ شام اور یونان کے

سواحل کی حفاظت آسانی سے ہو سکے گی \*

۸۔ ترکی کے لشکر بوقت ضرورت نہرویز اور مصر کی حدود کے

تحتفظ کے لئے لائے جاسکتے ہیں \*

۹۔ بحیرہ روم میں داخل ہونے کے تین راستے ہیں \*

۱۔ جبل الطارق (جو برطانیہ کے قبضے میں ہے)

۲۔ نہر سوئز ( " " " " " )

۳۔ درودانیال (جو ترکی کے قبضے میں ہے)

یہ تینوں راستے بند ہو جائیں گے۔ تو اطالیہ بحیرہ روم میں محصور ہو جائے گا۔ اور اس کے لئے کئی مشکلات پیدا ہو جائیں گی ۵

۱۰۔ ترکی کے لشکر اگر اوزرنہ کے حوالی میں جمع ہو جائیں۔ تو بلغاریہ اور یوگوسلاویہ کے لئے خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔ جن کے نتیجے میں یہ ہر دو ممالک اتحادیوں کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو سکتے ہیں ۵

۱۱۔ ترکی اسکندرنہ میں (جو حال ہی میں فرانس نے ترکی کو واپس کر دیا ہے۔ اس کے متعلق تفصیلات اس باب کے آخر میں پڑھیں) فوجی استحکامات کر کے شام، فلسطین اور نہر سوئز کی حفاظت کر سکتا ہے ۵ ترکی کی حربی طاقت ترکی جنگی قوت کے سلسلے میں دُولِ عالم میں آٹھویں درجے پر ہے۔ انگلستان۔ امریکہ۔ روس۔ فرانس۔ جرمنی۔ جاپان اور اطالیہ کے بعد ترکی کا درجہ آٹھواں ہے۔ مستقل فوج پانچ لاکھ سپاہیوں پر مشتمل ہے۔ اور جنگ کی صورت میں بیس لاکھ ترک سپاہی میدان میں آ سکتے ہیں۔ مختلف قسم کے جہازوں کی تعداد موجودہ جنگ کے آغاز میں حسب ذیل تھی۔ لیکن اب یہ طاقت بہت زیادہ ہو چکی ہے

ایک ہزار  
پانچ سو

جنگی طیارے  
بہار طیارے

فضائی طاقت

بحری طاقت :-

جنگی جہاز " " ۱۹

چھوٹے جہاز " " ۲۳

تاریٹو " " ۸۷

آبدوز کشتیاں " " ۳۱

سنگین بچانے والے جہاز " ۱۹

مندرجہ بالا اعداد و شمار جنگ سے پہلے کے ہیں۔ اور بلاشبک  
 و شبہ اس سامان جنگ میں اب تک معتد بہ اضافہ ہو چکا ہے۔ ابھی  
 چند ماہ ہوئے۔ ایک خبر آئی تھی۔ کہ فوج کو دوسرے ملک میں اتارنے  
 والے ہائیس ہزار پیراٹوٹ (ہوائی چھتری) بن چکے ہیں۔ اس کے  
 علاوہ ہوا بازوں کے لئے خطرے کو دیکھ کر جان بچانے کے لئے  
 ایک لاکھ پچاس ہزار ہوائی چھتریاں بن چکی ہیں۔ جنگ کے بعد ترکیہ  
 کی نیشنل اسمبلی نے جنگی سامان تیار کرنے کے لئے کئی کروڑ پونڈ کی  
 مختلف رقوم منظور کی ہیں۔

ترکی کے ایک سائنسدان فواد کوچک نے ایک گیس ایجاد کی  
 ہے۔ جسے اگر فضا میں چھوڑ دیا جائے۔ تو وہاں سے گزرنے والے  
 تمام طیارے تباہ ہو جائیں۔



ملک جنگ کے لئے تیار ہے۔ ایک جدید قانون کی رو سے  
 اسلحہ ساز کارخانوں میں کام کرنے والی عورتوں اور بچوں کو بھی ۹ گھنٹے  
 کے بجائے ۱۲ گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے۔ وطنی دفاع اور اقتصاد کی علامت  
 کی ہنگامی ضروریات کے سلسلے میں حکومت کے ہاتھ مضبوط کر سنے  
 کے لئے ترکی پارلیمنٹ نے حکومت کو فوق العادۃ اختیارات دے  
 دیئے ہیں۔ ایک نئے قانون کی رو سے فوج کو اختیار دیا گیا ہے کہ  
 وہ جب ضرورت محسوس کرے۔ رعایا کی جائداد یا کسی چیز پر قبضہ کر لے  
 سکی سرحدوں کی حفاظت کے لئے بڑے بڑے انتظامات کئے  
 گئے ہیں سرحدوں کا معائنہ کرنے کے لئے روزانہ ایک سو پانچ  
 طیارے پرواز کرتے ہیں۔ یہ تمام انتظامات ترکی کے مابین ناز و فرزند  
 فیڈرل فوجی حقائق کے زیر نگرانی ہیں ۛ

تجارتی معاہدات | حال ہی میں ترکی نے برطانیہ۔ فرانس۔ اٹلی جرمنی  
 فلسطین اور شام سے تجارتی معاہدے کئے ہیں ۛ

اس سے پہلے جرمنی ترکیہ سے تمباکو۔ خوبانیاں اور میگنیز خربید  
 کرتا تھا۔ ترکیہ نے برطانیہ سے باہمی امداد کا معاہدہ کیا۔ تو جرمنی نے یہ  
 اشیاء خریدنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ جہاں پہلے فرانس صرف پینتالیس  
 لاکھ فرانک کا تمباکو خرید کرتا تھا۔ وہاں اب فرانس اور برطانیہ نے

مل کر دس کروڑ فرانک کا منبا کو خرید لیا۔ نیز دیگر اشیاء بھی خریدیں ۛ  
 ترکی کی شرح تبادله کو مضبوط کرنے کے لئے بھی برطانیہ - فرانس -  
 اور ترکی کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے ایک کروڑ تچاس  
 لاکھ سٹرلنگ کی مالیت کا سونا ترکی کو دیا گیا ۛ

فلسطین سے بھی ترکی کا ایک تجارتی معاہدہ ہوا۔ چنانچہ اب ترکی  
 مصنوعات بہ تعدا کثیر فلسطین میں آتی ہیں۔ اسی طرح شام سے بھی  
 فرانس کی وساطت سے معاہدہ ہوا ہے۔ محصول گیری کے لئے دونوں  
 طاقتوں نے شام کی حدود میں ایک مشترکہ ادارے کی تشکیل کی ہے ۛ  
 ترکی نے اطالیہ سے بھی ۲۸ فروری ۱۹۲۰ء کو ایک تجارتی معاہدہ  
 کیا۔ جس کی رو سے دونوں ملکوں میں ایک کروڑ پاؤنڈ کی تجارت  
 ہوگی۔ اسی طرح جرمنی سے بھی ایک معاہدے پر ۳۰ جولائی ۱۹۲۰ء  
 کو دستخط ہوئے۔ جس سے دو کروڑ دس لاکھ پاؤنڈ کی قیمت کے  
 مال کا تبادلہ ہوگا ۛ

وزارت تعمیرات کے لئے ایک کروڑ پاؤنڈ کی رقم منظور کی گئی  
 ہے۔ تاکہ عراق اور ایرانی حدود کو ترکی سے ملحق کرنے کی غرض سے  
 دوریلوے لائنیں تعمیر کی جائیں۔ سامان حاصل کرنے کے لئے برطانیہ  
 سے سمجھوتہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ ترکی نے پہلا آرڈر بیس لاکھ پاؤنڈ کا کیا ۛ

## ترکی سیاسیات کا مستقبل :-

جمہوریہ ترکیہ کی خارجہ سیاسیات کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ دنیا کی تمام جمہوری قوموں سے اچھے تعلقات رکھے جائیں۔ چنانچہ سب سے پہلے ترکی یہ ضروری سمجھتا ہے کہ اس سے روس کے اچھے تعلقات رہیں۔ روس اور ترکی کے درمیان کافی خوشگوار تعلقات رہے ہیں موجودہ جنگ میں جب فرانس پر زوال آیا تو جرمنی نے ان تعلقات کو توڑنے کی ایک ناکام کوشش کی۔ اس نے ایک دستاویز شائع کی۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ترکی نے برطانیہ و فرانس سے مل کر اس تجویز پر غور کیا۔ کہ جنگ کی صورت میں روس میں ہاکو کے تیل کے چشموں پر کس طرح قبضہ کیا جاسکتا ہے۔ موبیلو مولوٹوف وزیر خارجہ روس نے اپنی تازہ تقریر کے دوران میں اس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ترکی نے اس الزام کی تردید کی ہے۔ بہر حال جرمنی کی اس حرکت سے روس اور ترکی کے تعلقات میں کوئی فرق نہیں پڑا +

ترکی نے برطانیہ و فرانس سے بھی سمجھوتہ کر رکھا ہے۔ جس کی تفصیل آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ موجودہ جنگ کے سلسلے میں ترکی کی ہمدردی برطانیہ سے وابستہ ہے +

ایشیائی ممالک افغانستان۔ ایران اور عراق کے ساتھ ترکی کے

تعلقات نہایت خوشگوار رہے۔ فرانس کی شکست پر شام کے مسئلے سے قدرتی طور پر ترکی کو دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ عراق۔ ترکی اور برطانیہ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ شام کی موجودہ صورت برقرار رہے۔ اور اگر کوئی طاقت شام پر حملہ کرے تو شام کی حفاظت کی جائے۔

بلقان میں ترکی کا اثر و رسوخ نہایت خطرے میں ہے۔ معاہدہ بلقان میں ترکی کے علاوہ یوگوسلاویا۔ یونان اور رومانیہ شامل تھے رومانیہ پر جرمنی کا مکمل قبضہ ہے۔ یونان کے خلاف اطالیہ نے جنگ کا اعلان کر دیا تھا۔ لیکن یہ اقدام اس کے لئے بہت مضر ثابت ہوا اور یونانی عساکر نے البانیہ کے بعض حصوں پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اب جرمنی نے رومانیہ اور بلغاریہ کے ساتھ ہی یوگوسلاویہ اور یونان کو بھی مغلوب کر لیا ہے :

مخوری قوتوں نے بلقان پر حواشر قائم کر لیا ہے۔ اس سے ترکی کو یقینی طور پر خطرہ ہے۔ لیکن ترکی نے فیصلہ کر لیا ہے کہ جب تک کوئی طاقت ترکی کی سرزمین پر قدم نہیں رکھتی۔ اسے کسی سے الجھنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر کسی ملک نے ایسی جرأت کی تو ترکی اس کا جواب پتھر سے دے گا۔ ترکیہ سے تمام دنیائے اسلام کے تعلقات وابستہ ہیں اور اگر اس پر کسی طاقت نے حملہ کیا تو تمام دنیائے اسلام

ترکیہ کی حمایت میں صف آرا ہو جائے گی +

مسئلہ اسکندرونہ :-

اسکندرونہ کی جغرافیائی اہمیت | اسکندرونہ بحیرہ روم کے شمال مشرق کی انتہا پر واقع ہے۔ ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحل اور فلسطین و شام کے ساحلی خط کے درمیان اس علاقہ کی اہمیت اس لئے زیادہ ہے۔ کہ اس کی بندرگاہ متعلقہ ممالک کا تجارتی مرکز ہے۔ وادی بیلان جو اسکندرونہ کی بندرگاہ سے کوہ اونوس کے اندر گزرتی ہے۔ بلائی وادی فرات کے لئے سمندر کا سیدھا راستہ ہے اور اس علاقے میں بندرگاہ اسکندرونہ بہت مفید ثابت ہوگی +

گزشتہ تاریخ | ۱۹۲۰ء میں سان ریمو کانفرنس میں فیصلہ ہوا تھا کہ شام مع سنجق اسکندرونہ کے فرانسیسی انتداب میں دے دیا جائے۔ سنجق اسکندرونہ میں ترکوں کی اکثریت ہے اور انہوں نے کئی بار خود مختاری کا مطالبہ کیا۔ لیکن جمہوریہ ترکیہ اپنی بعض مجبوریوں کے سبب سے ان کی طرف توجہ نہ کر سکی۔ جب ۱۹۳۶ء میں فرانس اور شام کا معاہدہ ہوا۔ جس کی رو سے شام کی آزادی کا وعدہ کیا گیا تھا تو ترکی نے مطالبہ کیا کہ اب اسکندرونہ کو بھی آزاد کر دیا جائے۔ کیونکہ اسکندرونہ فرانسیسی انتداب میں دیا گیا تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ

پہ شام سے ملتی ہو گیا۔ چونکہ شام آزاد ہو رہا ہے۔ اس لئے اسکندرونہ ترکی کو واپس مل جانا چاہیے۔

اسکندرونہ کی واپسی | آخر ۲۳ جولائی ۱۹۳۹ء کو فرانس نے اسکا سکندرونہ کو مکمل طور پر ترکی کے حوالے کر دیا۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ برطانیہ نے فرانس کو مجبور کیا۔ کہ وہ اس شرط کو مان کر ترکی سے معاہدہ کرے۔ کیونکہ بین الاقوامی صورت حالات کے پیش نظر برطانیہ و فرانس کے لئے ترکی کا تعاون حاصل کرنا بہت ضروری تھا۔

اسکندرونہ پر ترکوں کا قبضہ | معاہدے کے مطابق ترکی نے اسکندرونہ پر قبضہ کر لیا۔ اور چالیس ہزار کاشکس جمع کر دیا۔ حال ہی میں معلوم ہوا ہے کہ ترکی حکومت کے ۱۸ ہوائی جہاز۔ ٹینک اور ۲۸ مسلح کابینہ مع تین ہزار مزید ترکی فوج کے اسکندرونہ پہنچ گئی ہیں۔

اسکندرونہ پر ترکی قبضہ کا شام پر اثر | اسکندرونہ کے الحاق پر شامی عربوں نے بہت مخالفت کی۔ اور ملک بھر میں اس کے خلاف رنج و غم کی لہر دوڑ گئی۔ اور عربوں میں وہی قدیم تعصب رونما ہو گیا۔ جو ترکوں کے خلاف ان میں تھا۔ سید ہاشم بے العطاسی صدر جمہوریہ شام اپنے عہد سے بطور احتجاج مستعفی ہو گئے۔ فرانسیسی ہائی کمانڈر نے اس صورت حال کو دیکھ کر آئین کو معطل کر کے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لئے ہیں۔

اسکندرونہ کی واپسی | اسکندرونہ کی واپسی پر دنیا نے اسلام کی رائے  
اور دنیا نے اسلام | ایک نہیں۔ عربی ممالک نے اس کے خلاف  
شدید احتجاج کیا ہے۔ ذیل میں مختلف عرب ممالک کی رائے درج ہے  
مصر :-

ڈاکٹر عبد الحمید سعید صدر جمعیتہ شبان المسلمین قاہرہ نے موسیو  
لیبرون صدر جمہوریہ فرانس کو ایک طویل مکتوب لکھا ہے۔ جس میں علاوہ  
فرانسیسی استعماریت کے دیگر مظالم کے اس کا بھی ذکر کیا ہے۔ کہ فرانس  
نے اسکندرونہ کو بغیر شامیوں سے پوچھے ترکی کے حوالے کر دیا ہے  
آپ نے اس کے خلاف شدید احتجاج کیا ہے ۛ

عرب :-

"لا ژورنال" پیرس میں اس کے نامہ نگار کی الحان عبد اللہ فنی  
سابق مشیر ابن سعود سے ایک ملاقات کا حال شایع ہوا ہے۔ اس میں  
انہوں نے مشرق قریب کے مسائل پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔  
انہوں نے اسکندرونہ کی واپسی کے متعلق کہا ہے۔ کہ یہ فرانس کی میرچی  
کی ایک اور دلیل ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ سنجی شام کا ایک جزو تھا۔ اور  
اس کی شام سے علیحدگی نہایت افسوسناک ہے نیز آپ نے کہا کہ شام  
سے اسکندرونہ کی علیحدگی سے دنیا نے عرب کو بہت صدمہ ہوا ہے ۛ  
ڈاکٹر عبد الحمید سعید حال ہی میں اس حمان فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

عراق ۱۔

عراقی پارلیمنٹ کے نائب صدر الحاج سعید سبط نے ۳۱ جولائی ۱۹۳۹ء کو پارلیمنٹ کے اجلاس میں کہا۔ کہ سجن اسکندرونہ ہزاروں سال سے عرب کا ایک حصہ رہا ہے۔ بالخصوص عراق کے لئے یہ بہت بڑی اہمیت کا مالک ہے۔ کیونکہ بحیرہ روم میں ملک کے لئے یہ ایک قدرتی بندرگاہ فلسطین ۱۔

یافہ فلسطین) کا مؤثر جریدہ 'فلسطین' رقمطراز ہے کہ ۱۔

"معلوم ہوتا ہے کہ جمہوریت ترکی کے اسکندرونہ پر قبضے کے

پس پشت دولت عثمانیہ کی وہی استعماری حکمت عملی کارفرما ہے جس کا مقصد عرب کو اسلام کے تحفظ کے بہانے غلام بنانا تھا۔

"بہر کیف اس وقت یہ اقدام کسی حد تک جائز قرار دیا جاسکتا تھا۔

کیونکہ ترکی کا سلطان خلیفۃ المسلمین بھی تھا۔ لیکن اب اس کے جواز میں

کوئی دلیل ہے؟ کیا ہمیں یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ ترکی نے پھر ایک مرتبہ

دوسرے ممالک کو فتح کرنے کی حکمت عملی کا آغاز کر دیا ہے؟ کیا اسکندرونہ

کا الحاق اس حکمت عملی کا نتیجہ ہے۔ یا اس کی وجہ کوئی اور پوشیدہ مقصد؟

اسکندرونہ کے عرب ۱۔

اسکندرونہ کے عربوں کی ایک بڑی تعداد نے دمشق اور بیروت میں



مقیم عراقی قوصل کے دست سے درخواست کی ہے۔ کہ وہ ایسے ذرائع عمل میں لائے۔ جن کے نتیجہ کے طور پر ان عربوں کو عراق میں رہنے کی اجازت مل جائے۔ اور انہیں ترکی حکومت سے آزاد کر دیا جائے حکومت عراق نے ان کی اس تجویز کو قبول کر لیا ہے +

آپ نے عرب ممالک کی رائے ملاحظہ کر لی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا نے عرب اسکندرونہ کو کھودینے پر کس حد تک مشغول ہے ہندوستان میں اسلامی اخبارات کی رائے یہی ہے۔ کہ اسکندرونہ پر ترکی کا حق تھا۔ اس لئے اگر ترکی نے اس پر قبضہ کر لیا۔ تو یہ کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں +

حکومت ترکی کا اعلان :-

جرمنی اور اطالیہ اسکندرونہ کے الحاق پر بہت پیچ و تاب کھاتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اپنے ریڈیو اسٹیشنوں سے عربی زبان کے پروگرام کے دوران میں ترکی کے خلاف شدید نوعیت کا پروپاگنڈہ کیا۔ جس کے جواب میں حکومت ترکی نے ایک طویل اعلان شائع کیا۔ جس کا مختص اور بعض اقتباسات ملاحظہ ہوں :-

” اس میں شک نہیں۔ کہ جنگ عظیم کے موقع پر عربوں نے ترکوں سے غداری کی۔ لیکن ترک اب اُسے فراموش کر چکے ہیں۔ آج عرب

اپنی قداری کے عوض اپنے بعض ممالک کی غلامی کی شکل میں سزا بھگت رہے ہیں۔ ترکی کو ان سے پوری ہمدردی ہے۔ لیکن وہ ان کے معاملات میں خلل دینے سے احتراز کرتا ہے۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔ کہ دنیا یہ سمجھے۔ کہ ترک عرب پر پھر اپنی سیادت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انیس سال سے متواتر ترکی کی یہی پالیسی رہی ہے۔ کہ وہ ہمسایہ ممالک کو اپنے حال پر چھوڑ دے ۛ

جہاں تک اسکندرونہ کا سوال ہے۔ اگر شامی عرب اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ تو انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ اسکندرونہ پر ترکی کا حق ہے۔ اس علاقے میں اسی فیصدی ترک ہیں۔ اسلئے اگر فرانس نے یہ علاقہ ترکی کے حوالے کر دیا۔ تو اس میں کیا ہرج ہے۔ اس علاقے میں عرب پندرہ فیصدی ہیں۔ ہم انہیں حکومت کے ہر شعبے میں تیس فیصدی سے زیادہ نیابت دینے کے لئے تیار ہیں ۛ

یہ الزام بے بنیاد ہے کہ اسکندرونہ کا الحاق شام پر قبضہ کرنے کا پیش خیمہ ہے۔ ترکی کو شام کی تحریک آزادی سے دلی ہمدردی ہے۔ اور اسکندرونہ کی بندرگاہ کے جو صحرانی استحکامات ترکوں کے پیش نظر ہیں۔ اس سے شام کی آزادی بہت جلد محفوظ ہو جائیگی۔ اور ترک ایک پہرہ دار اور جاں نثار سپاہی کی حیثیت سے شام کے بحری دروازہ کی حفاظت کریں گے ۛ

## مصر

برطانیہ کی نظر — مصر پر قبضہ — قبضے کا استحکام —  
 جنگ عظیم میں مصر کا حصہ — برطانیہ کے مواعید — تحریک حریت مصر —  
 سعد زغلول کی گرفتاری — اور رہائی — بلزکیٹی — بغاوت کا احیاء —  
 آئین کی تشکیل — سیاسی بحران — سعد کی وفات اور جدید اقدامات —  
 "مراعات" یا CAPITULATIONS — مصر کی دیگر مشکلات — "قصر شاہی"  
 اور "وفد پارٹی" کے درمیان جدوجہد — ستاہ نواد کی وفات —  
 انگلستان اور مصر کا معاہدہ — فوجی معاملات — ممالک غریبہ  
 کے باشندے — سوڈان کا مسئلہ — سفیروں کا تبادلہ  
 جمعیتہ اقوام — میتر و کانفرنس — جمعیتہ اقوام میں شرکت  
 نحاس پاشا کا زوال — موجودہ کابینہ کے ارکان —  
 مصر کے خطرات — مصر کی فعالیت — مصر اور  
 موجودہ جنگ —

شرق اردن

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

ليبيا

مصر

الجزائر

سودان

مصر و سودان

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

نواكشوط

# مصر

برطانیہ کی نظر میں | سینٹ ہلینا کے گورنر سے نیولین نے اپنی پہلی ملاقات میں کہا۔ کہ ”مصر دنیا کا سب سے زیادہ اہم ملک ہے۔“ غالباً یہی وجہ تھی کہ ۱۸۶۵ء میں ڈسٹر ایبل نے نہر سوئز میں خدیو مصر کے چار کروڑ پونڈ کے حصے خرید کر انگلستان کو یہ موقع دیا کہ شمال مشرقی افریقہ کے مسائل میں خاص دلچسپی لے۔ لیکن برطانیہ کی نظر مصر پر اس وقت سے بہت پہلے کی تھی۔ جب محمد علی کے ماتحت مصر میں ایک حکومت قائم کرنے کا سوال پیدا ہوا۔ تو برطانیہ نے پامرسٹن کی معرفت اس سوال کو ملتوی کر دیا۔ اس طرح ۱۸۳۲ء سے برطانیہ مصر کی طرف اپنی ”توجہات خصوصی“ مبذول کئے ہوئے ہے۔ اور جب سے نہر سوئز بنی ہے۔ برطانیہ اپنی نظر اس ملک پر گاڑے ہوئے ہے؛

مصر پر قبضہ | صدیوں سے مصر ترکیہ کے ماتحت تھا اور گو ۱۸۸۲ء میں انگریزوں نے مصر پر قبضہ کر لیا تھا۔ پھر بھی آئینی طور پر یہ ملک

۱۹۱۴ء تک دولت عثمانیہ کے ماتحت رہا۔ اس مسئلہ سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ مصر کے باشندے کس قوت کے وفادار تھے۔ برطانیہ یہی کہتا رہا۔ کہ مصر سے ہمارے خاص مفاد وابستہ ہیں ۛ

جب سے برطانیہ مصر پر قابض ہوا ہے۔ برطانوی سیاست میں مصر کو اور تمام دنیا کو یہی کہتے رہے ہیں۔ کہ ہمارا قبضہ بالکل عارضی ہے۔ اور ہم بہت جلد یہاں سے چلے جائیں گے۔ گلیڈسٹون نے متعدد مرتبہ یہ بیان دیا۔ کہ اگر برطانیہ اپنے گزشتہ وعدوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مصر پر بدستور مسلط رہے گا۔ تو اس کا یہ اقدام نہایت شرمناک ہوگا۔ اسکے باوجود برطانیہ نے مصر پر قبضہ قائم رکھا ۛ

۱۸۸۲ء سے ۱۹۱۴ء تک مصر میں وہی حالت رہی۔ جو خارجی حکومت کے ماتحت کسی ملک کی ہوتی ہے۔ مصر میں بھی ایک قومی تحریک شروع ہو گئی ۛ

قبضے کا استحکام | ۱۹۱۴ء میں جب برطانیہ اور ترکی کے درمیان اختلافات بڑھ گئے۔ تو برطانیہ نے مصر کے باشندوں سے استصواب کئے بغیر اعلان کر دیا۔ کہ مصر برطانیہ کے زیر حفاظت ہے۔ خدیو عباس جمعی دوم کو جو اس وقت قسطنطنیہ میں تھے۔ تخت سے معزول کر دیا گیا۔ اور ان کی جگہ ان کے چچا کو مصر کا سلطان بنادیا گیا

انگلستان نے اعلان کیا۔ کہ ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اس جنگ کا بوجھ صرف ہم اٹھائیں گے۔ اور مصریوں کو فوج میں بھرتی ہونے پر مجبور نہ کریں گے۔ اس وعدے کو فے الفور توڑ دیا گیا۔ اور مصری بھی برطانویوں کے شانہ بشانہ لڑے۔ برطانیہ نے ملک میں مزدوروں کی بھرتی شروع کر دی۔ اور بعض جگہ جبری بھرتی بھی کی۔ لوگوں سے مالی مدد حاصل کرنے کے لئے بھی نہایت قابل اعتراض طریقے اختیار کئے جس سے مسر کے طول وعرض میں بے چینی پھیل گئی ؟

برطانیہ کے وعدے | جنگ کے خاتمہ پر ۱۹۱۸ء میں مصریوں کو توقع تھی کہ برطانیہ اپنے مواعید کی تکمیل کرے گا۔ اور ۱۹۱۵ء میں لارڈ کرے نے مدیران جراند کے ایک اجلاس میں یہ تقریر بھی کی تھی کہ ”دنیا بھر کی تمام قوموں کو بتا دیجئے۔ کہ یہ جنگ ایک اعلیٰ اخلاقی بنیاد پر لڑی جا رہی ہے۔ یہ جنگ ہرگز کسی مادی فائدے کے لئے نہیں کی گئی۔ ہم چاہتے ہیں اور یہی تمنا ہمارے قوم کی ہے کہ اس جنگ کے بعد جس کے لئے قوم کے فرزند عظیم الشان قربانیاں دے رہے ہیں۔ دنیا کی ہر قوم کو حق حاصل ہو گا کہ وہ اپنی رائے کے مطابق اپنے نظام ہائے حکومت چلائیں ؟“

تحریک حریت مصر | جنگ کے خاتمہ پر دنیا بھر میں امریکہ کے صدر

وسن کے بیان کے مطابق ہر قوم *determination* - یعنی خود مختاری کا حق طلب کرنے لگی۔ مصر میں قومی جذبہ بہت ترقی کر گیا۔ وفد پارٹی کے قائد سعد زغلول پاشا نے قاہرہ کے برطانوی رزیڈنٹ سے پُر زور مطالبہ کیا۔ کہ مصر کو اجازت دی جائے۔ کہ وہ پیرس کی امن کانفرنس میں اپنا مطالبہ آزادی پیش کرے۔ اس کانفرنس میں مصریوں کی ایک نہ سنی گئی +

سعد زغلول کی گرفتاری | برطانوی حکومت نے سعد زغلول پاشا کو اس کے تین دیگر رفقاء کو گرفتار کر کے مالٹا میں نظر بند کر دیا۔ اس اقدام نے قوم پروروں کے ہاتھ مضبوط کر دیئے۔ اور ۱۹۱۹ء کے انقلاب مصر کے لئے میدان صاف ہو گیا۔ بغاوت اتنی شدید تھی کہ جنرل ایمن بی کے ماتحت ساٹھ ہزار فوجیوں کا ایک لشکر اسے فرو کرنے کو بھیجا گیا +

زغلول کی رہائی | اچانک سعد زغلول پاشا ہو گئے۔ اور ایمن بی نے اور ملٹر کمیٹی | نئی وزارت کی تشکیل میں ان کی مدد کی۔ اس کے علاوہ لارڈ ملٹر کے زیر قیادت ایک تحقیقاتی کمیٹی مصر بھیجی گئی۔ اس کمیٹی کا مقاطعہ کیا گیا۔ اور یہ بے نیل مرام واپس آئی۔ مصر کے باشندوں نے سعد زغلول پاشا جیسے قابل قائد کے زیر سرکردگی



کال آزادی کے لئے اپنی بددوہد جاری رکھی۔ مگر کمیٹی کی روداد میں بھی یہ درج ہے۔ کہ ”مصر کا جذبہ حریت کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔“ اس کمیٹی نے سفارش کی۔ کہ برطانیہ کی حمایت *PROTECTORATE* مصر سے اٹھالی جائے۔ اور مصر کو چند شرائط کے ماتحت آزادی دی جا سکے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ برطانیہ اور مصر کے درمیان ایک فوجی معاہدہ ہو۔ اور برطانیہ کو مصر کے بعض انتظامی اور آئینی معاملات میں دخل دینے کا حق ہو۔ مصر کے باشندوں نے ان تجاویز کو رد کر دیا۔

شورش کا احیاء مصر کی بے چینی پھر ایک بغاوت کی شکل میں نمودار ہو گئی۔ سعد زغلول کو پھر گرفتار کر لیا گیا۔ اور جبل الطارق میں نظر بند کر دیا گیا۔ امین بی نے پھر ایک بار اپنے عساکر کی قابلیت دکھائی۔ ۲۸ فروری ۱۹۲۲ء کو امین بی کی سفارش پر برطانیہ نے اعلان کر دیا۔ کہ مگر کمیٹی کی سفارشات صرف یک طرفہ فیصلہ ہیں۔ گو اس اعلان کے ذریعہ قطعی طور پر مصر کو ایک آزاد خود مختار ریاست تسلیم کر لیا گیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی چار استثنیات بھی تھے :-

- ۱۔ نہر سوئز کے تحفظ کا حق +
- ۲۔ ضرورت پڑنے پر فوجی اغراض کے لئے مصر کی سرزمین کو

## استعمال کرنے کا حق \*

- ۳۔ مصر کو تمام خارجی اقدامات و جارحانہ اور دخل سے بچانا \*
- ۴۔ خارجی ممالک کے باشندوں اور ان کے مفاد کی حفاظت \*
- ۵۔ سوڈان پر قبضہ بدستور رکھا جانا \*

اس "آزادی" کا مفہوم سوائے اس کے اور کچھ نہ تھا۔ کہ ایک نئے جھگڑے کا آغاز کر دیا جائے۔ برطانیہ نے مندرجہ بالا امور کے متعلق گفت و شنید کو معرض التوا میں ڈال دیا \*

آئین کی تشکیل ۱۹۲۳ء میں مصریوں کو اجازت دی گئی۔ کہ وہ اپنے دستور کو تسخیل دیں۔ جس میں ایک پارلیمنٹ ہو۔ جس میں بربریت پارٹی و وزارت بنائے۔ یہ وزارت، بادشاہ مصر شاہ فواد کے ماتحت ہو۔ ۱۹۲۳ء میں پارلیمنٹ کے انتخابات ہوئے۔ وفد پارٹی کی ایک زبردست اکثریت بن گئی۔ سعد زاعلول پاشا بھی رہا ہوئے تھے اور وہ بھی پارلیمنٹ کے رکن بن گئے تھے۔ وفد پارٹی کی وزارت سعد زاعلول پاشا وزیر اعظم لے بنائی \*

اب ستمبر ۱۹۲۳ء میں مسٹر میکڈونلڈ نے سعد زاعلول کو گفت و شنید کی تجدید کی دعوت دی۔ گفت و شنید ایک مہینہ جاری رہی لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔

سیاسی بحران | نومبر ۱۹۲۲ء میں ایک سیاسی بحران مصر میں پیدا ہو گیا سوڈان کے گورنر جنرل اور مصری عساکر کے قائد جنرل سرلی سٹیک قاہرہ میں قتل کر دیئے گئے۔ اس موقع سے انگریزوں نے فائدہ اٹھایا اور حکومت مصر کو ایک سخت الٹی ٹیم دے دیا۔ جس کی شرائط یہ تھیں:-

- ۱۔ سرکاری طور پر معافی مانگی جائے
- ۲۔ مجرموں کو سخت سزا دی جائے
- ۳۔ تمام سیاسی مظاہرے بند کر دیئے جائیں
- ۴۔ پانچ لاکھ پاؤنڈ خون بہا کے طور پر دیا جائے
- ۵۔ مصر کے تمام افسر اور سپاہی فے الفور سوڈان سے واپس بلا لئے جائیں

اس کے بعد اعلان ہوا کہ سوڈان میں حزب (Egyptian) کے حلقہ آبپاشی میں ردنی کی کاشت کو ایک غیر معین عرصے کے لئے توسیع دی جاتی ہے۔ اس اقدام سے مصر میں پانی کی بہم رسانی پر ایک زبردست قید عائد ہو گئی

مصری پارلیمنٹ پران | مصری پارلیمنٹ نے جمعیتہ اقوام سے مطالبہ اقدامات کا اثر کیا کہ وہ اس کی مدد کرے۔ لیکن حکومت برطانیہ کے ناظم خارجہ سر اسٹن چمبرلین نے ایک تبلیہی بیان جاری کیا

جس میں کہا گیا کہ یہ مسئلہ برطانیہ اور اس کی ایک نو آبادی کے درمیان ہے۔ اور بالکل خانگی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ جمعیتہ اقوام میں یہ مسئلہ پیش نہ ہو سکا اور آزاد مصر حیران تھا۔ کہ کیا کرے ؟

سعد کی وفات | سعد زاعلول پاشا ۱۹۲۷ء میں انتقال کر گئے اور جدید اقدامات | اور ان کی جگہ ثروت پاشا وزیر اعظم بنے۔ سر اسٹن چیمبر لین نے ان سے بھی گفت و شنید کی۔ پھر ۱۹۲۹ء میں مسٹر بینڈرسن نے محمود پاشا سے بات چیت کی۔ بعد میں سخاس پاشا سے بھی گفت و شنید کی گئی۔ لیکن تمام اقدامات بے فائدہ ثابت ہوئے ؟

۱۹۲۲ء کے اعلان کے بعد جھگڑا انہی امور پر رہا۔ جو مصر کو آزادی دینے کے ساتھ ہی مستثنیات کے طور پر شال کئے گئے تھے۔ مصر کی شکایات یہ تھیں۔ کہ مصر پر غیر ملکی فوج کا تصرف ہے۔ نیز مصر کے اندرونی معاملات میں دخل دیا جاتا ہے۔ اور سوڈان میں مصر کو دخل نہیں دینے دیا جاتا ؟

مصر قوجی تصرف کے سخت خلاف تھا۔ اور حب اسکندریہ میں برطانیہ نے جگہ جہاز بھیج دیئے۔ تو اس سے بے حدینی اور بھی بڑھی۔ پھر مصر کے لئے یہ امر بھی پریشان کن تھا کہ ٹیکس تو فلاحین (مصری کسان) ادا کریں

اور غیر ملکی باشندے کروڑ پتی ہونے کے باوجود ٹیکس میں ایک دمڑی بھی نہ دیں ؟

Capulations مراعات ” مراعات کا سلسلہ اس وقت سے چلا آ رہا ہے۔ جبکہ سلاطین نے بعض غیر ملکوں کو یہ حق دے دیئے تھے۔ کہ وہ اُن کے ملک میں تجارت وغیرہ جاری رکھیں۔ چنانچہ جنگ عظیم کے شروع ہونے سے پہلے دولت عثمانیہ کے مقبوضات میں پندرہ اقوام کو ”مراعات“ ملی ہوئی تھیں۔ یہ مراعات یہ تھیں :-  
۱۔ مراعات حاصل کرنے والی قوم کا فرد گرفتار نہ کیا جاسکے گا ؟

۲۔ اُسے ٹیکس نہ ادا کرنا پڑے گا ؟

۳۔ اس پر ملکی قوانین حاوی نہ ہونگے ؟

۴۔ اگر وہ کوئی جرم کرے۔ تو اس کے ملک کی سفارتی عدالت فیصلہ کرے گی۔ نہ کہ ملکی وزارت ؟

یہ مراعات ملک کی ترقی کی راہ میں حارج تھیں ؟

مصر کی دیگر مشکلات جنرل سری سٹیک کے قتل کے بعد سوڈان کی حکومت کے اخراجات کے لئے ہر سال مصر کو ایک رقم خطیر دینی پڑتی تھی۔ لیکن اسے سوڈان کے انتظام میں بہت کم دخل تھا۔ حالانکہ سوڈان کو مصر کے سرمایہ اور فوجیوں کی مدد سے فتح کیا گیا تھا ؟

ظاہری طور پر تو مصر آزو تھا۔ لیکن اصل میں وہ بدستور غلامی کی  
قیود میں پھنسا ہوا تھا +

۱۹۳۰ء سے اب تک بادشاہ اور وفد پارٹی  
کے درمیان جدوجہد

چاہتے تھے۔ کہ انہیں زیادہ سے زیادہ حقوق ملیں۔ ان دو پارٹیوں  
کے علاوہ تیسری پارٹی "ریزیڈنٹ" تھی۔ شاہ نواد اکثر ایسے مواقع  
پیدا کر دیتا۔ جن کے نتیجہ کے طور پر وفد پارٹی اور ریزیڈنٹ کے  
درمیان اختلافات کی خلیج بڑھ جاتی +

۱۹۳۰ء میں وفد پارٹی کی جگہ ایک اور پارٹی برسرِ اقتدار آئی۔  
وزیر اعظم اسماعیل صدیقی پاشا بادشاہ کے حامی تھے۔ نئی وزارت نے  
۱۹۳۳ء والا آئین منسوخ کر کے نیا آئین بنایا۔ جس کی رو سے بادشاہ  
کو تقریباً آمرانہ حقوق مل گئے +

۱۹۳۳ء میں بادشاہ بیمار تھا۔ اور بادشاہ کے ایک منظورِ نظر  
ابراہمی پاشا کو اختیارات مل گئے۔ نیز وزیر اعظم یحییٰ پاشا تھے۔ انہوں  
نے ابراہمی کو اپنے راستے سے علیحدہ کرنے کی غرض سے یہ فیصلہ  
کیا۔ کہ وزارت کا ایک رئیس بھی ہونا چاہیئے۔ اس مسئلہ پر آئینی بحران  
پیدا ہو گیا۔ یحییٰ پاشا کی وزارت کو مستعفی ہونا پڑا +

شاہ فواد نے کافی رد و کد کے بعد اعتدال پسند آئین پرستوں کی ایک وزارت نسیم پاشا کے ماتحت منظور کر لی۔ یہ نومبر ۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے۔ نسیم پاشا نے یہ شرط پیش کی تھی کہ ۱۹۳۳ء والا آئین منسوخ کر دیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اب سوال یہ تھا کہ جدید آئین ۱۹۳۳ء والا ہو۔ یا کوئی اور بنایا جائے۔ ادھر سر سمویل ہور نے پارلیمنٹ میں ایک تفریق کے دوران میں کہا کہ اس وقت جبکہ اطالیہ وجہشہ کے درمیان جنگ جاری ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ۱۹۳۳ء جیسا جہوری آئین نافذ نہ کیا جائے۔ اس سے مصر کے باشندوں میں غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔

وقد پارٹی اور دیگر جماعتوں نے متحدہ طور پر بادشاہ سے مطالبہ کیا کہ ۱۹۳۳ء والا آئین نافذ کرایا جائے۔ یہ مطالبہ منظور ہوا۔ اور انتخابات شروع ہو گئے۔

شاہ فواد کی وفات | ابھی انتخابات میں تین دن باقی تھے کہ شاہ فواد ۲۸ اپریل ۱۹۳۶ء کو وفات پا گئے۔ ان کے بعد شاہ فاروق ۲۹ جولائی ۱۹۳۶ء کو تخت پر بیٹھے۔ درمیان کا عرصہ عارضی حکومت رہی۔ انجمنستان اور مصر | مصر کے وزیر اعظم مصطفیٰ اسخاس پاشا کی کافی کے درمیان معاہدہ | دیر تک برطانوی نمائندوں سے گفتگو ہوتی رہی

آخر ۲۶ اگست ۱۹۳۶ء کو لندن کے دفتر خارجہ میں برطانیہ غلطے اور مصر کے معاہدے پر دستخط ہو گئے۔ معاہدے کی اہم شرائط و سبج ذیل ہیں :-

فوجی معاملات :- ۱۔ قاہرہ اور اسکندریہ سے برطانوی فوج اٹھا کر نہر سوئز کے خطے میں پہنچا دی جائے۔ وہاں اس فوج کے قیام کے لئے عمارات وغیرہ حکومت مصر بنوائے گی۔ یہ فوج دس ہزار برسی سپاہیوں اور چار سو ہوائی جہاز چلانے والوں تک محدود ہوگی۔ یہ فوج اس وقت تک یہاں رہے گی جب تک کہ دونوں حکومتوں کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ مصری فوج نہر سوئز کی حفاظت کے قابل ہے ۔

۲۔ اگر بیس سال کے بعد بھی حکومت برطانیہ کو اس امر کا یقین نہ آئے کہ مصر کی فوج نہر سوئز کی حفاظت کی صلاحیت رکھتی ہے تو یہ معاملہ جمعیتہ اقوام کی کونسل میں پیش ہوگا ۔

۳۔ برطانیہ کا ایک فوجی وفد مصری عساکر کو فوجی تربیت دے گا ؛  
۴۔ گو مصری فوج کو برطانوی اسلحہ استعمال کرنے پڑیں گے۔ لیکن مصری فوج سے تمام برطانوی افسر واپس لے لئے جائیں گے ۔  
۵۔ اگر جنگ ہو تو مصر برطانیہ کو اس امر کی اجازت دے گا کہ وہ



مصر کی بندرگاہوں۔ فضائی مستنقروں اور وسائل خبر رسانی کو استعمال میں لاسکے ؟

۶۔ جنگ کی صورت میں برطانیہ نہر سوئز کی حفاظت والی فوج کو جتنا چاہے زیادہ کر سکتا ہے ؟

۷۔ دونوں ممالک میں باہمی ادا کا (جنگ کی صورت میں) معاہدہ ہو گیا ممالکِ خارجہ کے باشندے ۱۔ آئندہ سے ممالکِ خارجہ کے باشندوں کا تحفظ حکومتِ مصر کے ہاتھ میں ہو گا ؟

۲۔ شعبہ تحفظِ عامہ کے یورپین بیورو کو ختم کر دیا جائے گا ؟

۳۔ پانچ سال کے اندر اندر قاہرہ کی شہری پولیس میں برطانوی فسر کوئی نہ رہے گا ؟

۴۔ ممالکِ خارجہ کے باشندوں کو جو مراعات دی گئی تھیں ۔ وہ

رفتہ رفتہ ختم ہو جائیگی ۔ اور ان کو ختم کرنے کے لئے ایک

بین الاقوامی مؤتمر ہوگی ؟

سوڈان کا مسئلہ :- ۱۔ آئندہ سے سوڈان میں مصر کو بھی کافی دخل

دیا جائے گا ؟

۲۔ گورنر سوڈان مصری افسروں کو اپنا مشیر مقرر کرے گا ؟

۳۔ تجارت اور مزدوروں کی نقل و حرکت کے سلسلے میں اب مصر

اور سوڈان میں کوئی امتیاز نہ رہے گا۔

۴۔ مصر کی فوج بھی سوڈان کی حفاظت کرے گی۔

۵۔ سوڈان کی ملازمتوں کے لئے مصریوں کو مساوی درجہ دیا جائیگا

سفیروں کا تبادلہ :- ۱۔ مصر میں لندن کا اور لندن میں مصر کا  
سفارت خانہ ہوگا۔

جمعیتہ اقوام :- ۱۔ برطانیہ مصر کو جمعیتہ اقوام کا رکن بنانے کے لئے  
مصر کی مدد کرے گا۔

مانٹرو کانفرنس | ۱۲ اپریل ۱۹۳۷ء کو مانٹرو میں مصر کی "مراعات" کی  
تسبیح کا سوال حل کرنے کی غرض سے ایک بین الاقوامی کانفرنس ہوئی  
صرف فرانسیسی مندوبین نے "مراعات" کی تسبیح کی مخالفت کی  
بہر حال فیصلہ ہو گیا۔ کہ "مراعات" منسوخ ہو جائیں۔

جمعیتہ اقوام میں شرکت | ۲۶ مئی ۱۹۳۷ء کو جمعیتہ اقوام کی کونسل کا  
ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مصر کا مطالبہ رکنیت متفقہ طور پر منظور  
ہوا۔ اسلامی ممالک کے نمائندوں نے مصر کا خیر مقدم کیا۔ مسٹر ایڈن  
نے حکومت برطانیہ کی طرف سے مصر کے داخلہ پر مسرت کا اظہار کیا۔

نحاس پاشا کا زوال | ۱۹۳۸ء میں پارلیمنٹ کے جدید انتخابات  
ہوئے۔ اس میں نحاس پاشا کو شدید شکست ہوئی۔ اور ان کی پارٹی کے

بارہ ارکان کامیاب ہو سکے۔ دوسری طرف سعد پارٹی اور احمدیہ پارٹی  
پارٹی نے آپس میں اتحاد کر کے اور محمد محمود پاشا کو وزیر اعظم بنا کر جدید  
پارٹ کو تشکیل دی ۛ

**صر کے خطرات** | مصر کو اطالوی حملے کا بہت خدشہ تھا۔ کیونکہ اس کے  
ب طرف لیبیا اور نیچے حبشہ تھا۔ اور یہ دونوں علاقے اطالیہ کے  
تحت تھے۔ لیکن اب حالات بدل چکے ہیں ۛ

**صر کی فعالیت** | اگر اتحادیوں کے ساتھ مصر بھی جنگ میں شامل ہو  
جائے۔ تو وہ یہ کر سکتا ہے۔

۱۔ طرابلس کے مشرقی حصے میں اطالیہ کے خلاف اسی ہزار لشکر لا  
سکتا ہے ۛ

۲۔ نہر سوئز کو اطالیہ کے جہازوں کے لئے بند کر کے اسے مشرقی  
افریقہ سے منقطع کر سکتا ہے ۛ

۳۔ حکومت مصر کے ہوائی جہاز طرابلس پر شدید بمباری کر سکتے ہیں ۛ

۴۔ عساکر دشمن پر صحرائیں بمباری کے علاوہ مرسی مطروح کی بندرگاہ  
کی حفاظت کر سکتا ہے ۛ

۵۔ مصر ضرورت کے وقت سوڈانی لشکر اور ہندوستانی فوج کے  
ساتھ مل کر سوڈان کی حفاظت کر سکتا ہے ۛ

۶۔ مصر سو اکن کی بندرگاہ سے (جو بحیرہ احمر میں ہے) کام لے کر سوڈان کو شمالی حبشہ کی طرف سے حملے سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔  
 ۷۔ مصر اُن اتحادی لشکروں کے ساتھ تعاون کر سکتا ہے۔ جو بغداد اور سویری کی طرف سے آئیں گے؛

۸۔ اطالیہ کے لئے تیل اور ٹرپول منگوانے کے تین راستے ہیں۔  
 ۱۔ نہر سویز (۲) دروانیال (۳) جبل الطارق۔ یہ تینوں اتحادیوں کے قبضے میں ہیں۔ چنانچہ مصر اطالیہ کو عراق و ایران کے ٹرپول سے محروم کر سکتا ہے؛

مصر اور موجودہ جنگ مصر اور برطانیہ کے درمیان باہمی امداد کا ایک معاہدہ ہے۔ جس کی شرائط ہم اوپر درج کر چکے ہیں۔ جب برطانیہ نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ تو مصر نے جرمنی سے سفارتی تعلقات منقطع کر لئے۔ خیال تھا کہ جنگ میں اطالیہ کی شمولیت سے مصر کو بھی مجبوراً اس جنگ میں اتنا پارٹ لے گا۔ لیکن مسولینی نے اپنی تقریر میں کہہ دیا تھا۔ کہ اطالیہ مصر پر حملہ نہیں کرے گا۔ چنانچہ علی ماہر پاشا کی وزارت ایک عجیب مصیبت میں پڑ گئی۔ اگر وہ اطالیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیتی۔ تو تمام دنیا کہتی۔ کہ مصر نے جارحانہ قدم اٹھایا ہے۔ اور اگر مصر اطالیہ سے بدستور تعلقات رکھتا۔ تو برطانیہ اور مصر کے باہمی معاہدے

کی خلاف ورزی ہوتی۔ چنانچہ اس وزارت نے استعفیٰ دے دیا اور حسین صابری پاشا نے جدید وزارت کو تشکیل دی۔ اس وزارت نے اطالیہ سے صرف سفارتی تعلقات منقطع کرنے کا فیصلہ کیا اور برطانیہ کو اختیار دیا کہ وہ معاہدے کے بموجب مصر کی بندرگاہوں۔ فضائی مستقروں اور وسائلِ خبر رسانی سے فائدہ اٹھائے۔ حسین صابری پاشا حال ہی میں انتقال کر گئے ہیں اور ان کی جگہ سیری پاشا وزیرِ اعظم بن گئے ہیں لیکن مصر کی سیاسی حکمت عملی میں کوئی فرق رونما نہیں ہوا۔

# افغانستان

تاریخی پس منظر — امان اللہ خاں کا عہد اور جنگ استقلال  
 — معاہدہ راولپنڈی — انقلاب افغانستان —  
 انقلاب افغانستان اور غیر ملکی مدد — نادر شاہ غازی کا  
 قتل اور ظاہر شاہ کی آمد — افغانستان میں دستوری حکومت —  
 شورائے ملی — مجلس شیوخ — اسمائے ارکان کا بیہ —  
 افغانستان میں غیر ملکی سفارتیں —  
 افغانستان کی خارجی حکمت عملی — مختلف معاہدے —  
 معاہدہ سعد آباد — علاقہ دوکالم کی بازیابی — افغانستان اور  
 روس کا تجارتی سمجھوتہ — افغانستان کے بین الاقوامی تعلقات ۛ

# افغانستان

افغانستان وسطی ایشیا کا ایک اہم ملک ہے۔ اس کے شمال میں حکومت ایران، مشرق کی طرف بنجارا اور مغرب و جنوب کی سمت ہندوستان ہے۔ ملک کی حدود ایک طرف روس اور ایران اور دوسری طرف ہندوستان ملتی ہیں یہی وجہ ہے کہ کافی عرصوں اور برطانیہ اس ملک میں اپنا اقتدار پیدا کرنے کی کوششوں میں مصروف رہے لیکن اب یہ ملک خارجی اثر سے بالکل آزاد ہے۔ اس کا رقبہ دو لاکھ پینتالیس ہزار مربع میل ہے اور آبادی تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ ہے۔ پایہ تخت کابل ہے۔ مشہور شہر ہرات، قندھار، پغمان اور جلال آباد ہیں۔ یہ ایک زراعتی ملک ہے۔

پس منظر | اب ہم مختصراً افغانستان کی تاریخ بیان کریں گے۔

افغانستان عرصہ سے برطانیہ اور روس کی استعماری سرگرمیوں کا شکار بنا رہا ہے۔ جب برطانیہ کا اقتدار ہندوستان پر ہوا تو اسے یہ ڈر تھا کہ کہیں افغانستان کی طرف سے روس حملہ نہ کر دے۔ چنانچہ

۱۸۶۶ء سے برطانیہ نے اپنی اُن مساعی کا آغاز کر دیا۔ جن کا مقصد افغانستان کو اپنے ماتحت کرنا تھا۔ برطانیہ اس مقصد میں کامیاب ہوا۔ اور عرصہ تک افغانستان کے بادشاہوں کو کٹھ پتلی بناتا رہا ۛ

جب امیر حبیب اللہ خاں تخت نشین ہوئے۔ تو اُن کے تعلقات بھی برطانیہ سے نہایت دوستانہ تھے۔ ۱۹۰۵ء میں حکومتِ برطانیہ نے انہیں اجازت دے دی۔ کہ وہ اپنے نام کے ساتھ ”شاہ“ کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں۔ اُنہی کے عہد میں جنگِ عظیم چھڑ گئی۔ لیکن افغانستان اور برطانیہ کے تعلقات میں کچھ فرق نہ آیا ۛ

۱۹۱۹ء میں امیر حبیب اللہ خاں کو جلال آباد میں کسی نے قتل کر دیا ۛ

امان اللہ خاں کا عہد	امیر حبیب اللہ کے بعد امیر امان اللہ خاں تخت نشین ہوئے۔ افغان بدشکس عروسِ حریت سے ہم کنار ہونے کی تمنا لئے ہوئے تھے۔ اور امان اللہ خاں نے ان کی اس تمنا کو عملی جامہ پہنایا۔ امان اللہ خاں نے مارشل نادر خاں جیسے بہادر جرنیل کا تعاون بھی حاصل کیا۔ نادر خاں کے بھائیوں سردار شاہ ولی خاں اور سردار شاہ محمود خاں کے علاوہ صالح محمد خاں وزیرِ حربہ اور سردار عبدالقدوس بھی امان اللہ خاں کے ساتھ تھے۔ ان کی قیادت میں مختلف محاذوں پر افغانی مساکر بھیجے گئے ۛ
----------------------	--



افغانی عساکر نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ مارشل دغلاں کے زیر سرکردگی بھل پر قبضہ کر لیا گیا۔ یہاں برطانوی چھانو فی بھتی - نیز گئی اور مقامات پر برطانوی عساکر کو شکست دی گئی۔ کچھ عرصہ بعد عارضی سلیم ہو گئی۔ راولپنڈی میں افغانستان اور برطانیہ کے نمائندوں نے ایک معاہدہ کیا۔ جس سے افغانستان مکمل طور پر آزاد اور خود مختار تسلیم کر لیا گیا +

استقلال کی یاد میں ہر سال افغانستان ایک خاص دن مناتا ہے۔ جسے جشن استقلال کا نام دیا گیا ہے۔ اس دن افغانستان کے طواں و سرش میں معظم الشان اجتماعات ہوتے ہیں +

انقلاب افغانستان | غازی امان اللہ خاں نئی تہذیب کے دلدادہ تھے۔ یورپ کی سیاحت کے دوران میں انہوں نے مغربی ممالک کی عظیم الشان ترقی کا مطالعہ کیا۔ نیز ترکی میں جدید تہذیب کے نہ از و سامان دیکھے + تو انہیں بھی خیال آیا۔ کہ افغانستان کو بھی ترکی اور دیگر ممالک کی سطح پر لایا جائے۔ لیکن افغانستان میں حالات مختلف تھے جب یہاں یہ کہا گیا۔ کہ افغانوں کو انگریزی ٹوپی پہننی چاہیے۔ انگریزی لباس اور تمدن کو اختیار کرنا چاہیے۔ نیز ان میں جدید تعلیم کو متعارف کرایا گیا۔ تو افغانوں کے علمائے سلف سے اسلام کی تباہی پر محمول کیا۔ اور

امان اللہ خان کی مخالفت شروع کر دی ۛ

اُدھر امان اللہ خان کی سیاحتِ یورپ کے دوران میں افغانستان کے اندرونی انتظامات میں ارباب بست و کشاد کے تغافل کی وجہ سے بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ اسلئے بغاوت کا مواد بہت زور شور سے پک رہا تھا ۛ

حکومت افغانستان کے ارباب حل و عقد کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ خود بچہ سقہ کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دسمبر ۱۹۲۸ء میں افغانستان میں بغاوت پھیل گئی ۛ

۲۳ جنوری کو غازی امان اللہ خان نے اپنی غیر دلچسپی کا احساس کر کے پادشاہت سے علیحدگی اختیار کر لی اور قندھار چلے گئے اپنے بعد سردار عنایت اللہ خان کو پادشاہ نامزد کر گئے۔ سردار عنایت اللہ خان تین دن سے زیادہ حکومت نہ کر سکے۔ اور ۲۷ جنوری ۱۹۲۹ء کو پشاور چلے گئے۔ ان کے جانے ہی بچہ سقہ کی حکومت قائم ہو گئی ۛ

تمام ملک میں آگ لگ گئی۔ ہر طرف بغاوت کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ جلال آباد میں سردار علی احمد جان نے اپنی پادشاہت کا اعلان کر دیا۔ ملک بھر میں ہر طرف انرا تقویٰ پھیل گئی۔ قندھار کے عساکر

بچہ ستہ کی فوج کا غزنی میں مقابلہ کیا۔ لیکن یہاں امان اللہ خان کو شکست ہوئی۔ اپریل کے اخیر میں امان اللہ خان وطن کو چھوڑ کر چین کے راستہ بمبئی پہنچ گئے ۛ

وہ اس کے ایک گاؤں میں افغانستان کا ایک ہمدرد بیماری کی حالت میں موجودہ بغاوت کا حال سن سن کر بہت کڑھا کرتا تھا۔ اس شخصیت نے اپنی صحت کو استقلال افغانستان پر قربان کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ اور فرانس سے عازم افغانستان ہوا۔ یہ شخصیت مارشل نادر خان کی تھی۔ مارچ ۱۹۲۹ء میں نادر خان خواست پہنچے۔ اپنے بھائیوں سے گفتگو کر کے آپ نے افغانستان کو نجات دلانے کے لئے اپنی کوششیں شروع کر دیں ۛ

طویل کشمکش اور متعدد دلائیموں کے بعد سردار شاہ ولی خاں نے کابل پر قبضہ کر لیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں افغانستان کی بغاوت فرو کر دی۔ کابل میں افغانوں کا ایک زبردست اجتماع ہوا۔ رؤسا امراء وغیرہ سب نے مارشل نادر خان سے پادشاہت قبول کرنے کے لئے کہا۔ انہوں نے اسے کافی رد و قلم کے بعد منظور کر لیا ۛ

اب افغانستان نے امن اور چین کا سانس لیا ۛ  
انقلاب افغانستان اور غیر ملکی مدد | بعض حلقوں میں کہا گیا کہ

نادر شاہ غازی حبیب افغانستان میں آئے۔ تو انہوں نے غیر ملکی یاد دہشگر  
 معنوں میں برطانیہ کی مدد حاصل کی۔ اور اس کے عوض برطانیہ کو کچھ  
 مراعات دیں۔ نادر شاہ غازی نے ۱۹۳۱ء میں ایک تقریر کے دوران  
 میں کہا۔ کہ میں نے برطانیہ سے کسی قسم کی مدد بغاوت کے فرو کرنے  
 کے لئے نہیں لی۔ ہاں بغاوت کے بعد ۱۹۳۲ء میں حکومت برطانیہ  
 نے کچھ امداد کی تھی۔ جو پونے دو لاکھ پانچ سو قرض دس ہزار بندوبستوں  
 اور پانچ لاکھ کارتوسوں پر مشتمل تھی۔ اس کے عوض میں برطانیہ کو ہرگز کوئی  
 مراعات نہیں دی گئیں۔ بلکہ نادر شاہ غازی نے یہ بھی کہا۔ کہ بغاوت  
 کے زمانے میں ہم نے برطانیہ سے مطالبہ کیا۔ کہ وہ ہمارے حامی  
 اور کڑی قبائلی کو برطانوی راستے سے آنے دے۔ لیکن برطانیہ نے  
 اس سے صاف انکار کر دیا۔

نادر شاہ کا قتل اور ۸ نومبر ۱۹۳۳ء کو نادر شاہ غازی کو ایک طالب علم  
 ظاہر شاہ کی آمد نے پستول سے شہید کر دیا اَنَا لِلّٰہِ وَاَنَا اِلَیْہِ رَاجِعٌ  
 آپ کے بعد آپ کے فرزند ظاہر شاہ تخت نشین ہوئے۔ جو اس وقت  
 تک نہایت خوش اسلوبی سے حکومت کا کام چلا رہے ہیں۔  
 افغانستان میں | نادر شاہ غازی نے موجودہ دور کی نبض شناسی کر کے  
 دستوری حکومت | یہ فیصلہ کیا کہ افغانستان میں دستوری حکومت کا اجراء

کہا جائے۔ مینا پچہ دستور کو تشکیل دی گئی۔ اور ۶ جولائی ۱۹۳۱ء کو اصلاحات کا افتتاح کر دیا گیا ۛ

افغان پارلیمنٹ یا شورائے ملی ایک سو گیارہ ارکان پر مشتمل ہے جو ملت افغانیہ نو منتخب کرنی ہے۔ ہر بالغ کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہے۔ دوسری مجلس "مجلس اعیان" کہلاتی ہے۔ اس کے چالیس ارکان ہیں۔ جو بادشاہ خود نامزد کرتا ہے۔ نیز ایک کابینہ وزارت بھی ہے جو حکومت کا کام چلاتا ہے۔ اس وقت کابینہ کے ارکان مندرجہ ذیل ہیں۔

- |                    |                            |
|--------------------|----------------------------|
| ۱۔ صدر اعظم        | سردار ہاشم خان             |
| ۲۔ وزیر چربہ       | سردار شاہ محمود خان        |
| ۳۔ وزیر خارجہ      | سردار فیض محمد خان         |
| ۴۔ وزیر داخلہ      | آقائے محمد گل خان          |
| ۵۔ وزیر مالہ       | آقائے مرزا محمد خان (قائم) |
| ۶۔ وزیر عدلیہ      | فضل احمد خان               |
| ۷۔ وزیر معارف      | سردار احمد علی خان         |
| ۸۔ وزیر تجارت و زر | مرزا محمد خان              |
| ۹۔ وزیر فوائد عامہ | عبدالرحیم خان              |
| ۱۰۔ وزیر حفظان صحت | یحییٰ خان                  |
| ۱۱۔ وزیر ڈاک       | رحیم اللہ خان              |
| ۱۲۔ وزیر دربار     | سردار احمد شاہ خان         |

افغانستان میں | افغانستان میں ترکیہ۔ ایران۔ جرمنی۔ جاپان۔ اطالیہ۔ غیر ملکی وزارتیں | فرانس۔ برطانیہ۔ امریکہ۔ حجاز اور روس کی سفارتیں قائم ہیں افغانستان کی خارجی حکمت عملی | افغانستان کی خارجی حکمت عملی کی وضاحت اعلیٰ حضرت نادر شاہ غازی نے اپنی ۶ جولائی ۱۹۳۱ء والی

تقریر میں کر دی تھی۔ اور اسی حکمتِ عملی کے مطابق حکومت افغانستان اب تک چل رہی ہے۔ اعلیٰ حضرت مرحوم نے کہا تھا :-

”ممبرِ تجربہ مجھے اس اعلان کی دعوت دیتا ہے۔ کہ افغانستان کیلئے غیر جانبداری کی پالیسی بے حد مفید رہے گی۔ میری حکومت نے آج تک بالکل غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کیا ہے۔ اور آئندہ بھی اس طرزِ عمل پر قائم رہنا چاہتی ہے۔ میری رائے یہ ہے۔ کہ افغانستان کو تمام ہمسائے اور دوستانہ تعلقات رکھنے والی حکومتوں سے ایسے طریقے پر تعلقات رکھنے چاہئیں۔ جو کسی صورت میں بھی افغانستان کے مفاد کے منافی نہ ہوں۔ افغانستان کو اعلان کر دینا چاہیے۔ کہ وہ ہر حکومت سے مساویانہ اور غیر جانبدارانہ تعلقات قائم رکھے گا۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ پالیسی نہ صرف افغانستان بلکہ ہمسایوں کے لئے بھی مفید ہے۔“

افغانستان نے اس حکمتِ عملی کے مطابق کئی ممالک سے دوستانہ معاہدے کئے ہیں۔ جو مختصر درج ذیل ہیں :-

- ۱۔ افغانستان اور جاپان (۱۹۲۱ء) (دوستانہ معاہدہ)
- ۲۔ ” ” ” ایران (۱۹۲۹ء) (بحرین کی حوالگی کے متعلق)
- ۳۔ ” ” ” فن لینڈ (۱۹۳۱ء) (دوستانہ معاہدہ)
- ۴۔ ” ” ” ترکیہ (۱۹۳۱ء) ( ” ” )



عدم اقدامات جارحانہ کام نہ کیا ۛ

معاهدہ سعد آباد | سعد آباد (ایران) میں ترکیہ - عراق - ایران اور  
افغانستان کے درمیان ایک معاہدہ ہوا۔ جس کی روستہ فیصلہ ہوا۔  
کہ یہ چار طاقتیں ایک دوسرے کے خلاف کوئی جارحانہ اقدام نہ کریں گی۔  
اور بین الاقوامی امور کے متعلق ہمیشہ باہمی مشورے سے کوئی فیصلہ  
کیا کریں گی ۛ

بعض حلقوں کا خیال ہے کہ یہ معاہدہ عنقریب فوجی معاہدے کی  
شکل اختیار کرے گا ۛ

علاقہ دوکالم | افغانستان کی اہم سیاسی فتح علاقہ دوکالم کی  
کی بازیابی | بازیابی ہے۔ یہ علاقہ انقباض افغانستان کے موقعہ  
پر حکومت چترال نے اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔ اور اس پر اپنی چھاؤنی  
بنادی تھی۔ حکومت افغانستان نے اس کی بازیابی کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ  
حکومت ہند۔ چترال اور افغانستان کے نمائندوں کا ایک اجلاس ہوا  
جس میں فیصلہ ہوا کہ علاقہ دوکالم واقعی افغانستان کا ہے۔ چنانچہ  
چترال کی حکومت نے یہ علاقہ افغانستان کو واپس کر دیا ۛ

افغانستان اور روس اور افغانستان کے درمیان ایک تجارتی  
روس کا تجارتی سمجھوتہ | معاہدے کی گفت و شنید پورہ ہی تھی۔ ۲۳ جولائی



سنہ ۱۹۲۱ء کو پھان کے مقام پر اس معاہدے پر دونوں ملکوں کے نمائندوں کے دستخط ہو گئے۔ فی الحال یہ معاہدہ ایک سال کے لئے نافذ العمل ہو گا۔ معاہدے کی شرائط کی رو سے افغانستان روس کو حسب ذیل اشیاء مہیا کرے گا :-

دس ہزار ٹن اُون - پچتر ہزار قراقلی کھالیں - ایک ہزار ٹن تورس  
بیس ٹن افیون -

اس کے عوض روس حسب ذیل اشیاء بھیجے گا :-

ذرا ہتی آلات کے سچاس ہزار گھٹے - ساڑھے پچھتر ہزار ٹن کھانڈ -  
گیارہ ہزار ٹن بنزائن - اور دیگر قسم کے تیل - تین ہزار ٹن سینٹ - پانچ  
سو ٹن لوہا اور فولاد - اور سات سو ڈالر کی متفرق اشیاء - معاہدے میں  
یہ بھی لکھا ہے - کہ مذکورہ بالا مقداروں میں باہمی سمجھوتے کے بعد  
کمی یا بیشی ہو سکتی ہے ۛ

افغانستان کے | افغانستان کو اپنی آزادی برقرار رکھنے کیلئے  
بین الاقوامی تعلقات | روس - برطانیہ اور مشرقِ قریب کے اسلامی  
مالک سے اچھے تعلقات رکھنے ضروری ہیں - اسلامی ممالک سے  
معاہدہ سعد آباد کے ذریعے نہایت اچھے تعلقات قائم ہیں - برطانیہ  
اور روس سے افغانستان نے عدم اقداماتِ جارحانہ کے معاہدے

کر رکھے ہیں۔ اور ہر دو ممالک کے ساتھ اس کے نہایت خوشگوار تعلقات ہیں ۝

حال ہی میں یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔ کہ آج کل حکومت روس، تاجکستان میں جو افغانستان کے شمال میں واقع ہے۔ اور روسی سلطنت میں شامل ہے۔ میں ہٹرکیں بنا رہی ہے اور دارالسلطنت "تالین آباد" سے مختلف سمتوں میں نئی سڑکیں بنائی جا رہی ہیں۔ اس خوب سے مصری جرائد نے یہ نتیجہ نکالا کہ روس افغانستان پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ لیکن یہ نتیجہ غلط خیالات پر مبنی تھا۔ چنانچہ کابل کے جریدہ "اصلاح" نے اس کی پُر زور تردید کرتے ہوئے لکھا۔ کہ افغانستان تمام ہمسایہ ممالک سے دوستانہ تعلقات رکھتا ہے۔ اور اُسے کسی ملک کے حملے کا خطرہ نہیں ۝

صحیح خبروں کی نشر و اشاعت اور مہذب دنیا سے افغانستان کے تعلقات پیدا کرنے کی غرض سے کابل میں ایک براڈ کاسٹنگ اسٹیشن کھولا گیا ہے۔ امید ہے کہ اس سے دنیا پر افغانستان کے صحیح حالات آشکار ہوتے رہیں گے ۝

بچه جلاله روز دوازدهم  
که پچم ریمنا

دزاق مینا

بازم به کوفت خرمات به مار نیک منتقل ما

"اردو عقل"

آن اینها بیهوش این است و دست است و بی

میدان

M.P. (A.P.)

M.S.

## ایران

ایران کی سیاسی اہمیت — پس منظر — سید جمال الدین  
 افغانی — ناصر الدین قاجار کا قتل — جمہوریت کی ابتدا —  
 رضا شاہ پہلوی کی آمد — رضا شاہ کی اہم خدمات —  
 حربی قوت — تعلیم — صنعتی حالت — ریوے  
 بعض دیگر خصوصیات — ایران کی موجودہ سیاسیات —  
 روس — برطانیہ — ترکیہ — افغانستان  
 اور ایران سے تعلقات —  
 ایرانی سیاسیات کا نیا رجحان —

# ایران

ایران وسطی ایشیا کی سلطنتوں میں ایک اہم حیثیت کا مالک ہے۔ انیسویں صدی سے یہ ملک رطانیہ اور روس کی استعماری سرگرمیوں کی آماجگاہ رہا ہے۔ اور اب اپنے بیدار مغز شہنشاہ رضا شاہ پہلوی کے ماتحت ایک آزاد ملک ہے۔ اس کا رقبہ چھ لاکھ اٹھائیس ہزار مربع میل ہے۔ اور آبادی ایک کروڑوں تک ہے۔ پایہ تخت طهران ہے۔

ایران کی سیاسی اہمیت | ایران سیاسی لحاظ سے نہایت اہم ملک ہے اس کی تین وجوہ ہیں :-

اول :- روس کے بالک کے تیل کے پٹھے اور ذخیرے ایرانی سرحد کے قریب ہیں۔ اور یہی روس کا نہایت قیمتی سرمایہ ہیں۔ اس لئے روس ایران کو یا تو اپنا سامتی بنالینا چاہتا ہے۔ یا اس پر قبضہ کر لینا چاہتا ہے۔ دوم :- برطانیہ کے نزدیک بھی ایران اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ ایران ہندوستان کو جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔ اگر نہرویزے

برطانیہ کا تعلق نہ رہے۔ تو جنوبی ایران نہر سوئز کا قائم مقام ہو سکتا ہے اس کے علاوہ عراق کے ہوائی مستقروں کی حفاظت کے لئے بھی ایران کو ایک خاص سیاسی اہمیت حاصل ہے ۔

سوم :- ایران اپنے تیل کے ذخیروں کی وجہ سے دنیا کے اہم ترین ملکوں میں سے ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ تیل ریاستہائے متحدہ امریکہ سے نکلتا ہے۔ دوسرا درجہ جنوبی امریکہ کا ہے۔ تیسرا درجہ روس کا ہے جو تین کروڑ ٹن تیل سالانہ پیدا کرتا ہے۔ اور روس کے بعد ایران کا درجہ آتا ہے۔ یہاں ہر سال تقریباً ایک کروڑ ٹن تیل نکلتا ہے۔ تیل نکالنے کا اجارہ "انگلو ایرینیٹن کمپنی" کو دیا گیا ہے۔ تیل کا سب سے بڑا مرکز "ہفت کل" ہے۔ جہاں ہر سال ۴۴ لاکھ ٹن تیل نکالا جاتا ہے۔ دوسرا مرکز "مسجد سلیمان" ہے۔ جہاں ۳۶ لاکھ ٹن تیل سالانہ نکلتا ہے۔ ۱۹۳۳ء میں اس کمپنی سے معاہدے کی تجدید ہوئی تھی۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ کمپنی کم از کم ساڑھے ست لاکھ پاؤنڈ حکومت کو ادا کیا کرے گی۔ اور جتنا تیل برآمد ہوگا۔ اس کا محصول چار شلنگ فی ٹن کے حساب سے حکومت کو دے گی۔ مشرقی اور شمال مشرقی ایران میں تیل نکالنے کی تحقیقات کے لئے "ایرینیٹن تیل کمپنی" سے معاہدہ ہوا ہے ۔

ایران پائپ کمپنی سے بھی ایک معاہدہ ہوا ہے جس کا مقصد یہ ہے

کہ افغانستان کے تیل کو ایرانی پائپ لائن کے ذریعے بھیجنے کا  
بندوبست کرے ۛ

پس منظر | انیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں ناصر الدین شاہ قاجار  
ایران کا حکمران تھا۔ اُدھر نپولین کا ستارہ عروج پر تھا۔ اس کے پیش  
نظر دو اہم کام تھے۔ افریقہ میں مصر پر قبضہ اور ایشیا میں ہندوستان  
پر۔ مصر پر حملہ کرتے ہوئے اس نے چاہا۔ کہ ہندوستان کی طرف بھی  
راستہ صاف ہو جائے۔ چنانچہ فرانسیسی طاقت اور عسکری صلاحیت  
کے مظاہرے کے لئے اس نے ایران میں فرانسیسی فوجی مشن  
بھیجنے شروع کئے۔ روس تو ایران کے بالکل قریب تھا۔ اس لئے  
اس نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ برطانیہ ہندوستان کو بچانے کی خاطر  
ایران میں اثر و نفوذ پیدا کرنے لگا۔ نپولین کی شکستوں کی وجہ سے  
فرانسیسی دخل تو ختم ہو گیا۔ لیکن برطانیہ اور روس دونوں رقیب میدان  
میں موجود رہے ۛ

جمال الدین افغانی | ناصر الدین نے بانی تحریک کا خاتمہ کر کے عیش و  
عشرت کی زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔ حکومت کے عمال عوام پر ظلم  
کرنے لگے۔ اور ایران میں ایک عام بے چینی پھیل گئی۔ اسی دور  
میں جمال الدین افغانی ایران میں تشریف لائے۔ انہوں نے اپنے

شاگردوں کا ایک اچھا خاصہ گروہ پیدا کر لیا۔ اور پھر رعایا کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے بادشاہ سے چند مطالبات کئے۔ بادشاہ نے وہ مطالبات نہ مانے۔ بلکہ موصوف کی راہ میں روڑے اٹکانے کی کوشش کی۔ مجبوراً جمال الدین افغانی ایران سے چلے گئے۔ لیکن اُن کے شاگرد ایران میں موجود تھے۔ انہوں نے شدت سے آزادی کی تحریک شروع کر دی۔ ایک اور حریت پسند ایرانی ملکوم خان بھی خاص طور پر اس تحریک کے بانی تھے +

ناصر الدین کا قتل | ناصر الدین کے مظالم سے تنگ آکر جمال الدین افغانی کے ایک شاگرد نے اسے قتل کر دیا۔ چنانچہ پھر مظفر الدین تخت نشین ہوا۔ یہ کمزور فطرت کا مالک تھا۔ روس اور یہاں یہ دونوں نے کوشش کی کہ اس پر اثر قائم کیا جاسکے لیکن مظفر الدین نے دونوں کو خوش رکھنے کی کوشش کی +

جمہوریت کی ابتداء | اسی دوران میں ایران میں جمہوریت کی تحریک زور پکڑ گئی۔ مظفر الدین نے اپنی کمزوری کی وجہ سے اس تحریک کے آگے تسلیم خم کر دیا۔ پارلیمنٹ قائم کر دی۔ جس کا نام مجلس رکھا گیا۔ اس کا پہلا اجلاس ۱۹۰۶ء اکتوبر ۱۹۰۶ء کو ہوا۔ اس پارلیمنٹ کو مکمل اختیارات حاصل تھے۔ اور بادشاہ ان کا پابند تھا +



منظر الدین کے بعد اس کا لڑکا محمد علی شاہ قاچار تخت نشین ہوا۔ یہ بہت خود دار تھا۔ اور پابندیوں میں۔ بہت ناپسند کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے "مجلس" میں شاہی حقوق کا مسئلہ پیش کیا۔ "مجلس" اسکے خلاف تھی۔ چنانچہ عرصہ تک تک میں بد امنی کا وہ۔ رہا۔ محمد علی نے روس کی مدد حاصل کی۔ کافی عرصہ تک محمد علی کی فوجوں اور "مجلس" کی فوج کا سک برگئیڈ کی لڑائی جاری رہی۔ آخر محمد علی کو شکست ہوئی اور اس کے تیرہ سال عمر کے لڑکے احمد شاہ کو بادشاہ بنایا گیا۔ اب تمام اختیارات "مجلس" کے ہاتھ میں تھے۔

"مجلس" نے ایران کی اقتصادی بہتری کے لئے امریکہ سے ایک ماہر اقتصادیات مسٹر شسٹر کو بلایا۔ انہوں نے آتے ہی امرار پمیکس لگانے شروع کر دیے۔ بیرونی اشیاء پر محصولات عائد کر دیے۔ ان دو اقدامات سے امراد اور برطانیہ و روس سخت ناراض ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے کوشش کر کے "مجلس" میں اپنی اکثریت پیدا کر کے مسٹر شسٹر کو خارج کر دیا۔ انقلاب روس نے شمالی ایران میں اثرات پیدا کئے۔ چنانچہ کاسک برگئیڈ کے کمانڈر رضا خاں مقرر ہوئے جو بعد میں ضا شاہ پہلوی بنے جنہوں نے کاسک برگئیڈ سے اشتر کی عنصر کو ختم کیا۔ برطانیہ کا اقتدار ایران میں بہت بڑھ گیا تھا۔ طہران میں برطانوی

فوج موجود تھی۔ ایران کے تیل کا ٹھیکہ ایک برطانوی کمپنی کو ملا۔ جس سے ملک کی اقتصادی حالت کو سخت نقصان پہنچا۔

رضا شاہ پہلوی کی آمد | ۱۹۲۱ء میں ملک کی یہ حالت دیکھ کر رضا خان نے کاسک بریگیڈ کو لے کر طہران پر حملہ کر دیا۔ بادشاہ نے مقابلہ نہ کیا۔

ادریہ طہران میں داخل ہونے لگا۔ اور بعد میں اسے وزیر جنگ بنا دیا۔

اکتوبر ۱۹۲۳ء کو رضا خان نے بادشاہ سے مطالبہ کیا کہ اسے

وزیر اعظم بنا دیا جائے۔ بادشاہ مجبور ہو گیا۔ اور ۲۸ اکتوبر کو اسے وزیر

اعظم بنا دیا۔ چند روز بعد اس نے احمد شاہ کو طہران چھوڑنے کا حکم دیا

چنانچہ نومبر میں احمد شاہ براہ شام فرانس کو روانہ ہو گیا۔ اور ۱۹۲۳ء میں

پیرس کے مقام پر وفات پائی۔

۳۱ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو "مجلس ایران" (ایرانی پارلیمنٹ) نے اس

مطلب کی ایک قرارداد منظور کی۔ کہ :-

"مجلس قاجاری خاندان کو جو مدت سے حکومت ایران پر قابض رہا

ہے۔ معزول کرتی ہے۔ اور مفاد عامہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جدید

عارضی حکومت کی صدارت کا منصب جلیلہ ایرانی مساکر کے قائد اعظم

رضا شاہ پہلوی کے سپرد کرتی ہے۔"

اسی دوران میں ایک نئی تحریک شروع ہوئی۔ اس کا مقصد یہ تھا

کہ حکومت جمہوری ہو۔ اور جمہوریہ ایران کے صدر رضا شاہ پہلوی ہوں  
لیکن علماء نے اس کی شدید مخالفت کی اور رضا شاہ سے کہا کہ اگر  
وہ بادشاہ بننے پر آمادہ ہوں تو علماء ان کی نائید و حمایت کریں گے۔  
رضا شاہ نے اسے منظور کر لیا۔ اور ۵ ارب ۲۵ لاکھ روپے کو اپنی بادشاہت کا  
اعلان کر دیا۔

رضا شاہ کی | رضا شاہ نے تھوڑے ہی عرصہ میں گرد و نواح کے تمام  
اہم خدمات | قبائل کو مطیع کر لیا۔ اور ۱۹۲۸ء میں ایک اہم اعلان کیا  
جس کی رو سے کسی خارجی طاقت کو ایران میں خاص حقوق حاصل نہ ہونگے  
نیز رضا شاہ نے تمام ایران کو منظم کر کے مرکز کی اطاعت کو ضروری قرار دیا  
ایران کی حربی قوت | ایران میں ایک خالص ایرانی قومی فوج بنائی گئی  
ہے۔ ۱۹۲۵ء میں یہ قانون منظور ہوا کہ سوائے اُن طلبہ کے جو یونیورسٹی  
میں تعلیم حاصل کر رہے ہوں۔ ملک کے تمام نوجوانوں کو دو سال کیلئے  
فوجی تعلیم حاصل کرنی پڑے گی۔

اس وقت ایران میں ڈھائی لاکھ سے زیادہ سپاہیوں کی فوج تھی،  
ایک نئی حربی درسگاہ کھولی گئی ہے۔ چونکہ حربی تعلیم مفت دی جاتی ہے  
اور افسروں کی تنخواہیں کافی ہوتی ہیں۔ اس لئے فوج کی ملازمت کو  
بہت پسند کیا جاتا ہے۔

خلیج فارس میں ایران کی ایک چھوٹی سی بحری فوج بھی ہے۔ نیز فضائی فوج کا انتظام بھی ہے۔

ایران میں تعلیم | ایران میں لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کی تعلیم کا بہت اچھا انتظام ہے۔ بالغوں کے لئے شبینہ درسگاہیں کھلی ہیں۔ نیز اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے اس وقت تقریباً ایک ہزار ایرانی طلبہ یورپ اور امریکہ گئے ہوئے ہیں۔ تقریباً ان سب کا خرچ ایران کی حکومت ادا کرتی ہے۔ ملک میں جبری تعلیم کا قانون رائج ہے۔

ملک بھر میں حب الوطنی کا جذبہ زوروں پر ہے۔ جب ۱۹۲۸ء میں پہلی بار طلبہ کا ایک گروہ فرانس میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے جانے لگا۔ نورضا شاہ نے اُن سے کہا۔ کہ

”فرانس ایک ایسا ملک ہے۔ جہاں حب الوطنی کے جذبے کی بہت قدر ہے۔ تم فرانس کے نقش قدم پر چلو۔ اور عینی محبت فرانس میں اپنے وطن سے کرتے ہیں۔ اتنی ہی تم اپنے وطن ایران سے کرو۔“  
 رضا شاہ پہلوی کی مستحسن سرگرمیوں کی وجہ سے روز بروز ایران زیادہ وقعت حاصل کر رہا ہے۔

۱ اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۳۱ء میں طلبہ کی کل تعداد ۵۵۱۳۱ تھی۔ اور ۱۹۳۹ء میں ۷۵۷۲۳۶ ہو گئی۔ سکولوں کی تعداد ۱۹۳۱ء میں ۶۱۲ تھی

اور ۱۹۳۹ء میں ۹۳۷ ہرگئی۔ تعلیمی بجٹ ۱۹۳۱ء میں ایک لاکھ پاؤنڈ تھا اور ۱۹۳۹ء میں دس لاکھ پاؤنڈ ہو گیا ۛ

ان اعداد و شمار سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۹ء تک ایران کی تعلیمی سرگرمیوں میں دس گنا اضافہ ہوا ۛ

ایران کی صنعتی حالت | ایران کی صنعتی حالت کو بہتر بنانے کی غرض سے کوششیں ہو رہی ہیں۔ تقریباً چالیس نئے کارخانے کھولے گئے ہیں۔ جن میں کپڑے کے کارخانے خاص طور پر اہم ہیں۔ سب سے بڑا کارخانہ جہاں کیڑا بنتا ہے ماژندران میں ہے۔ اس کے سرمائے میں رضا شاہ کا حصہ بھی ہے۔ کارخانے کے افتتاح پر رضا شاہ نے کہا ”خواہ عظیم الشان کارخانہ جس پر پندرہ لاکھ تومان خرچ ہو گئے ہیں ایک پیسہ کا بھی نفع نہ دے۔ میں سمجھوں گا۔ کہ پھر بھی اس کا فائدہ ہے کیونکہ یہ کارخانہ اس امر کا واضح ثبوت ہے۔ کہ ایران موجودہ دنیا کی رفتار کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے ۛ

ایران میں ریلوے کی حالت | حال ہی میں ایران میں ایک ریلوے لائن بن رہی ہے۔ جو بحیرہ کیسپین (Caspian Sea) سے خلیج فارس تک جائے گی۔ کیسپین سے طہران تک کا حصہ بن گیا ہے۔ باقی بن رہا ہے یہ ریلوے سیاسی اور عسکری اہمیت رکھتی ہے ۛ

ایران کی بعض دیگر خصوصیات | تمام ایرانیوں کے لئے یہ لازم قرار دیا گیا ہے۔ کہ وہ پہلوسی، ٹیڈی، پینیں۔ عورتوں کی حالت بہتر بنائی گئی ہے۔ پردہ کا رواج کم ہو گیا ہے۔ یہ تجویز زیر غور ہے کہ تمام ایرانیوں کے لئے ایک قسم کا لباس مقرر کیا جائے۔

آثار قدیمہ کی خاص حفاظت کی جا رہی ہے۔ مدنی سڑکیاں بنی بہت ہیں۔ چنانچہ ۱۹۳۱ء میں لندن کی رائل اکادمی میں ایرانی آرٹ کی ایک نمائش آئی، لئی ہٹی اور ۱۹۳۲ء میں فردوسی کی ہزار سالہ برسر، منائی گئی تھی +

ایران کی موجودہ سیاسیات | ہم ندرجہ بالا سطور میں ایران کی تاریخ بیان کرنے کے بعد ایران کی متعین حالت وغیرہ کے متعلق لکھ چکے ہیں اب ایران کی سیاسیات ملاحظہ ہوں :-

روس اور ایران :- ایران میں ایسے اقدامات کئے گئے ہیں۔ جن سے ایران کے خارجی تعلقات زیادہ خوشگوار ہو جائیں۔ سب سے زیادہ خارجی اثر روس کا ہے۔ پہلے پہل روس کا مقصد یہ تھا۔ کہ مغرب میں سرمایہ داری پر حملہ کرنے کے لئے پہلے مشرق میں استعماریت کی جڑوں کو کھوکھلا کر ناچا بیٹھے۔ ۱۹۲۱ء میں روس نے مشرق وسطیٰ کا ایک خاص "بلاک" بنانے کی غرض سے ایک ایسا معاہدہ ماسکو میں کیا جس میں

روس - ترکیہ - ایران اور افغانستان شامل تھے ایسا معاہدہ کرنے سے روس کا خیال یہ تھا کہ آہستہ آہستہ ان ممالک میں بھی استرکیت پھیل جائے گی ۔

۲۸ - ۱۹۲۵ء کے درمیان خود اسلامی ممالک کی طرف سے اس معاہدہ کے زیادہ مضبوط کیا گیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت مغربی ممالک کے زوال پر وہ زیادہ آزادی محسوس کرتے تھے ۔

۲۹ - ۱۹۲۵ء کے بنیادی مفاد مشرق میں بڑھے جارہے تھے ۔

۳۰ - روس نے انٹر ایکٹ کے کئی ایسے مبلغ پیدا کئے جارہے ہیں جو مشرق میں اس کے نئے خاص کام کر سکیں گے ۔ اور ان طرح ان تمام ممالک کو اشتراک کی بنائے کی کوشش کریں گے ۔ جن کی حدود وہ پہلے سے متنی ہیں ۔

ایران ، روس کے ان عزائم سے واقف ہے ۔ اور اس نے ایک غیر جانبدار حکومت کی حیثیت سے اپنی انفرادیت قائم رکھی ہے اور اشتراک کی اثر و نفوذ کا مقابلہ کر رہا ہے ۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایران اور روس کے درمیان ناچاقی ہے ۔ حال ہی میں روس اور ایران کے درمیان ایک تجارتی سمجھوتہ ہوا ہے جس کے متعلق اخبار "نور و نال" دسی ٹھکان "رقطر از ہے" ۔

”ایران اور روس کے معاہدہ تجارت و جہاز رانی پر دستخط ان دونوں ممالک کے باہمی اخلاص اور دوستداری کا نشان ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک ان دونوں ملکوں کے وہ خوشگوار تعلقات قائم ہیں۔ جو ایران جدید کے وجود میں آنے کے بعد قائم ہوئے تھے۔“

ایران اور روس کے تعلقات میں موسیو مولوٹوف وزیر خارجہ روس کی تانہ تقریر سے کچھ کشیدگی پیدا ہو گئی ہے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا ہے۔ کہ ایران سے کوئی غیر ملکی ہوائی جہاز بالو کے تیل کے چشموں کے جائزہ لینے کی غرض سے روس پر اڑا ہے۔ ایران نے اس الزام کی تردید کر دی ہے۔

برطانیہ اور ایران :- اینگلو پرشین تیل کمپنی کے جھگڑے کے فیصلہ ہونے پر اب برطانیہ اور ایران کے تعلقات خوشگوار ہیں۔ نئے معاہدہ (اپریل ۱۹۳۳ء) کے مطابق اس کمپنی کی معیاد ساٹھ سال کر دی گئی ہے ایران کی حکومت کو یہ کمپنی ہر سال سات لاکھ ساٹھ ہزار پاؤنڈ دیتی ہے برطانیہ اور ایران کے تعلقات میں صرف ایک رخنہ ہے اور وہ جزائر بحرین کی سیادت کا ہے۔ ورنہ اب ہر دو ممالک کے تعلقات نہایت اچھے ہیں۔ اور برطانیہ ایران کی آزادی کو تسلیم کرتا ہے۔

ترکیہ اور ایران :- جنگ عظیم کے بعد ترکیہ اور ایران میں



سرحدات کے تعین پر کچھ جھگڑا پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن ۱۹۲۶ء میں ایک معاہدہ ہو گیا تھا۔ جس کی رُو سے حدود مقرر ہو گئی تھیں۔ ۱۹۲۸ء میں یہ تعلقات اور بھی بڑھ گئے۔ کیونکہ اس سال دونوں ممالک نے اقتصادی تعاون کا بھی ایک معاہدہ کیا :

۱۹۲۹ء سے دونوں ممالک کے نامزدے راہ ورسم بڑھانے کی غرض سے ایک دوسرے کے ملک میں آئے۔ جنہ کے ۱۹۳۲ء میں رضا شاہ پہلوی ترکی آئے :

ستمبر ۱۹۳۲ء میں جمعیت اقوام کی کونسل میں چین کی خالی کی ہوئی غیر مستقل نشست کا انتخاب ہونا تھا۔ اس انتخاب میں ترکی اور ایران دونوں کے نمائندوں میں مقابلہ تھا۔ لیکن ایران نے اپنے نمائندے کے نام کو واپس لیتے ہوئے خیر سگالی کا ثبوت دیا :

افغانستان اور ایران :- آج کل افغانستان اور ایران کے باہمی تعلقات نہایت اچھے ہیں۔ اور افغانستان ایران کی موجودہ اصلاحات سے بہت متاثر ہو رہا ہے :

ایران اور عراق :- عراق اور ایران میں مدت سے سرحدات کے مسئلہ پر تنازع چلا آ رہا تھا۔ کافی عرصہ گفت و شنید ہوتی رہی۔ اب آخری فیصلہ ہو گیا ہے اور اب دونوں ممالک کے تعلقات دستانہ ہیں :

## ایرانی سیاست کامنیا رجحان

مندرجہ بالا حقائق سے ہمیں یہ پتہ چلا گیا ہے  
ایران پر برطانیہ اور روس کا اثر و نفوذ ختم ہو گیا۔

ہے اور دوسری طرف اسباب ایران نے ترکیہ - افغانستان اور عراق  
سے سب سے زیادہ معاہدہ کر کے اسلامی ممالک سے اپنا رشتہ زیادہ مضبوط  
کر لیا ہے۔ اس لیے کہ ایران موجودہ جنگ سے الگ بھلا کر رہ کر  
اپنی آزادی کو برقرار رکھے گا۔

۹۱  
اپنے  
پکی تربیات

اَلانہ یا بیوتہ اینڈ اسٹوڈنٹس اسوسی ایشن

طلباء اور نوجوانوں کی فوری ممبر شپ حاصل کرنا  
طلباء نوجوانوں کی اتحاد پالیسی کی تقویت

Jain,

Alkadiya and  
Student Association

طلباء اور نوجوانوں کی واحد اردو تنظیم  
"اردو قتل"

آپ اپنا لکھنا کرنا اردو ~~نہیں~~ مرغی  
پورا کریں۔ - ۵۰ ؟

(ادارہ) ہم نے یہ کتاب پر لکھ کر غیر  
معاویہ درخت فروری ہے یہی چونکہ یہ ایک  
نرمی ممبروں اس لیے صرف ہی مواد کر سکتا تھا۔  
آپ تک پشام پشام !

## بلاد العربیہ السعودیہ

پس منظر — نجد — ابن سعود — الحسا پر قبضہ —  
 حائل کی فتح — شریف حسین کا مقابلہ — مسیر کو مدد —  
 پس منظر حجاز — جنگ عظیم — شریف حسین سے برطانیہ  
 کا معاہدہ — سائیکس پکو معاہدہ — حجاز کی فتح —  
 سعودی عرب کا دستور حکومت — نجد — شرع اسلامی  
 کے مطابق حکومت — حجاز — "نظام التثکلیلات الاساسیہ"  
 سعودی عرب کی سیاسیات — عسیر پر قبضہ —  
 یمن سے معاہدہ — تحریک اخوان (جدید اصلاحات — جدید  
 تعلیم — معدنی ماخذ — حجاج کو سہولتیں — موجودہ تہذیب  
 کے آثار — حربی قوت) — تحریک وحدۃ عربیہ — انگریزوں  
 سے تعلقات اور معاہدہ جدہ — موجودہ جنگ —

# بلاد العربیہ السعودیہ

## نجد و حجاز

نجد و حجاز کی متحدہ حکومت سلطان ابن سعود جیسے بیدار منتر حکمران کے ماتحت ترقی کی منازل سرعت سے طے کر رہی ہے۔ یہ حکومت جزیرہ العرب کی تمام دوسری حکومتوں سے زیادہ اہم اور طاقتور ہے۔ اس کا رقبہ پانچ لاکھ مربع میل اور آبادی ساٹھ لاکھ کے قریب ہے۔ سعودی عرب کے مغرب کی طرف بحر احمر۔ مشرق کی جانب خلیج فارس۔ جنوب میں یمن اور شمال میں عراق کویت اور شرق اردن واقع ہیں ۛ

پس منظر — نجد | سلطان ابن سعود کے آبا و اجداد مدت سے نجد پر حکمران تھے۔ سلطان موصوف کی بلونت کے ایام میں حکومت نجد حائل میں آل رشید سے جنگ میں مصروف تھی۔ آخر میر عبد الرحمن (ابن سعود کے والد) کو شکست ہوئی اور وہ مع عبدالعزیز ابن سعود

اور فیصل کے کویت میں شیخ مبارک حاکم بیت کی پناہ میں آ گئے ۔  
 ابن سعود نوجوان تھا۔ اس کے دل میں ولولہ تھا کہ وہ اپنے  
 والد کی کھوئی ہوئی سلطنت کو دوبارہ حاصل کرے۔ چنانچہ اُسے شیخ  
 مبارک حاکم کویت کی مدد سے نجد کے دارالخلافہ ریاض پر حملے کے  
 نتیجہ یہ ہوا کہ ابن سعود نجد پر قابض ہو گیا ۔

الحصار پر قبضہ | اسی جنگ کے دوران میں حکومت عثمانیہ نے نجد  
 کے ایک اہم حصے الحصار پر قبضہ کر لیا۔ جب ابن سعود نے اس پر بھی  
 قبضہ کر لیا۔ تو حکومت عثمانیہ نے بہت زرمی دکھائی۔ کیونکہ وہ ابن سعود  
 کو اپنے ماتحت کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ حکومت عثمانیہ نے ۱۹۱۳ء میں  
 ابن سعود سے صلح کر لی اور اُسے اس صوبہ یعنی الحصار کا جائز والی  
 تسلیم کر لیا۔ نیز اُسے پاشا کا خطاب دیا۔ الحصار پر قبضے کو ابن سعود  
 کی ایک زبردست سیاسی فتح سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔

حائل کی فتح | جنگ عظیم پھڑپھڑانے سے ملک بھر میں افراتفری مچ  
 گئی۔ اور مختلف عرب ممالک سے حکومت عثمانیہ کی سیادت اٹھ گئی۔  
 ۱۹۲۰ء میں جب حائل سے حکومت عثمانیہ کا اقتدار جاتا رہا تو ابن سعود  
 نے اس کا محاصرہ کر کے اسے بھی اپنے قبضے میں کر لیا ۔

شریف حسین کا مقابلہ | حسین شریف مکہ نے ابن سعود کے بیٹھنے

ہوئے اقتدار کو شبہ کی نگاہوں سے دیکھا۔ اور اپنے لڑکے امیر  
عبد اللہ کے زیرِ کمان ایک لشکرِ قبائلِ طرمتہ اور خرمہ کی سرکوبی کے  
لئے بھیجا۔ جو ابن سعود سے مل گئے تھے۔ نیز اس حملے کا مقصد  
بجذ کی فتح بھی تھا۔ لیکن نجدیوں نے شدید مقابلہ کیا۔ چنانچہ حسین کی  
فوج کو شدید شکست ہوئی ۛ

عسیر کی مدد | شریف حسین والے حجاز نے اس شکست کو بہت  
محسوس کیا۔ اور فیصلہ کیا۔ کہ ہر طریقے سے ابن سعود کی طاقت کو کم  
کیا جائے۔ چنانچہ اس نے چند جاسوس عسیر بھیجے۔ تاکہ وہ وہاں جا کر  
ابن سعود کے دوست اور یسی سلطان عسیر کے خلاف رائے عامہ  
کو بھڑکائیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ قبیلہ آل حاض نے بغاوت کر دی ۛ  
ادریسی کی درخواست پر ابن سعود نے اپنا لشکر اس کی مدد کو  
بھیجا۔ اس لشکر نے باغیوں کو سخت شکست دی اور امحامد اور محامل  
کے علاقوں کو فتح کر کے دولتِ نجد میں شامل کر لیا ۛ

پس منظر۔۔۔ حجاز | حجاز پر ملک حسین شریف مکہ حکمران تھا۔ جنگ  
عظیم ہوئی۔ تو برطانیہ نے یہ کوشش کی کہ عرب کے بعض بادشاہوں  
اور امراء کو دولتِ عثمانیہ کے خلاف، بغاوت کرنے کے لئے اپنا  
آلہ کار بنایا جائے۔ چنانچہ شریف حسین سے سازش کی گئی۔ اُس سے

برطانیہ نے یہ وعدہ کیا۔ کہ جنگ کے اختتام پر تمام عربی ممالک کی ایک متحدہ حکومت قائم کر کے اس کا پادشاہ شریف حسین کو بنا دیا جائیگا۔ اس کے عوض شریف حسین نے وعدہ کیا۔ کہ وہ اس جنگ میں برطانیہ کی مدد کرے گا۔

حکومتِ برطانیہ کی یہ محض ایک سیاسی چال تھی۔ جس میں حسین والے حجاز بھنس گیا۔ ورنہ برطانیہ اور فرانس نے نوے فی الفور ایک پوشیدہ معاہدہ "سائیکس پیکو معاہدے" کے نام سے کر لیا تھا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ جنگ ختم ہونے پر شام فرانس کو دے دیا جائے گا۔ اور عراق اور فلسطین برطانیہ کے حصے میں آئے گا۔

چنانچہ بعد میں یہی ہوا۔ حتیٰ کہ شریف حسین حجاز کو بھی اپنے قبضہ میں نہ رکھ سکا۔ اس کی تاریخ طویل ہے۔

حجاز اور نجد کے درمیان مدت سے حقیقتی تھی۔ جس کا ذکر ہم نجد کے پس منظر میں کر چکے ہیں۔ حجاز نجد پر بہت سے جارحانہ اقدامات کر چکا تھا۔ اب نجد کی باری آئی۔ سلطان ابن سعود نے حجاز پر یلغار کی۔ متوڑی سی کوشش سے سعودی عساکر نے طائف پر قبضہ کر لیا۔ ابن سعود نے اپنی کمان میں ایک لشکر لے کر مکہ پر حملہ کر دیا۔ اور فتح پائی۔ یہ واقعہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو عمل میں آیا۔ ۲۴ دسمبر



۱۹۱۵ء کو جدہ پر بھی قبضہ ہو گیا۔ اور اس طرح ابن سعود کا اقتدار حجاز پر مکمل طور پر قائم ہو گیا ۛ

۱۲ نومبر ۲۶ کو ابن سعود مکہ معظمہ میں آئے اور حجاز کے تمام رؤساء اور امراء نے متفقہ طور پر انہیں ملک الحجاز قرار دیا۔ ابن سعود نے اپنا لقب "ملک الحجاز و سلطان نجد و ملحقا تھا" مقرر کیا۔ جو بعد میں تبدیل کر کے "ملک البلاد العربیہ السعودیہ" بنا دیا گیا ۛ

بیرونی دنیا کا خیال تھا۔ کہ شاید ابن سعود بہت متعصب اور قدامت پسند ثابت ہوں۔ لیکن انہوں نے اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ ہرگز متعصب نہیں ہیں۔ انہوں نے حجاز کو نجد سے بہتر دستور حکومت دیا ہے ۛ

سعودی عرب کا دستور حکومت پر بحث کرتے ہوئے ہمیں نجد و حجاز پر علیحدہ علیحدہ روشنی ڈالنی پڑے گی۔ کیونکہ ان ہر دو حصص کے دستور میں زمین آسمان کا فرق ہے ۛ

نجد | ۱۹۲۷ء میں ایک مصری اخبار نویس محمد شفیق نے اپنی سیاست نجد کی داستان لکھتے ہوئے نجد کے طرز حکومت کے متعلق بھی کچھ لکھا تھا۔ یہ اقتباس ملاحظہ ہو :-

"سجد کی طرز حکومت قدیم وضع کی ہے۔ وہاں حکومت علیحدہ علیحدہ شعبوں پر منقسم نہیں۔ نہ مجلس شوریٰ ہے نہ وزارت پوری حکومت خود سلطان کی ذات ہے۔ اور ان کا قانون کتاب ہند ہے۔ لیکن کیا مجال ہے کہ کسی قسم کی بد نظمی پیدا ہو جائے۔ آمد و خرچ کے تمام حسابات مرتب رہتے ہیں خود سلطان ان کی نگرانی کرتے ہیں۔ ایک پتہ کا بھی غبن نہیں ہو سکتا؟"

سجد ابن سعود کے بڑے ارٹ کے امیر سعود کے ماتحت ہے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ نظام حکومت نہایت سادہ ہے۔ امیر پر ہی تمام امور کا دار و مدار ہے۔ لیکن ایک قاضی القضاۃ اور ایک بیت المال کا امین ہے۔ بیت المال میں سے جو خرچ ہوتا ہے۔ اس کے لئے امیر کی اجازت لینا پڑتی ہے؟

حجاز | حجاز میں کسی قدر جدید طرز حکومت ہے۔ یہ ابن سعود کے چھوٹے لڑکے فیصل کے ماتحت ہے؟

حجاز میں ایک مجلس قانون ساز "نظام التشریعات الاساسیہ" کے نام سے قائم ہے۔ جس کے آٹھ ارکان ہوتے ہیں۔ ان میں سے چار کو حجاز کے اہل فضل و تجربہ کے مشورے سے منتخب کیا

جاتا ہے اور چار حکومت نامزد کرتی ہے۔ جن میں سے دو متحد ہی ہوتے ہیں۔ فیصل حکومت کا وزیر اعظم ہے۔ اور اس کے ماتحت ایک کامینیہ وزراء بھی ہے۔ جن میں وزراء داخلہ۔ خارجہ۔ حربہ اور مالیہ شامل ہیں ۛ

تمام امور کے فیصلے کے لئے سلطان ابن سعود کی منظوری ضروری ہے نظام التشکيلات الاساسیہ نے ملک میں کئی مفید قوانین نافذ کئے ہیں شرع اسلام کے تمام دنیا میں صرف سعودی عرب ہی ایک ایسی مطابق حکومت اسلامی حکومت ہے۔ جو صحیح معنوں میں ہر ترع اسلامی کے مطابق اپنے فرائض انجام دیتی ہے

سعودی عرب | سعودی عرب کی سیاسیات کے متعلق کچھ لکھنے سے  
کی سیاسیات پہلے ہم وہ موضوعات درج کرتے ہیں جن پر اس  
عنوان کے ماتحت بحث ہوگی :-

- ۱۔ عسیر پر قبضہ ۛ
- ۲۔ بین سے معاہدہ ۛ
- ۳۔ تحریک انخوان اور جدید اصلاحات ۛ
- ۴۔ تحریک وحدت عربیہ ۛ
- ۵۔ انگریزوں سے تعلقات۔ معاہدہ جدہ ۛ

۶۔ موجودہ جنگ میں غیر بانیداری ۛ

۱۔ عسیر رقبہ :۔ عسیر کی حکومت ۱۹۱۵ء میں اورانی کے ماتحت دہم کی گئی تھی۔ یہ چھوٹا سا ملک ہے اس کا رقبہ چھپین ہزار مربع میل اور آبادی دس لاکھ ہے۔ اس وقت اس پر سڈن اذری علمان ہیں۔ یہ علاقہ یمن کے متصل واقع ہے۔ اور یمن کے ساتھ اس کے مدت سے جھگڑے چلے آ رہے ہیں۔ یمن اور عرب کے باشندے یہ بھی ایک دوسرے کے علاقے کے خلاف شدید نفرت کا جذبہ رکھتے ہیں ۱۹۳۲ء میں سعودی عرب اور عسیر میں جنگ پھڑکنی۔ چنانچہ عسیر نے اپنے آپ کو سعودی عرب کے "زیر حمایت" کر لیا ۛ

ابن سعود نے عسیر میں کئی اصلاحات جاری کی ہیں۔ نیز ۱۹۲۷ء میں ایک طبی و مذہبی دہاں مستقل قیام کی غرض سے بھیجا تھا۔ عسیر کو اپنے زیر حمایت کرنے سے ایک تو سعودی عرب کی سیاسی قوت میں اضافہ ہوا ہے۔ دوسرے عسیر کے لئے بھی مفید ثابت ہوا ہے ۛ

۲۔ یمن سے معاہدہ :۔ عسیر رقبہ کرنے کے بعد ابن سعود کی نگاہیں یمن کی طرف اٹھیں۔ انہیں خیال آیا۔ کہ اگر وہ یمن کو قبضے میں لے لیں تو وہ ہندوستان کے راستے پر اقتدار حاصل کر لیں گے۔

۱۹۳۳ء میں سعودی عرب اور یمن میں جنگ چھڑی۔ ابن سعود کے بیٹے نے مددہ کی بندرگاہ پر قبضہ کرنے کے علاوہ یمن کے اکثر حصے کو فتح کر لیا۔ اور اس طرح بحر احمر کے مشرقی ساحل کو مکمل طور پر قبضے میں لے لیا۔ یمن میں ایک معاہدہ ہوا۔ جس کے مطابق حدیدہ ابن سعود کے قبضہ میں آگیا۔

گو حدیدہ جیسی اہم بندرگاہ ابن سعود کے قبضے میں آگئی تھی اور انہیں یمن کے ساتھ ایسے معاہدے سے فائدہ ہی فائدہ تھا۔ لیکن انہوں نے جون ۱۹۳۷ء میں یمن سے طائف کے مقام پر ایک معاہدہ کیا۔ اور اسلامی برادری اور وحدت عربیہ کے جذبہ سے متاثر ہو کر بندرگاہ حدیدہ یمن کو واپس کر دی۔ اور آئندہ کے لئے یمن سے نہایت خوشگوار تعلقات پیدا کر لئے۔

۳۔ تحریک اخوان اور جدید اصلاحات :-

تحریک اخوان | ۱۔ ابن سعود نے بڑی خدمت یہ کی کہ عرب کے جاہل اور متعصب بادلوں میں تحریک اخوان کو فروغ دیکر انہیں ہند بٹا لیا۔ پہلے پہل بدو قافلوں کو لوٹ کر گزراوقات کرتے تھے لیکن ابن سعود نے یہ رواج دیا۔ کہ جہاں جہاں پانی میسر ہو سکتا تھا وہاں بدوؤں کی بستیاں آباد کر دیں۔ اور انہیں وہاں منتقل سکونت

اختیار کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ بدو وہاں زمین کاشت کرنے لگے  
 اس کے بعد انہی آبادیوں میں تربیت یافتہ علماء بھیجے گئے۔ جنہوں نے  
 ان بدوؤں کو اسلام کی صحیح تعلیم سے اچھی طرح آشنا کر دیا۔  
 ۱۹۱۵ء میں یہ تحریک شروع ہوئی تھی۔ اس وقت تک تقریباً  
 ایک سو ایسی زرعتی آبادیاں بن گئی ہیں۔

اخوان نہایت جنگجو ہیں۔ اور ابن سعود نے حجاز وغیرہ کی فتح صرف  
 اخوان ہی کی مدد سے حاصل کی تھی۔ اب بھی اگر ابن سعود کسی جنگ  
 میں شامل ہو جائے۔ تو یہ اخوان اس کے لئے اپنی گردنیں کٹانے  
 کو تیار ہیں۔

جدید تعلیم | ب۔ جدید اصلاحات کے سلسلے میں جدید تعلیم بھی  
 جاری کی ہے۔ اس کے لئے ایک وزارت تعلیمات عامہ کی تشکیل  
 عمل میں لائی گئی ہے جس کے زیر اہتمام ملک بھر میں مدارس کا ایک  
 جال پھیلا دیا گیا ہے۔ جہاں دینیات۔ عربی زبان۔ تاریخ۔ جغرافیہ  
 ریاضی اور ابتدائی طبیعیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مکہ میں ایک صنعتی  
 مدرسہ بھی کھلا ہے۔ نیز خواتین کے لئے دو مدرسے قائم ہیں۔

معدنی ماخذ کی نشوونما | ج۔ سعودی عرب کے معدنی ذرائع بہت سے  
 کاموں میں لائے جاسکتے ہیں۔ سونے کی کانیں بھی ملی ہیں۔ نیز کئی دیگر

معاون بھی اس زمین میں موجود ہیں۔ جن کے لئے ذیل میں دی ہوئی کمپنیوں کو ٹھیکے دیئے گئے ہیں۔

۱۔ انگلستان اور امریکہ کی ایک متحدہ کمپنی "سعودی عرب مائننگ سنڈکیٹ" کو حجاز کے تمام علاقوں میں سوائے تیل کے باقی معادن کا ٹھیکہ دیا گیا ہے۔

۲۔ سنڈر ڈائل کمپنی کیلے فورنیا کو الحسا میں تیل کا ٹھیکہ ملا ہے۔

۳۔ عراق پٹرولیم کمپنی کو بحر احمر کے تمام ساحلی علاقوں کا شرقی ارون سے لے کر یمن تک کا ٹھیکہ دے دیا گیا ہے۔ لیکن مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

حجاز کی سہولت | ۵۔ حجاز کی سہولت کے لئے کئی اصلاحات عمل میں لائی گئی ہیں۔ جدہ سے مکہ تک موٹر کار کی سروس جاری کر دی گئی ہے۔ ملک میں اب موٹر کار رکھنے کی اجازت ہر شخص کو ہے۔ شریف حسین کے زمانے میں حجاز میں صرف پندرہ سو موٹر تھیں۔ لیکن صرف شاہی خاندان کے لئے۔ اس وقت حجاز میں بارہ تیرہ سو کاریں ہیں۔

موجودہ تہذیب کے آثار | ملک بھر میں ٹیلیفون۔ تار برقی وغیرہ کا انتظام ہے۔ ڈاک کا نہایت اچھا بندوبست ہے۔ جدید ادویہ کے ہسپتال اور

ٹوپی سپر یاں کھول دی گئی ہیں۔ حال ہی میں مکہ معظمہ میں ایک ریڈیو اسٹیشن بھی قائم کیا گیا ہے \*

حربی قوت | ملک کی حربی قوت بھی بہتر بنائی جا رہی ہے۔ افغان کے علاوہ مستقل فوج کی تنظیم جاری ہے۔ فضائی قوت بھی تھوڑی سی موجود ہے \*

۴۔ تحریک وحدۃ عربیہ :-

تحریک وحدۃ عربیہ کا مقصد یہ ہے کہ تمام عربی ممالک ایک لڑی میں پروردہ دیئے جائیں۔ سلطان ابن سعود بھی اس کے حامی ہیں۔ اور وہ ہر اس اقدام میں شریک ہونگے۔ جو اس مقصد کی تکمیل کی غرض سے عمل میں لایا جائے گا۔ (اس تحریک کے متعلق ہم مقالہ کے آخر میں "مالک اسلامی کے سیاسی رجحانات" کے ماتحت تفصیل سے بحث کریں گے) \*

۵۔ انگریزوں سے تعلقات اور معاہدہ جدہ :-

سلطان ابن سعود کے تعلقات انگریزوں سے ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں۔ جنگ عظیم میں سلطان نے اتحادیوں کی کافی مدد کی تھی۔ جس کے عوض میں انگریزوں نے سلطان کا سالانہ وظیفہ بھی مقرر کر رکھا تھا \*



حجاز پر قبضہ ہوئے۔ بعد ۲۰ مئی ۱۹۲۴ء کو معاہدہ بدہ پر  
 دستخط ہوئے۔ یہ معاہدہ برطانیہ اور سعودی عرب کے درمیان ہوا اس  
 معاہدے کی رُو سے برطانیہ نے سلطنت نجد و تباہ کو کامل طور پر خود مختار  
 تسلیم کر لیا ہے۔ اور سعودی عرب کو تمام بین الاقوامی حقوق بھی حاصل  
 ہو گئے ہیں۔

عقبہ اور حجاز کے مسئلے کے متعلق معاہدے کے ایک ضمیمے  
 میں ذکر ہے۔ ان ہر دو مقامات کو شریف حسین نے شرق اردن کے  
 علاقہ فریخت کر دیا تھا۔ لیکن یہ حجاز کا حصہ تھا۔ اسلئے سعودی عرب نے  
 ان علاقوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ معاہدے کے مطابق اس مسئلہ کو  
 التوا میں ڈال دیا گیا ہے۔

پہلے پہل ممالک عرب پر غیر ملکی طاقتوں نے یہ قید لگا رکھی تھی۔  
 کہ یہ سمندر کے راستے سے اسلحہ نہیں منجھا سکتے۔ معاہدے کے ایک  
 ضمیمے میں یہ حق سعودی عرب کو دے دیا گیا۔

# عراق

حدود اربعہ — رقبہ اور آبادی — عراق کی جنگی اہمیت — پس منظر —  
 جنگ عظیم اور عراق پر قبضہ کے مختلف مدارج — مفتوحہ علاقوں کے انتظامی  
 معاملات — برطانیہ کے خلاف ایک سازش — برطانیہ اور فرانس کا متفقہ  
 اعلان — شام کے جہاد آزادی کا اثر عراق پر — حالات کی نزاکت —  
 دمشق میں مؤثر عراق اور آزادی کا اعلان — آنے والے انقلاب کے آثار  
 بغداد میں حریت پرستوں کا مظاہرہ — انقلاب عراق (انجولائی تا دسمبر ۱۹۶۲ء)  
 ہائی کمشنر اور عارضی کونسل آف سٹیٹ — فیصل کی تخت نشینی —  
 عراق اور برطانیہ کے درمیان معاہدہ — معاہدے کی شرائط —  
 موصل کا عراق سے الحاق — برطانیہ و عراق کے معاہدے کا عراق پر اثر  
 جدید معاہدہ برطانیہ و عراق ۱۹۶۸ء — نوری پاشا سعید کی وزارت  
 اور جدید معاہدہ ۱۹۶۳ء — عراق کی جمعیتہ اقوام میں شمولیت —  
 امیر فیصل کی وفات — شاہ غازی اول اور ان کی وفات — فیصل دوم  
 معاہدہ سعد آباد اور عراق — فلسطین کے متعلق عراق کی حکمت عملی — عراق  
 اور سعودی عرب کے اختلافات — عراق اور موجودہ جنگ —  
 سیاسیات عراق کا نیا رخ ❦

# عراق

حدود اربعہ | عراق کے شمال کی طرف ترکی، مغرب کی جانب شام،  
 نجد اور شرق اردن، جنوب کی طرف نجد اور ایران اور جانب شرق  
 ایران واقع ہوا ہے :

رقبہ اور آبادی | ملک عراق کا رقبہ ۱۴۲۲۵۰ مربع میل ہے۔ بڑی  
 حد کی لمبائی دو ہزار میل اور بحری طول پچاس میل ہے۔ ۱۹۲۰ کی مردم شماری  
 کے مطابق کل آبادی ۳۸۴۹۲۸۲ افراد پر مشتمل ہے۔ جن میں ۸۷۴۴۴  
 یہودی اور ۷۸۷۹۲ عیسائی ہیں۔ باقی آبادی مسلمان عربوں کی ہے۔

مسلمانوں میں شیعہ زیادہ ہیں :

عراق کی جنگی اہمیت | عراق کو سب سے اول جس لحاظ سے جنگی اہمیت  
 حاصل ہے۔ وہ اس کے تیل کی وجہ سے ہے۔ ہر سال عراق سے  
 پچاس لاکھ ٹن تیل نکالا جاتا ہے۔ اور عصر حاضر میں جنگ کے سلسلے  
 میں تیل کی جو اہمیت ہے۔ وہ ہر شخص پر واضح ہے۔ اگر تیل نہ ہو تو ہوائی جہاز

ٹڈنیک اور مشین گنیں وغیرہ کس طرح چلیں۔ ایک مقالہ نگار لکھتا ہے:-  
 "شمالی عراق میں باباگرگر کے قریب زمین دھنسی ہوئی ہے۔  
 اور بڑے بڑے غار بن گئے ہیں۔ ان غاروں میں سے  
 نیچے نیچے اُٹھ کر سطح زمین تک آتے ہوئے معلوم  
 ہوتے ہیں۔ یہی شعلے ہیں۔ جن کو دیکھ کر سامراجی پروانے  
 عراق کی محبت میں مرے جا رہے ہیں۔ دراصل یہ تیل کی  
 گیس ہے۔ عراق کا شمالی خطہ سارے کاسا رائیل میں ڈوبا  
 ہوا ہے۔"

ایک بار ایک برطانوی افسر کرنل ولسن نے کہا تھا کہ:-  
 "مشرق میں سلطنتِ برطانیہ کے فضائی رسل و رسائل میں  
 بصرہ کی وہی حیثیت ہے۔ جو ایشیا کے ساتھ ہماری سمندریار  
 تجارت میں نہروین کی ہے۔"

عراق کی جنگی اہمیت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ بغداد اب مشرق  
 کی جانب جانے والی شاہراہوں کا مرکز بن گیا ہے۔ فضائی لحاظ سے  
 عراق ہندوستان کو جانے والے راستے کے بیچ میں آتا ہے۔ بصرہ  
 اور موصل میں برطانیہ نے اپنے مستقل فضائی مستقر قائم کر رکھے ہیں  
 حیفہ۔ بغداد اور بصرہ کے درمیان ریل کا راستہ بنایا جا رہا ہے۔ تاکہ

برطانیہ سویرے بے نیاز ہو جائے۔ کیونکہ سویرے کے متعلق خطرہ ہے کہ کہیں یہ اطالیہ کے قبضے میں نہ آجائے۔

اُدھر سویرے کی اہمیت اسلئے بھی کم ہو گئی ہے۔ کہ ہوائی جہازوں کی آمد و رفت عراق کی معرفت ہوتی ہے۔

پس منظر | اب ہم عراق کی سیاسی تاریخ کا مطالعہ کریں گے۔ ہم اس سے پہلے یہ ذکر کر چکے ہیں کہ شریف حسین اور حکومت برطانیہ کے درمیان جنگ عظیم کے موقع پر ایک معاہدہ ہوا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ اگر شریف حسین جنگ میں برطانیہ کی مدد کرے۔ تو برطانیہ جنگ کے اختتام پر تمام عربی ممالک کو آزاد کر کے اُن کا ایک وفاقی نظام قائم کرے گا جس کا امیر شریف حسین ہوگا۔ شریف حسین نے جنگ میں ترکوں سے غداری کر کے برطانیہ و فرانس کی مدد کی۔ ترکوں اور عربوں میں خوب خونریزی ہوئی۔ آخر جب جنگ ختم ہوئی۔ تو برطانیہ اور فرانس کے درمیان ایک اور معاہدہ کا اعلان ہوا۔ جس کا نام "سائیکس پیکو کا معاہدہ" تھا۔ اس کے مطابق ابھی برطانیہ عربی ممالک کو غلام رکھنا چاہتا تھا۔ اب ہم یہ دیکھیں گے کہ برطانوی استعمار نے عراق سے کیا سلوک کیا اور عراقیوں نے مختلف اوقات پر آزادی کی جو تحریکات شروع کیں۔ ان کا اثر کیا ہوا۔ اور آج عراق کی سیاسی حالت کیا ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں واقعات کا سلسلہ

جنگِ عظیم سے شروع کرنا پڑے گا۔ جبکہ اتحادیوں نے اپنی استعماری خواہشات کے خواب کو عملی جامہ پہنانا شروع کیا :

جنگِ عظیم اور | دولتِ عثمانیہ کے صوبجات پر قبضے کے نئے برطانیہ عراق پر قبضہ | نے دونوں میں مقرر کی تھیں۔ ایک فوج کا نام عسکرِ محاد

مصر اور دوسری کا نام عسکرِ محاذِ عراق تھا۔ اول الذکر سینا کے راستے سے حملہ آور ہوتی تھی۔ اور دوسری کی سرگرمیاں خلیج فارس کے راستے دجلہ اور فرات کے درمیان سرانجام دی جا رہی تھیں :

عراق پر قبضے کے مندرجہ ذیل مدارج تھے :-

- ۱۔ ۲۲ نومبر ۱۹۱۴ء کو بصرہ پر قبضہ ہوا۔ عمارہ اور ناصریہ کی فتح کے بعد جولائی ۱۹۱۵ء تک بصرے کی تمام ولایت پر قبضہ ہو چکا تھا
- ۲۔ ۱۹۱۶ء میں جو اقدام کئے گئے۔ اُن سے کویت واپس مل گیا اور ۱۱ مارچ ۱۹۱۷ء کو بغداد پر بھی اتحادیوں کی فتح ہوئی۔ ساتھ ہی اہل تشیع کے مقدس مقامات نجف، کربلا، کاظمین اور سامرہ ان کے ہاتھ آ گئے :

- ۳۔ ۱۹۱۷ء کی سردیوں میں اور ۱۹۱۸ء کے موسمِ بہار میں جو اقدامات ہوئے۔ اُن کی وجہ سے مفتوحہ علاقہ فائنکن (Menzel) اور کفری (Kufri) تک پھیل گیا۔ اور اس طرح کردوں سے

تعلق پیدا ہو گیا۔ نیز شمال مغربی ایران کی طرف راستہ کھل گیا ۛ  
۴۔ عارضی صلح کے اعلان سے پہلے جو اقدامات ہوئے تھے۔ نیز  
اس صلح کی شرائط کے مطابق موصل پر ۸ نومبر ۱۹۱۸ء کو قبضہ ہو گیا۔  
۲۵ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو کرکوک پر قبضہ ہوا ۛ

مفتوحہ علاقوں کے اتحادیوں نے جو علاقے بھی فتح کئے۔ اُن پر  
انتظامی معاملات بین الاقوامی رواج کے مطابق ایسا فوجی نظام  
رکھا۔ جو کسی حد تک پہلے انتظام کے مطابق تھا۔ مختلف علاقے فوجی  
گورنروں کے حوالے کئے گئے۔ اور ان سب کے اوپر ایک اعلیٰ  
افسر مقرر کیا گیا۔ جو کمانڈر انچیف کے ماتحت ہوتا تھا ۛ

عراق میں مدنی معاملات حکومت ہند کے ماتحت تھے۔ وہاں  
ہندوستانی سکے رائج کئے گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ترکی کے تمام سکوں  
کی (سوائے سونے کے سکوں کے) قیمتیں بہت کم ہو گئی تھیں۔  
سونے کا سکہ ہر قرار رہا۔ کیونکہ اس کی شرح تبادلہ اس کی اصلی قیمت سے  
زیادہ ہوتی تھی۔ ایک اقتصادی اصول ”گریشم“ کے قانون کے نام سے  
مشہور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب بازار میں اچھے اور بُرے  
سکے دونوں رائج ہوں۔ تو اچھے سکے غائب ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ لوگ  
اچھے سکوں کو بچھڑا کر سونے یا چاندی کی صورت میں تبدیل کر لیتے ہیں

یا انہیں جمع رکھتے ہیں۔ یہی حالت عراق میں برقی۔ سونے کا سکہ غائب ہو گیا ۛ

چونکہ عراق پر کامل طور پر فوجی حکومت تھی۔ اس لئے اس کے خلاف انگلستان کے بعض انصاف پسندوں اور عرب قوم پرستوں نے احتجاج کیا۔ بالخصوص یہ دلیل پیش کی گئی کہ برطانیہ نے عربوں سے ایسے مواعید لئے ہوئے ہیں جن کے پیش نظر برطانیہ کو چاہیے کہ وہ متوجہ علاقوں پر کسی حد تک مصلحانہ حکومت کرے ۛ

مس گرٹروڈ ہیل نے ۱۹۲۰ء میں ایک کتاب لکھی تھی۔ جس میں عراق کی سول حکومت کی اس وقت کی رد و بیان کی گئی ہے۔ جب کہ اتحادیوں نے عراق پر قبضہ کیا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مصنفہ نے نہایت متعصبانہ نقطہ نگاہ سے یہ کتاب لکھی ہوگی۔ کیونکہ اس میں ترکی حکومت کی خرابیوں اور برٹش راج کی برکتوں کو گینوایا گیا ہے۔ بہر حال وہی میں مس گرٹروڈ ہیل کی بیان کردہ روداد کے کچھ حصے مختصراً لکھتے ہیں :-

- ۱۔ جس وقت ترکی افواج کو عراق کے مختلف حصے چھوڑنے پڑے تو حکومت عراق کے ترکی افسر اکثر ضروری کاغذات کو ساتھ لے گئے
- ۲۔ عراقی حکومت کے انتظامیہ حالات نہایت مخدوش تھے۔



باشندوں سے ایک تو مالیہ وصول کیا جاتا تھا۔ اور دوسرے حکومت کے پانچ مختلف شعبے الگ الگ خاص محصولات جمع کر کے قسطنطنیہ بھیج کر دیتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان زائد محصولات کی وجہ سے عوام کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ اور قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا ۛ

۳۔ انتظامی اور مالی شعبوں کو ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ محصول اور مالیے کی ایک شرح نہ ہوتی تھی۔ ہر سال یہ شرح بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ رشوت ستانی عام تھی ۛ

۴۔ ترکی سیادت کے دوران میں حکومت عراق کے ہر شعبے میں جو ملازم ہوتے تھے۔ ان کی تعداد ضرورت کے بہت زیادہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ کوئی شخص دن کا نصف حصہ بھی کام نہ کرتا تھا۔ بلکہ اکثر دفاتر میں ملازم سست بیٹھے رہتے تھے ۛ

جب عراق پر برطانوی سیادت غالب آئی۔ تو سرکاری انتظامات کی اصلاح کی گئی۔ عام نظام ترکی خطوط پر ہی قائم رہا۔ کیونکہ یکملتہ تمام نظام کو تبدیل کرنے سے لوگوں کو تکلیف ہو سکتی تھی۔ بہر حال ترکی نظام میں کافی اصلاحات کی گئیں۔ دفاتر میں اکثر مسلمان رکھے گئے اور اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ کیونکہ حکومت کے ہر شعبے کے ریکارڈ ترکی زبان میں تھے۔ دفتری زبان بجائے ترکی کے عربی

قرار دی گئی۔ ملازمین کی تعداد میں تخفیف کی گئی۔  
حکومت کے مختلف شعبہ جات مالیہ محصولات، تعلیم، اوقاف،  
زراعت، آبپاشی وغیرہ کے متعلق کھولے گئے۔ شیعہوں اور سنیوں  
دونوں سے مساوی سلوک کیا گیا۔

برطانیہ کے خلاف اتحادیوں کے مخالف بدستور اپنی سازشوں  
ایک سازش میں مصروف تھے۔ نجف میں مارچ ۱۹۱۸ء  
میں ایک برطانوی افسر قتل کر دیا گیا۔ برطانوی فوج نے نجف کا محاصرہ  
کر لیا۔ نیز اس رستے کو بند کر دیا۔ جہاں سے شہر کے باشندوں کو صفا  
پانی ملتا تھا۔ چنانچہ شہر نے مجرموں کو برطانیہ کے حوالے کر دیا حکومت  
نے ان مجرمین کو شدید سزائیں دیں اور اس طرح اس بغاوت کا قلع تھ  
کر دیا۔ ایک انگریز مصنف لکھتا ہے کہ برطانوی حکومت کے اس  
سخت اقدام سے اس کا وقار بہت بلند ہو گیا۔ اور ۱۹۲۰ء تک کوئی  
بغاوت نہ ہوئی۔

عراق پر برطانوی حکومت کے جو بدانتظامیاں ظہور پذیر ہوئیں اور  
جس قسم کی حکومت عراق پر مسلط کی گئی۔ اس کے خلاف عراقی قوم  
پرستوں نے شدید ناراضگی ظاہر کی۔ کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا کہ برطانیہ  
جنگ کے دوران میں اپنے مواہید کو توڑ رہا ہے۔

برطانیہ اور فرانس | ۸ نومبر ۱۹۱۸ء کو برطانیہ اور فرانس کی طرف سے  
کا متفقہ اعلان ایک اعلان شائع ہوا۔ جس میں ان ہر دو ملکوں  
کی طرف سے اس امر کا اظہار کیا گیا کہ ۱۔

”برطانیہ اور فرانس کا ارادہ ہے۔ کہ جو ممالک ترکوں کے مظالم کے

شکار بنے رہے تھے۔ اور اب آزاد ہو چکے ہیں۔ وہاں ایسی قومی  
حکومتیں قائم کی جائیں۔ جیسی ان ممالک کے باشندے چاہیں؟

چنانچہ اس حکمت عملی کے مطابق برطانیہ نے فیصلہ کیا۔ کہ عراق

کے باشندوں کی رائے مندرجہ ذیل مسائل کے متعلق لی جائے ۱۔

۱۔ کیا ان کی یہ خواہش ہے۔ کہ برطانوی سرپرستی میں ایک ایسی

عرب حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جس کی حدود ولایت

موصل کی شمالی سرحد سے لے کر خلیج فارس تک ہوں؟

ب۔ اگر جواب اثبات میں ہو۔ تو کیا وہ یہ چاہتے ہیں کہ یہی حکومت

کسی عرب امیر کے ماتحت ہو؟

ج۔ اگر جواب اثبات میں ہو۔ تو وہ کس کو امیر بنانا چاہتے ہیں؟

موسم سرما (۱۹۱۸-۱۹) میں تحقیقات شروع ہوئی۔ چونکہ عراق

میں تعلیم عام نہ تھی۔ اور عام عرب ان پڑھ تھے۔ اسلئے برطانیہ نے

فیصلہ کیا کہ بڑے بڑے شیوخ اور دیگر معززین کی رائے لی جائے،

ایک مسئلہ پر سب متفق تھے۔ کہ ولایتِ موصل کو بصرہ اور بغداد کی ولایتوں سے ملحق کر دیا جائے۔ دیگر امور میں مختلف آراء آئیں۔ سترہ مختلف علاقوں سے استصواب رائے کیا گیا۔ جلدہ اور دیگر چھ علاقوں نے درخواست کی۔ کہ برطانوی حکومت برقرار رہے اور امیر نہ مقرر کیا جائے۔ ان میں سے چار علاقوں نے مطالبہ کیا۔ کہ سر پرسی کاکس کو ہائی کمشنر کے عہدے پر مقرر کیا جائے۔ لیکن ان میں سے دو علاقوں نے اس امر کی مخالفت کی۔ کہ امیر شریف حسین کے خاندان میں سے لیا جائے۔ بعقوبہ کے علاقے میں اختلاف رائے تھا قبائلی یہ کہتے تھے کہ برطانوی حکومت رہے۔ لیکن اس علاقے کے باشندوں کی یہ رائے تھی۔ کہ عراق پر خارجی اثر بالکل نہ ہو۔ اور امیر شریف حسین کے خاندان میں سے لیا جائے۔ نجف اور شامیہ کے علاقوں نے برطانوی سرپرستی اور شریف حسین کے خاندان میں سے کسی امیر کی خواہش کی۔ کہ کر بلا اور کافلین کے حریت پرست علماء نے فیصلہ کر دیا۔ کہ سوائے ایک خالص اسلامی حکومت کے اور کسی قسم کی حکومت قبول نہ کی جائے گی +

بغداد میں سوائے ایک دو برطانیہ نواز خاندانوں کے تمام مسلمانوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ایک آزاد عرب حکومت جو خارجی اثر سے آزاد ہو

شریف حسین کے خاندان کے کسی فرد کی امارت میں قائم کی جائے۔  
عیسائیوں اور یہودیوں نے ایک علیحدہ درخواست بھیجی۔ کہ عراق  
میں برطانوی حکومت ہی قائم رہے +

مندرجہ بالا استصواب رائے کے سلسلے میں یہ کہنا ضروری ہے  
کہ جن علاقوں کے باشندوں نے خارجی اثر سے آزاد حکومت کا مطالبہ  
کیا۔ انہوں نے یہ کام بہت جرات لے کر کیا۔ ورنہ حکومتِ برطانیہ  
کی طرف سے جو دباؤ مختلف علماء، شیوخ اور خاندانوں پر ڈالا گیا تھا اسکے  
پیش نظر یہ مطالبہ متفقہ طور پر بھی پیش ہوتا۔ کہ عراق پر حکومتِ برطانیہ  
ہی رہے۔ جب بھی یہ بات حیرت انگیز نہ ہوتی +

یہی وجہ ہے۔ کہ استصواب رائے کے بعد حکومتِ برطانیہ نے  
اُن سات سرکردہ قوم پرستوں کو جلا وطن کر دیا۔ جو برطانوی اثر کے شدید  
مخالف تھے +

شام کے جہادِ آزادی | امیر فیصل کی فوج میں افسروں کی ایک بااثر  
کا اثر عراق پر | تعداد عراق کے باشندوں پر متل متی۔ انہوں  
نے "احد العراقی" کے نام سے ایک انجمن قائم کر رکھی تھی۔ جس کا مقصد  
یہ تھا۔ کہ عراق خارجی اثر سے کامل طور پر آزاد ہو جائے۔ اور اسکا احاق  
ایک آزاد حکومتِ شام سے ہو جائے۔ اور اس متحدہ حکومت کا امیر

خاندان شریعت میں سے ہو۔ جس طرح "ناجی العرب" کے نام سے شام میں ایک انجن قائم تھی۔ بالکل انہی خطوط پر اس جماعت کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ "احد العراقی" نے کوشش کی کہ عراق میں بھی تحریک آزادی کو فروغ ہو۔ چنانچہ ایک موقع مل گیا۔ دریائے فرات کے کنارے حلب اور بغداد کی ولایتوں کے درمیان ایک ترکی سبجن کا مرکز "دیر الزور" (DEIR-EZ-ZOR) کے نام سے ہے۔ پہلے پہل یہ براہ راست قسطنطنیہ کے ماتحت تھا۔ جب اتحادیوں اور ترکوں میں عارضی صلح ہوئی۔ تو دیر الزور کے باشندوں نے حکومت عراق سے مطالبہ کیا کہ ایک برطانوی افسروہاں کے نظم و نسق کے قیام کے لئے بھیجا جائے چنانچہ وہاں سے ایک افسر پہنچ گیا۔ یہاں ایک عجیب حالت پیدا ہو گئی۔ حلب کے عرب گورنر نے اپنے عرب افسر اس جگہ نظم و نسق کے قیام کے لئے بھیج دیئے۔ گو بعد میں ان کی مصالحت ہو گئی۔ لیکن برطانیہ کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہ حرکت ایک بغاوت کا پیش خیمہ ہے۔ حالات کی نزاکت | اب حالات نازک ہو گئے تھے۔ مندرجہ بالا سلو میں ہم یہ ظاہر کر چکے ہیں۔ کہ :-

۱۔ شام میں عراقی عنصر جو "احد العراقی" کی معرفت عراق کی آزادی کی جدوجہد کر رہا تھا۔

۲۔ دیر الزور اور بالائی فرات کے علاقے کی بے حدینی جو اہل عراق کی

سرگرمیوں کی وجہ سے تھی ۛ

۳۔ قبائل کی سرکشی جو کسی حکومت کے آگے سر نہ جھکاتے تھے ۛ

۴۔ بخت اور کر بلا کے علماء سوائے ایک خالص اسلامی حکومت

کے اور کسی بات پر راضی نہ ہوتے تھے ۛ

۵۔ بغداد کے قوم پرستوں کی تحریک ۛ

ان واقعات کی وجہ سے برطانوی وقار کو شدید صدمہ پہنچ رہا

تھا۔ یہ واقعات اسلئے رونما ہو رہے تھے کہ عرب برطانیہ کی عہد شکنی

کے خلاف تھے۔ عوام الناس کی اقتصادی حالت جنگ کی وجہ

سے بہت مخدوش تھی۔ ادھر آزادی کا جذبہ بہت ابھر رہا تھا۔ یہ

سب امور ایک زبردست بغاوت کا پیش خیمہ تھے ۛ

دمشق میں مؤتمر عراق | مارچ ۱۹۲۰ء میں جب شاہمیوں کی مؤثر نے

اور آزادی کا اعلان | اعلان کر دیا۔ کہ اسے شام آزاد ہے اور

امیر فیصل کو اپنا بادشاہ چن لیا۔ تو اہل عراق اور دیگر عراقیوں کے

نمائندوں کی بھی ایک مؤثر ہوئی۔ جس میں انہوں نے عراق کی آزادی

کا اعلان کر دیا۔ اور امیر عبداللہ (برادر امیر فیصل) کو اپنا امیر

منتخب کر لیا ۛ

آزادی کا یہ اعلان بغداد کے حریت پسندوں کے لئے بہت مدد و معاون ثابت ہوا۔ شام میں جہاد آزادی کا زور شور دیکھ کر عراقیوں میں بھی آزادی کی رُوح پیدا ہو گئی۔ قبائل میں بے چینی پھیل گئی۔ سنی اور شیعہ متحد ہو گئے۔ اور انہوں نے اسلامی اتحاد کے کسی مظاہرے کئے ؟

۳۱ مئی ۱۹۲۰ء کو سان ریمو میں عراق پر برطانوی انتداب کے متعلق جو فیصلہ ہوا۔ اس نے تحریک آزادی کو اور زیادہ مضبوط کر دیا آنے والے عراق میں برطانوی سیاسی افسروں نے مستقل انقلاب کے آثار عربی ادارے بنانے کی ایک سکیم بنائی۔ جس کی تجاویز گوشایع تو نہ ہوئی تھیں۔ لیکن سب کو معلوم ہو گئیں۔ بغداد کے پندرہ ہزار باشندوں پر مشتمل ایک مجلس بنائی گئی۔ جس نے ان تجاویز کی اور برطانوی انتداب کی شدید مخالفت کی ؟

۲۱ جون ۱۹۲۰ء کو اس مجلس کے ارکان نے کرنل ولسن کا پیغام سول کشنر سے ملاقات کی۔ اور یہ مطالبہ پیش کیا کہ پرانے ترکی انتخابی حلقوں سے ایک عراقی کنونشن (Convention) طلب کی جائے جو ایک عربی ملی حکومت قائم کرے۔ جیسا کہ برطانیہ اور فرانس کے متفقہ اعلان مؤرخہ ۸ نومبر ۱۹۱۸ء میں درج ہے۔ کرنل ولسن نے



وعدہ کیا۔ کہ وہ یہ مطالبات حکومت برطانیہ تک پہنچا دے گا۔  
 ۲۰ جون کو حکومت برطانیہ کی طرف سے ایک اعلان ہوا۔ جس میں  
 کہا گیا۔ کہ اس سال کے موسم خزاں میں سرپسی کاکس کو برطانوی نمائندے  
 کی حیثیت سے عراق بھیجا جائے گا۔ جو دو مجالس کرے گا۔ پہلی کونسل آف  
 سٹیٹ ہوگی۔ جس کا صدر ایک عرب ہوگا اور ایک عام انتخابی اسمبلی  
 جس کے نمائندے تمام عراق سے منتخب ہو کر آئیں گے۔ اور ان ہر دو  
 مجالس سے مشورہ کر کے سرپسی کاکس ایک مستقل دستور کو تشکیل دیں گے  
 نیز اعلان کیا گیا کہ عراق میں برطانوی انتداب کے ماتحت ایک آزاد  
 حکومت قائم کی جائے گی۔ اور جب برطانیہ کو اس امر کا یقین ہو جائیگا  
 کہ اب عراق اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا ہے۔ تو وہ انتداب جمعیتہ اقوام  
 سے مشورہ لے کر اٹھالیا جائے گا۔

اسی دوران میں ولایت موصل کے شمال مغربی حصے میں کچھ فسادات  
 ہوئے۔ سنہ ۱۹۲۰ء کے موسم بہار میں قبائل میں ایک عام بیداری پھیل گئی  
 تحریک حریت روز بروز ترقی پذیر ہوتی۔ موصل کی دیواروں پر اشنہارات  
 چسپاں تھے۔ جن میں عوام الناس کو بغاوت پر ابھارا گیا تھا۔ ۲۰ جون کو  
 تل عفر (Tel Afar) کے مقام پر جو موصل کے مغرب کی طرف چند  
 میلوں کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ فساد ہو گیا۔ اور دو برطانوی

افسروں کے علاوہ ان کے عملے کو ترہینج کر دیا گیا تھا۔ جو قبائل موصل پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو رہے تھے۔ برطانوی فوجوں کی حرکت سے مقامی طور پر کچھ امن ہوا۔ لیکن تیل میں چنگاری ڈال دی گئی تھی۔ اور اب شعلے بلند ہونے کو تھے۔ چنانچہ چند ہفتوں کے بعد ایک زبردست بغاوت ہو گئی :

ادھر نجف اور کربلا میں ہنگامے ہوئے۔ ۱۲ جولائی ۱۹۲۰ء کو برطانوی حکومت نے ایک اور کوشش کی۔ کہ صبح ہو جائے چنانچہ دستور کو تشکیل دینے کے لئے ایک کمیٹی کے تقرر کا اعلان کیا گیا۔ اس کمیٹی میں قوم پرست لیڈروں کو بھی بلایا گیا۔ لیکن انہوں نے شامل ہونے سے انکار کر دیا :

بغداد میں حریت پرستوں کا مظاہرہ بغداد کے حریت پرستوں نے فیصلہ کیا۔ کہ ایک زبردست مظاہرہ کیا جائے۔ چنانچہ اس کے لئے زبردست تیاریاں شروع ہو گئیں۔ لیکن حکومت نے اس مظاہرے کو ممنوع قرار دیا۔ اور لیڈروں کی گرفتاری کا حکم دیا۔ کچھ گرفتار ہو گئے۔ باقی بغداد سے غائب ہو گئے۔ تاکہ وہ دیگر مقامات پر کام کر سکیں :

انقلاب عراق | وسطی فرات میں بغاوت پھوٹ پڑی۔ کسی فوجی قتل جولائی تا دسمبر ۱۹۲۰ء کر دیئے گئے اور قلعوں کا محاصرہ کر لیا گیا۔

برطانیہ کی حالت نازک ہو گئی۔ گو اس وقت عراق میں ساٹھ ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک فوج تھی۔ لیکن اس فوج کا نصف سے زائد حصہ غیر جنگی فرائض (non-combatant duties) پر لگا ہوا تھا۔ نیز عراق جیسے وسیع ملک میں سیاسی وجوہ اور پولیس کے کاموں کی بنا پر یہ ضروری تھا کہ دو در دو مقامات پر سے متعین کئے جائیں۔ یہی وجہ تھی۔ کہ محفوظ فوج ضرورت کے مطابق نہ تھی۔ بعض علاقوں سے فوج کے دستوں کی کافی تعداد بلا لینا بھی غیر موزوں تھا۔ کیونکہ اس سے بغاوت اُن علاقوں میں بھی پھیل سکتی تھی۔ ذرا بچ ریل و رسائل کی کمی بھی ایسے اقدام میں حاصل تھی۔ چنانچہ بغاوت دبانے کا کام بہت مشکل ثابت ہو رہا تھا۔

جولائی میں فرات کی حالت اور بھی خراب ہو گئی۔ کوفہ کے فوجی مرکز کو مضبوط کرنے کی غرض سے جو فوج حکومت نے بھیجی۔ اُسے سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ دیوانیہ کے کچھ فوجی واپس آ گئے۔ ریلوے لائنیں ٹوٹ گئی تھیں۔

اگست کے دوسرے ہفتے میں برطانیہ نے حکومت نے حلقہ کے مقام پر ایک فوجی مرکز بنالیا۔ کیونکہ حلقہ اور نجد کے درمیان ریل و رسائل کا ذریعہ موجود تھا۔ لیکن اس مرکز کا بھی کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کیونکہ بغاوت ہر جگہ پھیل چکی تھی۔ اور کسی جگہ بھی جارحانہ اقدام کرنا ناممکن تھا۔

رمادی اور فلوچہ بغاوت سے محفوظ رہے۔ منتفق بھی بغاوت سے

الگ رہا ۛ

بغداد اور ایرانی حدود کے درمیان ریلوے محفوظ نہ رہی۔ اور  
وقتاً فوقتاً حملے ہوتے رہے۔ دریائے دیالی کے قبائل نے بھی بغاوت  
کر دی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد یہاں امن ہو گیا۔ لیکن جنوبی کردستان میں  
کرکوک، سلیمانہ اور اربل میں بد امنی برقرار رہی ۛ

اسٹنہ عرصہ تک برطانیہ سے حکومت کے لئے کمک پہنچ گئی تھی  
چنانچہ اب ہمارے اقدامات شروع ہوئے۔ ستمبر کے دوران میں فرات  
پر امن قائم کیا گیا۔ کر بلا ۱۳ اکتوبر کو انگریزوں کے ہاتھ آ گیا۔ ناصریہ کے  
راستے سہارا برطانوی فوجیں پہنچیں۔ اور چھ ہفتے کے محاصرے کے  
بعد یہ بھی برطانیہ حکومت کے قبضے میں آ گیا۔ کوفہ کے فوجی مرکز کو زیادہ  
مدد دی گئی۔ بجٹ بھی جلد قبضہ میں آ گیا۔ کچھ مقامات پر معمولی لسادات  
ہوتے رہے۔ لیکن عام طور پر امن قائم ہو گیا۔ مخالف قبائل سے انکے  
ہتھیار واپس لے لئے گئے۔ چنانچہ اس چیز کا ذکر خالی اردو پسپی نہ ہو گا۔  
کہ مخالف قبائل سے ۶۳۴۳۵ رائفلیں لی گئیں ۛ

ملک بھر کا اقتصادی نظام بھر خراب ہو گیا اور وہ تمام اثرات رونما  
ہوئے جو عموماً ایسی بغاوتوں کے بعد ہوتے ہیں ۛ

ہائی کمشنر اور عارضی | یکم اکتوبر کو سر پرسی کا کس نے ہائی کمشنر کے عہدے کو نسل آف سٹیٹ کا چارج لیا۔ انہوں نے آتے ہی عراق کا دورہ

کیا۔ اور بغداد کے نقیب کی صدارت میں ایک عارضی کو نسل آف سٹیٹ بنائی۔ نقیب بغداد نے حتی الوسع تمام اہم شخصیتوں کو اس کو نسل میں شامل کیا۔ اس کے بعد ایک وزارت مرتب کی گئی۔ جس کے آٹھ رکن تھے۔ جن میں سید طالب پاشا وزیر امور داخلہ، ساسون آفندی وزیر مالیات۔ اور جعفر پاشا العسکری وزیر جنگ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ فیصلہ ہوا کہ کو نسل آف سٹیٹ اور ہائی کمشنر کی مدد سے یہ کاہنہ حکومت کا انتظام عارضی طور پر کرے۔ اور کچھ عرصہ بعد جب حالات سدھ جائیں تو ایک نمائندہ اسمبلی طلب کر کے ملک کے لئے دستور وضع کیا جائے، کو نسل آف سٹیٹ اور کاہنہ کے اختیارات بہت محدود تھے ان ہر دو کے فیصلوں کو رد کرنے کی طاقت ہائی کمشنر کے ہاتھ میں تھی ہر وزیر کے ساتھ ایک انگریز مشیر ہوتا تھا۔ اور وزیر مشیر کی منظوری لئے بغیر کچھ نہ کر سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس انتظام کے خلاف شدید

احتجاج ہوا +  
فیصل کی تخت نشینی  
اب یہ فیصلہ ہونا تھا کہ عراق کا تخت کسے ملے  
اس سلسلے میں کئی امیدوار تھے۔ جن میں امیر

فیصل - نقیب بغداد - سید طالب پاشا - شیخ محمرہ (Mohammerah) امیر ابن سعود، آغا خان اور ترکی شہزادے برہان الدین کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ نقیب بغداد نے معمر ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو امیدوار نہ بنایا۔ شیخ محمرہ اور ابن سعود پر برطانیہ نے دباؤ ڈال کر ان سے اعلان کرا لیا۔ کہ ہم عراق کی بادشاہت نہیں چاہتے۔ آغا خان اور برہان الدین نے بھی اپنے نام پیش نہ کئے۔ مقابلہ دو افراد کے درمیان تھا۔ امیر فیصل اور سید طالب پاشا۔ امیر فیصل حکومت برطانیہ کے اشارے چشم و ابرو پر رقص کرنے کے لئے تیار تھے۔ سید طالب پاشا عراق کو خارجی اثر سے آزاد کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ حکومت برطانیہ نے سید طالب پاشا کی عراق میں موجودگی کو امن عامہ کے منافی خیال کیا اس لئے انہیں اپریل ۱۹۱۱ء میں عراق سے جلا وطن کر دیا۔ اب امیر فیصل کو عراق بلایا گیا اور ہائی کمشنر کی ساختہ کونسل آف سٹیٹس نے انہیں بادشاہت کے لئے منتخب کرا لیا۔ اس کے بعد عام استعواب رائے کیا گیا۔ کیونکہ اور کوئی امیدوار نہ تھا۔ اس لئے قدرتی طور پر امیر فیصل ہی کو منتخب ہونا تھا چنانچہ ۲۳ اگست کو سرکاری طور پر ان کی بادشاہت کا اعلان کر دیا گیا۔ فرانس کو امیر فیصل کے انتخاب پر بہت افسوس ہوا۔ کیونکہ شام کی تمام بغاوتوں کے ذمہ دار یہی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ امیر فیصل کو عراق کے

باشندوں کے ۹۶ فیصدی ووٹ ملے۔ حالانکہ یہ انتخاب آئینی طور پر نہیں ہوا تھا۔ خود برطانوی مصنفین نے لکھا ہے۔ کہ برطانیہ نے دیگر امیدواروں پر زور دے کر انہیں دستبردار کرالیا۔ اور جب صرف امیر فیصل ہی میدان میں رہ گئے۔ تو اسکے بعد بھی عام استصواب آراء کے سلسلے میں عراق کی آبادی پر کافی دباؤ ڈالا۔

بہر کیف برطانیہ کو ایک ایسا آلہ کار مل گیا۔ جو اس کے اشارے پر چل سکتا تھا۔

عراق اور برطانیہ | انگلستان کی رائے عامہ مدّت سے عراق کو کسی حد کے درمیان معاہدہ | تک آزادی دینے کی حامی تھی۔ کیونکہ عراق کے انتظام پر انگلستان کا جو خرچ ہوتا تھا۔ وہ ملک کے بجٹ پر ایک کافی بوجھ تھا۔ امیر فیصل کے انتخاب کے بعد وہ بوجھ اتر گیا۔ اب برطانیہ نے ضرورت محسوس کی۔ کہ عراق سے ایک معاہدہ کیا جائے۔ چنانچہ معاہدے کے لئے گفت و شنید شروع ہوئی۔ معاہدے کی بنیاد یہ قرار پائی۔ کہ برطانیہ بحیثیت انتدائی حکومت کے حکومت عراق سے معاہدہ کرتا ہے۔ نیز پیرس میں منعقدہ جمعیتہ اقوام کی کونسل کے اجلاس میں برطانوی حکومت کی طرف سے مسٹر نیشنر نے اعلان کیا۔ کہ عراق بدستور برطانیہ کے انتداب کے ماتحت ہے۔

معاهدے کی شرائط | ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو معاہدے پر دستخط ہوئے۔

مختصراً اس کی شرائط ذیل میں درج ہیں :-

۱۔ برطانیہ عراق کی "قومی آزادی" میں دخل دینے بغیر اسے "مشورہ

اور مدد دیا کرے گا۔ اور عراق وعدہ کرتا ہے کہ وہ بین الاقوامی

اور ملک کی مالی حکمت عملی کے علاوہ عراق پر برطانوی سیادت کے

سلسلے میں برطانیہ کے ہائی کمشنر متعینہ عراق کے مشورے

قبول کیا کرے گا۔

۲۔ عراق کا کوئی حصہ اس سے الگ نہ کیا جائے گا۔ اور برطانیہ عظمیٰ

عراق کو حسب ضرورت ان شرائط کے مطابق فوجی مدد دیا کریگا

جو بعد میں مرتب کی جائیگی۔

۳۔ برطانیہ عظمیٰ کو شش کرے گا۔ کہ عراق کو جمعیتہ اقوام کی رکنیت

مل جائے۔

ان شرائط کے علاوہ بعض اور شرائط بھی طے ہوئیں۔ معاہدے

کی میعاد بیس سال قرار پائی۔ لیکن مئی ۱۹۲۳ء میں ان شرائط میں ایک

ترمیم منظور ہوئی۔ جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ یا تو یہ معاہدہ اس وقت ختم ہو

جائے گا۔ جبکہ عراق جمعیتہ اقوام میں شامل کر لیا جائے گا۔ اور یا ترکی

سے معاہدے کی منظوری کے چار سال بعد۔



موصل کا الحاق | اب موصل کے متعلق جھگڑا پڑ گیا۔ حکومت ترکی نے عراق سے مطالبہ کیا۔ کہ موصل اس کے حوالے کر دیا جائے۔ ترکوں نے اس سلسلے میں کئی دلائل دیے۔ اور اس امر کے علاوہ کہ موصل میں ترکوں کی آبادی عربوں سے زیادہ ہے۔ انہوں نے تاریخی جغرافیائی، اقتصادی اور فوجی اہمیت کے متعلق دلائل بھی پیش کئے۔ کہ موصل ترکی کا جزو ہے۔ ادھر برطانیہ نے بھی موصل کو غیر ترک علاقہ ثابت کرنے کی کوشش کی :

آخر معاملہ جمعیتہ اقوام میں پیش ہوا۔ جمعیتہ نے ایک کمشن مقرر کیا۔ جس نے فیصلہ کیا۔ کہ اگر عراق والے موصل کو حاصل کرنا چاہیں تو انہیں برطانیہ سے اپنے معاہدے کی میعاد بجائے بیس سال کے پچیس سال کر دینی ہوگی (بشرطیکہ عراق اس وقت تک جمعیتہ اقوام میں شامل نہ ہو چکا ہو) ورنہ موصل ترکی کو دے دیا جائے گا۔ عراق کا حکمران طبقہ موصل کو چھوڑنا نہ چاہتا تھا۔ اسلئے حکومت عراق نے اس شرط کو منظور کر لیا :

موصل کی جنگی اہمیت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کیونکہ عراق موصل کے راستے ترکی پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ اگر موصل پر ترکی کا قبضہ ہو جاتا۔ تو بغداد ہمیشہ ترکی کے رحم پر رہتا۔ اس کے علاوہ یہ امر

بھی قابل ذکر ہے۔ کہ موصل پٹرول کا ایک بہت بڑا مخزن ہے ۔  
 برطانیہ و عراق کے | عراق میں ۱۹۲۲ء والے معاہدے کے  
 معاہدے کا اثر عراق پر | خلافت بہت جذبہ تھا۔ نقیب الاشراف  
 کی وزارت ٹوٹ گئی۔ نومبر ۱۹۲۲ء میں عبدالرحمن سعدون نے وزارت  
 بنائی۔ اس وزارت کے پیش نظر دو کام تھے۔ اول تو معاہدہ برطانیہ و  
 عراق کی تصدیق۔ دوم مجلس تاسیسی کا انتخاب۔ عراق کے قارئین  
 نے اس انتخاب کی مخالفت کی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ برطانوی  
 اثر کے ماتحت درست انتخاب نہیں ہو سکتا۔ لیکن قارئین کو جلد یقین  
 کر کے مجلس تاسیسی کا انتخاب کیا گیا۔ اس مجلس نے مطالبہ کیا۔ کہ  
 معاہدے کی میعاد بجائے بیس سال کے چار سال رکھی جائے ۔  
 نومبر ۲۳ء میں سعدون کی وزارت توڑ کر جعفر پاشا عسکری کی  
 وزارت بنائی گئی۔ اس وزارت نے جون ۱۹۲۳ء میں معاہدے کی  
 تصدیق کرائی اور جولائی ۱۹۲۳ء میں حکومت کے لئے قانون اساسی  
 اور پارلیمنٹ کے لئے قانون بنالیا۔ اس کے بعد یہ وزارت بھی  
 ختم ہو گئی اور ہاشمی وزارت بن گئی۔ جس کے عہد میں موصل کا مسئلہ  
 حل ہوا ۔

لیکن عراق میں وزارتیں ٹوٹتی ہی رہیں ۔

نیا معاہدہ برطانیہ و عراق | ۱۹۲۶ء میں انگلستان اور عراق کے  
 درمیان ایک جدید معاہدے کے لئے گفت و شنید شروع ہوئی اور  
 جنوری ۱۹۲۶ء میں اس پر دستخط بھی ہو گئے۔ لیکن ۱۹۲۷ء میں حکومت  
 عراق نے ایک اور کوشش کی۔ کہ برطانیہ اس معاہدے میں کچھ ترمیمیں  
 منظور کرے۔ چنانچہ ۱۵ دسمبر ۱۹۲۷ء کو ایک نئے معاہدے پر دستخط ہوئے۔  
 اس معاہدے کی رو سے برطانیہ نے عراق کو ایک آزاد حکومت  
 تسلیم کر لیا۔ اور وعدہ کیا کہ ۱۹۳۲ء میں برطانیہ عراق کو جمعیتہ اقوام میں  
 شامل کرنے کی تجویز کی حمایت کرے گا۔

لیکن اس معاہدے کی باقاعدہ طور پر تصدیق اس وقت تک  
 نہ ہو سکتی تھی۔ جب تک کہ جمعیتہ اقوام اس معاہدے کی مالی اور فوجی  
 دفعات کو منظور نہ کرتی۔ چنانچہ چند ترمیمات پیش کی گئیں۔ جن کے  
 خلاف عراق نے احتجاج کیا۔ اور انگلستان و عراق کے تعلقات  
 پھر کشیدہ ہو گئے۔ عراق میں برطانیہ کے خلاف پھر ایک عام جذبہ پیدا  
 ہو گیا۔ ملک بھر میں شورش پھیل گئی۔

ان تمام ہنگاموں کی کچھ ذمہ داری اس وقت کے ہائی کمشنر  
 سر ہنری ڈوبس پر بھی تھی۔ وہ اپنی طاقت کے زعم میں حکومت برطانیہ  
 کو صحیح واقعات سے آگاہ نہ کرتے تھے۔ چنانچہ انہیں واپس بلا کر

سرگبرٹ گلوٹن کو بھیجا گیا۔ یہ طبعاً صلح پسند تھے۔

توفیق سویدی، سعدون پاشا، ناجی سویدی کی وزارتیں بنتی اور ٹوٹتی گئیں۔ سعدون پاشا نے ملک کے حالات سے مایوس ہو کر خودکشی کر لی۔ ناجی سویدی نے ان کی جگہ کو سنہجالا۔ لیکن کچھ جدوجہد کے بعد وہ بھی تھک گئے۔

نوری پاشا سعید کی وزارت | مارچ ۱۹۳۱ء میں نوری پاشا سعید اور جدید معاہدہ ۱۹۳۱ء نے وزارت کو تشکیل دی اور کافی گفت و شنید کے بعد ہی ۱۹۳۱ء میں ایک معاہدہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جس سے عراق کی آزادی مسلمہ ہو گئی۔ اس معاہدے کی میعاد پچیس برس قرار پائی۔ معاہدے کی اہم دفعات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ اس معاہدے کی رو سے برطانوی حکومت عراق کو ایک مستقل اور آزاد حکومت تسلیم کرتی ہے۔ آئندہ عراق کا سفیر ملک معظم برطانیہ کے سامنے عراق کی نمایندگی کے فرائض انجام دے سکے گا۔

۲۔ معاہدے کی رو سے انداکے سلسلے میں حکومت برطانیہ کی ذمہ واریاں ختم ہو جائیں گی۔ لیکن انگریزوں کے امتیازات اور تحفظات بدستور قائم رہیں گے۔ جو عدالت، اور حکومت عراق کے شعبہ مالیات کے اس حصے سے تعلق رکھتے ہیں جن سے انگریزوں کا مفاد وابستہ ہے۔

- ۳۔ برطانیہ کو حق حاصل ہوگا۔ کہ وہ عراق سے اپنی فوجیں گزاری سکے۔  
 ۴۔ بیدلۃ الملک شاہ عراق برطانیہ کو اجازت دیتے ہیں۔ کہ وہ فرات کے مغرب کی طرف دو برطانوی فضائی مستقر قائم کر لے۔  
 ۵۔ جنگ کی صورت میں دونوں فریق ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔  
 ۶۔ اس معاہدے پر ٹنڈر آئندہ اس وقت سے شروع ہوگا۔ جبکہ عراق جمعیتہ اقوام کا رکن بن جائے گا۔

عراق کی جمعیتہ اقوام | ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو جمعیتہ اقوام کی اسمبلی کا ایک  
 میں شمولیت اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں عراق کو جمعیتہ اقوام  
 کا رکن بنایا گیا۔ اور متحدہ جمعیتہ نے ایک اعلان کیا۔ کہ آج سے جمعیتہ اقوام  
 بجائے ۵۲ اقوام کے ۵۳ اقوام پر مشتمل ہے۔ اور اسی دن عراق پر  
 برطانوی انتداب ختم ہو گیا۔

امیر فیصل کی وفات | امیر فیصل کو دل کی بیماری مدت سے تھی۔ وہ بیماری کا علاج کرانے کی غرض سے سوئٹزرلینڈ آئے۔ لیکن چند روز کے قیام کے بعد ہی ۸ ستمبر ۱۹۳۳ء کو حرکت قلب بند ہو جانے سے اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نعلش بغداد لائی گئی اور ۵ ستمبر کو سپرد خاک کی گئی۔  
 امیر فیصل کی پہلی سرگرمیوں پر خواہ ہمیں کتنے ہی اعتراضات کیوں

نہ ہوں۔ لیکن اس حقیقت کا اعتراف ضروری ہے۔ کہ بعد میں وہ خلوص  
کے ساتھ عراق کی فلاح و بہبود چاہنے لگے۔ اور سن ۱۹۳۱ء کے معاہدے  
کے سلسلے میں جو کامیابی ہوئی۔ وہ انہیں کی مخلصانہ کوششوں کا نتیجہ تھی۔  
شاہ غازی اول | امیر فیصل کے بعد ان کے فرزند شاہ غازی اول  
تخت نشین ہوئے۔ آپ نے چند سال حکومت کی اور اپریل ۱۹۳۹ء میں  
ہوٹے کے ایک حادثے میں جان دے دی۔

فیصل دوم | آپ کے بعد آپ کا پہلا رسالہ لڑکا فیصل دوم کے نام سے  
تخت نشین ہوا۔ امیر عبداللہ ریجنٹ مقرر ہوئے۔  
فلسطین کے متعلق | مسئلہ فلسطین کے حل کے لئے عراق نے جو  
عراق کی حکمت عملی | کوششیں انجام دی ہیں۔ وہ اظہر من الشمس ہیں  
حکومت عراق۔۔۔ انتداب فلسطین کی شدید مخالفت کی ہے۔ اور  
عربوں کے مطالبے کی حمایت کی ہے۔

عراق اور سعودی | عراقی پارلیمنٹ کے ایک اجلاس میں عراق کے  
عرب کے اختلافات | وزیر اعظم نوری پاشا السعید نے اس امر کو تسلیم کیا  
کہ عراق اور سعودی عرب کے درمیان کچھ اختلافات ہیں۔ جن میں بحیرہ میں  
ہردو ممالک کے مفاد، سرحدی جھگڑے اور عرب ممالک کے سلسلے میں  
سیاسی حکمت عملی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ وزیر اعظم نے اعلان کیا۔ کہ

اگر مصری حکومت ہم میں مفاہمت کرانے کی کوشش کرے۔ تو ایسی کوشش کا خیر نہ رہ کیا جائے گا :

عراق اور موجودہ جنگ | موجودہ جنگ کے متعلق عراق نے فیصلہ کیا۔ کہ وہ برطانیہ اور فرانس کی مدد کرے گا۔ چنانچہ حکومت عراق نے برنی سے اپنے سفارتی تعلقات منقطع کر لئے :

سیاسیات عراق کا نیا رخ | مدرسے عراق کے سیاسی مدبرین کا خیال تھا کہ عراق کو فوجی اور دیگر امور میں جمہوریہ ترکیہ سے خاص روابط قائم کرنے چاہئیں۔ لیکن برطانیہ ان کے عزائم میں حائل تھا۔ برطانیہ اور ترکی کا پہلا معاہدہ ہوا ہے۔ عراق اور ترکیہ کے تعلقات وسیع ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ گزشتہ برس ہون کے مہینے میں شوکت ناجی بک وزیر خارجہ عراق نے ایک بیان میں کہا کہ "آئندہ ہمارے فوجی تعلقات کلینٹ ترکوں کے ساتھ وابستہ ہونگے فوج کی تنظیم و تربیت کا کام ترک افسروں کے سپرد کیا جائے گا۔ اور سرحدوں پر قلعہ بندیوں کے کام بھی ترک افسر مقرر ہونگے :

جبکہ عراق میثاق سعد آباد میں شامل ہوا ہے۔ اس وقت سے ترکی سے تعلقات اور بھی بڑھ گئے ہیں۔ چنانچہ فرانس کی شکست پر شام کے مسئلہ پر ہر دو حکومتوں نے باہمی مشورہ کیا ہے اور فیصلہ کیا ہے :

کہ شام کی موجودہ صورت برقرار رہے۔ عراق اور ترکی کے وزراء اور  
 سفراء اکثر آپس میں ملاقات کر سیکھے ہیں الا وہی مسائل پر غور کرتے ہیں۔  
 حالہ ہی میں رشید عالی بیگ گیلانی نے نوری پاشا سعید کی  
 وزارت کو بے دخل کر کے اپنی وزارت قائم کر لی ہے۔ امیر عبداللہ کو  
 یہ خبر ملنے پر سہرے سے سکدوٹ کر کے ان کی جگہ شریف شرف کو مقرب  
 کر دیا ہے۔ جنگ کے پھیلاؤ کے خطرے کو محسوس کر کے برطانیہ نے اپنی  
 فوج کو سب معاہدہ سابقہ عراق میں بھیج دیا ہے۔ پہلے عراق نے ان  
 افواج کا قبضہ کر لیا لیکن بعد میں کہا کہ اب مزید قبضہ اس وقت تک نہ اتاری جائیں  
 جب تک کہ یہ فوجیں نہ گزاری جائیں معاہدے کی رو سے برطانیہ کو صرف  
 فوجیں گزرنے کا حق حاصل ہے لیکن ساتھ ہی ایک دفعہ موجود ہے جس کی  
 رو سے جنگ کی صورت میں عراق کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ  
 برطانیہ کی مدد کرے۔ نیز برطانیہ کو عراق کے فضائی مستقر اور ذرائع ریل و  
 رسائل کو استعمال کرنے کا حق دیا گیا ہے معاہدے کی شرائط کی تاویل کے  
 متعلق حکومت عراق اور برطانیہ کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے۔ جواب  
 ایک باقاعدہ جنگ کی صورت اختیار کر چکے ہیں عراق نے جرمنی سے مدد  
 طلب کی ہے۔ چنانچہ شام کے ذریعے طیارے اور سامان جنگ بھیجا جا رہا ہے۔



۱۲۷

# شام

آبادی اور رقبہ — حدود و اربعہ — مشہور شہر — بندرگاہیں — دریا — بازار — جمعیں  
 شام میں تخریب قومیت کی ابتدا — جنگ عظیم — شام پر اتحادیوں کی  
 یلغار — دمشق کی فتح — معاہدہ سائیکس پیکو کا اعلان — فیصل کی حکمت رانی  
 میں تبدیلی — فسادات اور ہنگامے — انقلاب شام — لبنان کی  
 علیحدگی — فرانسیسی انتداب کے پہلے ۳۲ سال شام کی تقسیم — لبنان  
 جبل الدروز — سوریہ — العلویین — اسکندرونہ — ۱۹۴۳ء  
 میں نئی تقسیم — تقسیم کے اصول پر ایک نظر —

دروزیوں کی بغاوت — دمشق پر دروزیوں کا قبضہ اور بیماری —  
 دروزی جہاد آزادی کا خاتمہ — فرانس اور برطانیہ کی متفقہ کوشش  
 امیر عبداللہ والے شرق اردن کی دروزیوں کی غداری — ابن سعود کی فراخ دلی  
 شام میں قیام امن — فرانس کی سمجھوتے کے لئے کوششیں —  
 تشدد کا احیاء — شامیوں کے مطالبات — صلح کی گفت و شنید  
 اور معاہدہ شام و فرانس — فرانس کی طرف سے معاہدے کی خلاف ورزی  
 شام میں آئینی تعطل — فرانس کی جدید سیاسی حکمت عملی —  
 جنگ کے متعلق شام کا رویہ — شام میں تخریب اتحاد —

# مسئلہ شام

سیاسیات شام کی تدریجی نشوونما کے مطالعہ سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس ملک کی جغرافیائی معلومات سے کسی حد تک واقفیت حاصل کر لی جائے اس لئے ذیل میں چند اہم امور کے متعلق معلومات درج ہیں :-

آبادی اور رقبہ | شام کی آبادی لبنان سمیت تیس لاکھ ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ باقی یہود و نصاریٰ ہیں۔ مسلمانوں میں اکثریت اہل سنت (حنفی - شافعی - حنبلی) کی ہے۔ اور ان کے بعد شیعہ فرقوں میں متاولہ نصیریہ - اسماعیلیہ اور دروز ہیں۔ شام کا کل رقبہ ۵۴۹۰۰۰ مربع میل ہے

حدود و اربعہ | شام کے شمال کی طرف ترکی اور عراق - مشرق کی طرف شرق ارون - جنوب کی طرف فلسطین اور مغرب کی طرف بحیرہ روم ہے

مشہور مقامات | ذیل میں ملک شام کے مشہور شہروں - بندرگاہوں پہاڑوں - دریاؤں اور جھیلوں کے نام دیئے جاتے ہیں :-

شہر :- حلب - انطاکیہ - حماہ - بعلبک - دمشق (یہ دارالخلافہ ہے)

بندر گما ہیں :- اسکندرون (یہ بندر گاہ اب ترکی کو واپس مل گئی ہے تفصیلات ترکی کے حالات میں ملاحظہ ہوں) طرابلس الشام۔ لاذقیہ۔ بیروت۔ صیدا۔ صور ۛ

پہاڑ :- سلسلہ جبال ابرکات۔ امانوس۔ سلسلہ جبال النصیریہ۔ اشترۃ۔ لبنان۔ جبل قاسیون۔ جبل الدروز۔ جبل عامل۔ عجلون۔ مئواب۔ دریا :- بروسی۔ نیجا۔ النہر الکبیر۔ الارون۔ الیرموک۔ العاص۔ نہر الذهب ۛ

بھیلیں :- بحیرہ حمص۔ بحیرہ انطاکیہ۔ بحیرات المرنج ۛ

شام میں تحریک | عرب کے مختلف ممالک میں سب سے پہلے شام میں قومیت کی ابتداء قومیت کی تحریک کا آغاز ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ جنگ عظیم کے بعد سب سے پہلے شام نے اپنی کال آزادی کا اعلان کیا۔ شام میں قومی تحریک کی ابتداء اس وقت ہوئی جب کہ مصر میں محمد علی اپنی اصلاحی کوششوں میں مصروف تھا۔ محمد علی اور اس کے فرزند ابراہیم نے شاہی کو ان کے گوشہ تنہائی سے نکالا۔ اور رسل و رسائل میں آسانی پیدا کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سبھی مبلغین کی ایک بڑی تعداد شام میں مل بیوگئی۔ انیسویں صدی کے اواخر میں ان مبلغین اور مسلمان و عیسائی

ادبار کی سرگرمیوں کی وجہ سے شام کے باشندوں میں قومیت کی تحریک شروع ہو گئی۔ قومیت پسند مسلمان اور عیسائی جمع ہو کر ایسی تدابیر پر غور کرنے لگے۔ جن سے وہ خلافت عثمانیہ سے رشتہ توڑ سکیں :

ادھر جب ترکی میں انجمن اتحاد و ترقی کے ارباب کار نے حکومت پر قبضہ کیا۔ تو انہوں نے دیگر ممالک کے علاوہ شام میں بھی ترکی تمدن اور زبان کو متعارف کرنا چاہا۔ تحریک قومیت پہلے سے ہی فروغ پا رہی تھی اور وہ اس اقدام سے زیادہ ترقی کرنے لگی :

شام کے باشندوں کا مطالبہ تھا۔ کہ انہیں خلافت عثمانیہ کے زیر سیادت کم از کم مساویہ حقوق اور اختیارات ملیں۔ اس سلسلے میں کئی عراقی، شامی اور عرب گرفتار ہوئے۔ مگر تحریک روز بروز تقویت پکڑنے لگی۔ شام اور عراق کی تقریباً پوری آبادی عربی النسل ہے اس لئے عرب کے سب سے بڑے امیر شریف حسین اس تحریک کے قاید بن گئے۔ ترک ہرگز اس امر کیلئے تیار نہ تھے۔ کہ شامیوں کو آزادی دے کر خلافت عثمانیہ کی طاقت کو پارہ پارہ کرنے کی ابتدا کر دی جائے۔ اس لئے انہوں نے یہ مطالبہ ٹھکرا دیا۔ اب شریف حسین نے مذہبی آڑے کر رکھ کر کی آزاد خیالی کے خلاف تحریک شروع کر دی۔ ظاہری طور پر شریف حسین ترکی کے ساتھ تھے۔ لیکن اندر ہی اندر مخالف قوتوں سے رشتہ

جوڑنے میں مصروف تھے ۔

**جنگ عظیم** | ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم چھڑ گئی۔ اتحادیوں کو ضرورت محسوس ہوئی کہ جزیرۃ العرب کے حکمرانوں کو ساتھ ملا کر شرفی مفاد کی حفاظت کی جائے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کی سازشوں کے بعد برطانیہ شریف حسین کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو گیا۔ کامیابی کی وجہ ایک معاہدہ سے وابستہ تھی جس کے مطابق جنگ کے اختتام پر برطانیہ کی مدد سے ایک آزاد عرب حکومت کا قیام قرار پایا۔ جس کے ماتحت عرب، عراق، شام وغیرہ ہوں اور اس پر شریف حسین کی بادشاہت کے متعلق فیصلہ ہوا۔ لیکن شریف حسین کو اصل میں دھوکا دیا گیا تھا۔ کیونکہ ۱۶ مئی ۱۹۱۶ء کو برطانیہ اور فرانس کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ "معاہدہ سائیکس پکو" کے نام سے ہوا۔ اس معاہدے کی رو سے شام کو ان دونوں ملکوں نے آپس میں بانٹ لیا۔ فلسطین برطانیہ کے حصے میں آیا۔ ساحلی علاقہ اسکندرون تک فرانس کو ملا۔ اور شہر بیروت جنگ پس خوردہ علاقہ یعنی حلب سے شام تک کا حصہ شریف حسین کے لئے مقرر ہوا ۔

گورنر جس پر اس وقت بالشویک قابض ہو گئے دنیا پر سائیکس پکو معاہدے کی شرائط منکشف کر چکا تھا۔ لیکن شریف حسین کو انگریزوں پر بہت اعتماد تھا۔ اس لئے اس نے اس کی پروا نہ کی ۔

شام پر اتحادیوں کی یلغار | شریف حسین کے لڑکے امیر فیصل نے یہ سوچا۔ اگر شرقی ارون اور معان پر قبضہ ہو جائے۔ تو پھر شام کا راستہ کھل سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے اتحادیوں کی افواج سے کام لے کر شرقی ارون اور معان پر قبضہ کر لیا۔ اس دوران میں برطانوی فوجیں جو شام میں ترکوں سے نبرد آزما تھیں۔ انہوں نے دمشق اور فلسطین اور الخلیل پر قبضہ کر لیا۔ ۲۸ ستمبر کو دراعہ فتح ہوا۔ دمشق کی فتح | عربوں نے دمشق کی فتح کے سلسلے میں ترکوں پر جو مظالم توڑے۔ قلم میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ ان مظالم کو تحریر میں لاسکے۔ اس مہم کے پیچھے کرنل لارنس اپنی چالیں چل رہا تھا۔ اس نے دمشق کے گورنر علی رضا پاشا کے نام ایک پیغام بھیجا۔ کہ وہ شہر پر عربی جھنڈا لہرا دے۔ علی رضا پاشا دمشق کی ایک مہمگرم انجمن "ناجی العرب" کا صدر بھی تھا۔ اور ترکوں کے خلاف سازشوں میں شریک تھا۔ بعض مجبوروں کی وجہ سے علی رضا خود یہ کام نہ کر سکا۔ اسلئے اس کے نائب شکر علی پاشا الایوبی نے دمشق کے ٹاؤن ہال پر عربی علم نصب کر دیا۔ ٹاؤن ہال کے سامنے عربوں کا ہجوم تھا۔ اور وہ آزادی کے حصول پر مسرت میں والہانہ قص کر رہے تھے۔ کسے معلوم تھا کہ ان کی مسرت عارضی ہے اور ان پر ایک ایسی ملکیت مسلط ہونے والی ہے جس کے مظالم کے آگے خلافت عثمانیہ کے

مظالم کی کوئی حیثیت نہیں۔ کرنل لارنس کی کتاب بعنوان "قتل و دانش کے سات ستون" میں درج ہے۔ کہ میں دمشق کی فتح کے بعد اکیلا اپنے کمرے میں بیٹھا تھا کہ یکایک مسجد سے اذان بلند ہوئی۔ اور اذان کے خاتمے پر مؤذن نے کہا۔ "اے دمشق کے رہنے والو! آج اللہ تعالیٰ نے ہم پر بہت کرم کیا۔" لارنس کہتا ہے۔ کہ اس وقت میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ مؤذن کی مسرت بے معنی ہے۔

دمشق کی فتح پر اکتوبر ۱۸۳۰ء میں ترکوں نے شام کو غالی کر دیا۔ اس پہلے امیر فیصل شرق اردن کے راستے شام میں ایک فوج کی حیثیت سے داخل ہو گیا۔

معاهدہ سائیکس پیکو کا اعلان | اُدھر برطانیہ اور فرانس نے معاہدہ سائیکس پیکو شائع کر دیا۔ عربوں نے اس کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ اور شام کے طول و عرض میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ امیر فیصل پیرس کو روانہ ہوا تاکہ وہاں امن کانفرنس میں شرکت کر کے معاہدہ سائیکس پیکو کا استراطل میں لائے پیرس میں اس کا نہایت شاندار استقبال ہوا۔ لیکن فرانس کے وزیر امور خارجہ نے اعلان کر دیا کہ "فرانس شام میں اپنے تاریخی۔ قانونی اور ادبی حقوق سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔" امیر فیصل پہلے تو صرف شام کی آزادی کا مطالبہ کرتا تھا۔ لیکن بعد میں اس نے فیصلہ کیا۔ کہ



عرب، عراق اور شام کی متحدہ حکومت کا مطالبہ کیا جائے۔ فرانس کے وزیر خارجہ کے اعلان نے شام کے امن کو ختم کر دیا۔ عربوں نے بغاوت کر دی۔ اسوقت امن کا قیام ناممکن معلوم ہونا تھا۔ فرانس خود سمجھتا تھا کہ موجودہ حالات میں شام پر ایک پائی بھی خرچ کرنا اس کے لئے ناممکن ہے اس لئے وزیر اعظم موسیو کلیمیشو نے مہماہمت کی تجویز پیش کی۔ کہ اگر شام کی حکومت بعض خاص معاملات اور مہاشی امور میں مداخلت کے حق کے علاوہ شام پر فرانس کی سیادت قبول کرے۔ تو فرانس شام کی آزادی کو تسلیم کرے گا۔" امیر فیصل نے اس تجویز کو قوم کے سامنے پیش کرنے کا فیصلہ کیا اور دمشق واپس آگیا۔ جہاں اس کا نہایت شاندار استقبال ہوا اس نے ایک ہنگامہ خیز تقریر میں کہا کہ۔

"آزادی دی نہیں جاتی حاصل کی جاتی ہے۔ قوم کی آزادی

خود اسکے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ہمیں ایک معزز زندگی بسر کرنے کے لئے متحدہ جدوجہد کرنا ضروری ہے۔ کامل آزادی کامل

اتحاد اور تنظیم سے ملتی ہے۔"

اسی قسم کی تقریریں شام کے مختلف حصوں میں کی گئیں۔ ان تقریروں نے شام کے طول و عرض میں ایک آگ لگا دی۔ اور شامیوں نے امیر فیصل کو اپنا محتال بنالیا۔

فیصل کی حکمت | بعض خاص اور مخفی منسلحتوں کی بنا پر امیر نے  
 عملی میں تبدیلی | اپنی سیاسی حکمت عملی بدل دی۔ اور مئی ۱۹۱۹ء میں  
 حکومت فرانس کے شافی نمائندے موسیو جارج پکیو سے گفت و شنید  
 کر کے یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ چند پابندیوں کے ساتھ شام پر فرانس کی سیادت  
 تسلیم کر لی جائے۔ چنانچہ ایک ماہ بعد فرانس کی طرف سے اس کی منظوری  
 بھی آگئی۔ لیکن اسی دوران میں چند اور پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں۔ لبنان  
 کے رہنے والوں نے مطالبہ کیا۔ کہ انہیں شام سے الگ کر دیا جائے  
 امیر فیصل نے برطانیہ سے بھی مدد مانگی۔ لیکن وہاں سے انکار کر دیا گیا۔  
 فسادات | امیر فیصل کی خواہش تھی۔ کہ اول برطانیہ اور فرانس سے  
 اور ہنگامے | کوئی جھگڑا نہ ہونے پائے۔ دوسرے شام کی آزادی  
 بھی برقرار رہے۔ لیکن اسے انتہی پندوں پر قابو نہ تھا۔ چنانچہ ملک کے  
 مختلف حصوں میں فسادات شروع ہو گئے۔ اور دیرمہاس۔ قلیو۔ جدیدہ  
 ہمین ایل، انطاکیہ اور تل کلبج میں خونریزیاں ہوئیں۔ نصیریوں اور  
 اسماعیلیوں میں بھی جنگ چھڑ گئی۔ غرض ہر طرف انقلاب ہو گیا۔ چند ماہ  
 بعد تمام فسادات فرو ہو گئے۔

انقلاب شام | فروری ۱۹۲۰ء میں دمشق کے مقام پر شام کی قومی  
 حکومت کی تشکیل اور دستور اساسی بنانے کی غرض سے ایک کانفرنس

ہوئی۔ اس میں امیر پیل کو شام کی جمہوری حکومت کا امیر چن کر اعلان کر دیا گیا۔ کہ فرانس کو اب شام سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ فرانس اور برطانیہ دونوں نے اس نئی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

فرانس کمزور ہو رہا تھا۔ اور وہ خود بخود مجبور تھا۔ اس لئے ہینرل گورو (فرانسیسی نمائندہ) نے امیر پیل کو چار مطالبات ارسال کر کے چار دن کے اندر اندر جواب طلب کیا۔ مطالبات یہ تھے :-

۱۔ فرانس کو حق حاصل ہوگا۔ کہ وہ ریاق اور حلب کی ریلوے کو استعمال کر سکے ؛

۲۔ جبری فوجی بھرتی بند کر دی جائے ؛

۳۔ شامی حکومت فرانسیسی انتداب کو تسلیم کرے ؛

۴۔ گزشتہ فسادات میں فرانسیسی فوجیوں پر جن شامیوں نے تشدد

کیا ہو۔ ان کی تحقیقات کر کے مجرموں کو قرار واقعی سزا دی جائے ؛

امیر پیل نے دمشق کے عائد کی ایک نمائندہ مجلس کے سامنے یہ

مطالبات پیش کئے۔ لیکن مجلس نے انہیں مسترد کر دیا۔ امیر کی خواہش

تھی۔ کہ انہیں مان لیا جائے۔ اس لئے اس نے خاموشی سے ایک

تاجر جزائر اور کو بیج دیا۔ کہ یہ مطالبات مجھے منظور ہیں۔ لیکن دمشق کے

عرب یہ دولت برداشت نہ کر سکتے تھے۔ انہوں نے تارک سلسلہ کاٹ دیا

حکومتِ شام کے وزیر جنگ یوسف غنم نے اعلانِ جنگ کر دیا۔ فرانسیسی اور دمشق فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ امیر فیصل نے دمشقوں کو حکم دیا کہ وہ فرانس کا مقابلہ نہ کریں۔ دمشقوں نے اس حکم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور دمشق کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ انتہا پسندوں نے امیر فیصل کے خلاف بغاوت کر دی۔ کئی جانوں کا نقصان ہوا۔

اب امیر فیصل کو رائے عامہ کا خوف محسوس ہوا۔ چنانچہ اس نے جامعِ اموی میں ایک پرچوش تقریر کی اور کہا کہ وہ اس جہاد میں پیش پیش رہے گا۔ لیکن ساتھ ہی اندر ہی اندر حالات کا انتظار کرنے لگا۔ فرانسیسی ہساکر دمشق کی سرحد پر پہنچ گئے۔ دمشق کا معمولی سا لشکر یوسف غنم کی قیادت میں مقابلہ کرنے لگا۔ یوسف غنم شہید ہوئے۔ تو شاہوں کا دل لوٹ گیا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ۲۵ جولائی ۱۹۱۸ء کو فرانسیسی فوجیں دمشق میں داخل ہو کر شہر پر قابض ہو گئیں۔ اس کے بعد حکومتِ فرانس نے امیر فیصل اور اس کے چند رفقاء کو اپنی خاص ٹرین میں بھا کر بغداد پہنچا دیا۔ اور اس طرٹِ شام سے اسلامی حکومت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔

لبنان کی علیحدگی | اب ہم مختصر فرانسیسی استعمار کی اس حرکت کی تاریخ بیان کریں گے۔ جو اگر ۱۹۲۰ء میں لبنان کی شام سے علیحدگی پر منتج ہوئی۔

جس وقت فرانس کے وزیر خارجہ نے شام میں فرانسیسی حقوق کے متعلق اعلان کیا تھا۔ اسی دور میں فرانس کے شامی نمائندے یوپیو پیکر نے ایک تقریر دمشق میں کی۔ جس سے لبنان کے عیسائیوں نے یہ سمجھا کہ شاید فرانس نے مسلمانوں کے مقابلے پر انہیں نظر انداز کر دیا ہے۔ اس لئے ان میں بہت بے چینی پھیل گئی۔ جس نے مسلمانوں کی مخالفت کا رنگ اختیار کر لیا۔ لیکن لبنان کے وطن پرستوں نے اسکی مذمت کی۔ اور شام سے علیحدگی کے مطالبہ کی شدید مخالفت کی۔ اُدھر امیر فیصل نے لبنان سے وعدہ کیا۔ کہ وہ عیسائیوں اور مسلمانوں سے مساوی سلوک کرے گا۔

فرانسیسی استعماریت اندر ہی اندر اپنا کام کر رہی تھی۔ چنانچہ لبنان میں عیسائیوں نے ایک تحریک شروع کر دی۔ کہ لبنان کی حدود کو وسیع کر کے اسے مستقل آزادی دی جائے۔ اور یہ فرانسیسی انتداب میں رہے۔ اس تحریک کے قائد کلیروس اور سارونی تھے۔ اور انہوں نے اپنا ایک وفد فرانس بھیجا۔ چنانچہ فرانس کے وزیر اعظم نے ان کا مطالبہ تسلیم کر لیا۔

انہی دنوں شام میں امریکن کمشن رائے عامہ کے اسٹنڈا ب کیلئے آیا تھا۔ تاکہ وہ یہ معلوم کرے۔ کہ شامی کس حکومت کا انتداب چاہتے ہیں

اس گمشدہ لبنان کی علیحدگی کے مسئلہ کی بہت حوصلہ افزائی کی ہے  
 جب شام میں امبرسپیکل کی "جدید حکومت" قائم ہونی تھی۔ اس وقت  
 لبنان کے باشندوں کا ایک وفد تو بیروت گیا۔ تاکہ لبنان کی علیحدگی پر زور  
 دے لیکن دوسرا وفد یورپ جانے کے لئے اس شخص سے تیار نہ ہوا۔  
 کہ وہ لبنان کی علیحدگی کی مخالفت کرے۔ یہ وفد لبنان کی طرف سے  
 تیار ہوا تھا۔ فرانسیسی حکومت نے اس وفد کے ارکان کو قید کر لیا؛

اب جبکہ حکومت فرانس نے شام پر کامل طور پر قبضہ کر لیا تھا۔ تو اس  
 نے لبنان کی سابق حدود و جبل عامل۔ وادی تیمم۔ بعلبک۔ بقاع۔ طرابلس  
 عکا اور حصن صافیا تک بڑھا دیں۔ اس حکومت کا دارالمنافہ بیروت ہے۔  
 یہاں ایک جسٹس ٹی یا نیشنل پارلیمنٹ۔ بھی قائم ہے۔ رقبہ ۱۰۵۰۰ کھوٹیر مربع  
 اور آبادی سات لاکھ ہے۔ مشہور بندر گاہیں طرابلس الشام۔ بیروت۔  
 صیدا۔ رحدر ہیں۔ یعنی سوائے اسکے۔ رونہ کے اور کوئی بندر گاہ شام کے  
 یا اس موجود نہ رہی ہے؛

لبنان کی علیحدگی کا اعلان یکم ستمبر ۱۹۴۲ء کو ہوا۔ شامی وطن پرستوں  
 اس اعلان کے خلاف شدید احتجاج کیا اور ملک بھر میں پھر فسادات اور  
 ہنگامے ہوئے؛

فرانسیسی انتخابات کے پہلے ساڑھے تین سال | فرانسیسی انتخابات کا پہلا

دو رساڑھے تین سال کا تھا۔ اس دوران میں جنرل گوراہائی کمشنر رہا۔  
 نومبر ۱۹۱۹ء میں اس نے اپنے تقرر پر اعلان کیا۔ کہ اس کا مطمح نظر  
 شام کا اقتصادی احیاء ہے۔ اس نے کہا کہ ہم دیدہ واکو کے قایدارشل  
 لیا تے کے یہ الفاظ میسر لئے رہنمائی کا باعث ہو گئے۔ کہ جب تک  
 ملک پر فرانسیسی پرچم نسب ہے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم نہ صرف فوجی  
 طاقت سے اس کی حفاظت کریں۔ بلکہ ہمارے پیش نظر یہ بھی ہو۔ کہ  
 ملک کے باشندے خوشحال ہوں۔ اور ان کی اقتصادی حالت مضبوط ہو۔  
 یہ الفاظ بہت حسین تھے۔ لیکن الفاظ کے حسن کا کیا فائدہ جب کہ ان پر  
 عمل نہ ہوا ہو ؟

فرانس کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے جنرل گوراہ نے ایک ایسی  
 حکمت عملی اختیار کی۔ جس سے شام کی صنعت و صرفت کو نقصان پہنچے  
 اور زراعت کو فروغ حاصل ہو۔ حالانکہ اس وقت تک شام میں زراعت  
 کے احیاء کا کوئی موقع نہ رہا تھا۔ اور زرعی احیاء کے سلسلے میں بہت  
 بڑی مشکلات سدراہ تھیں۔ لیکن گوراہ نے ان مشکلات کی مطلقاً پرواہ نہ  
 کی۔ اس کے عہد میں فرانسیسی تاجروں کو خاص رعایات دی گئیں۔  
 عوام الناس کی خواہشات کی تکمیل پر توجہ کرنے سے احتراز کیا گیا۔ نہ  
 دستور اساسی بنا اور نہ کوئی ذمہ دار حکومت بنی گوراہ کے بعد دیگیاں سیرائل

دی جوئل اور پونسو بائی کشنر بنے۔ اور ان سب نے گورا کے نقش قدم پر چلنا مناسب خیال کیا ۛ

شام کی تقسیم | اس سے پہلے شام سے بنان کو علیحدہ کر دیا گیا تھا۔  
 ۱۹۲۷-۲۵ء تک شام کے پانچ حصے ہو چکے تھے تفصیل ملاحظہ ہو :-

۱۔ لبنان ——— اس کے متعلق معلومات اسی باب میں راجع عنوان  
 ”لبنان کی علیحدگی“۔ وہی لکھی ہیں ۛ

۲۔ جبل الدروز — یہ شام کے جنوب مشرقی حصے میں کوہ حوران  
 اور اس کے آس پاس ایک چھوٹی سی حکومت ہے۔ علاقہ پہاڑی ہے  
 رقبہ دو ہزار تین سو اٹھارہ مربع میل ہے۔ اور آبادی تقریباً ایک  
 لاکھ ہے ۛ

۳۔ سویریہ — اس کا دار الخلافہ دمشق ہے۔ اہم مقامات حلب،  
 حمص، حما وغیرہ ہیں۔ رقبہ پچاس ہزار دو سو بارہ مربع میل ہے۔ اور  
 آبادی پندرہ لاکھ۔ یہ برائے نام عربی حکومت ہے ۛ

۴۔ العلویین — یہ حکومت شام کے اس مغربی حصے میں ہے۔  
 جو بحر مدیٹھ یعنی بحیرہ روم کے ساحل پر واقع ہے۔ اس کا رقبہ  
 دو ہزار پانچ سو دس مربع میل ہے۔ اور آبادی تقریباً چار لاکھ  
 لازقیہ اور طرطوس اس کی اہم بندرگاہیں ہیں ۛ



۵۔ اسکندرونہ ————— سنجق اسکندرونہ کا رقبہ ۱۵۴۴ مربع میل ہے اور کل آبادی ایک لاکھ چھیاسی ہزار ہے۔ (اس کے متعلق تفصیلاً ترکی باب کے اخیر میں ملاحظہ ہوں) :

۱۹۳۶ء میں نئی تقسیم | فرانسیسی استعماریت نے اس تقسیم پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ ۳ جنوری ۱۹۳۶ء کو نئے ہائی کشنر کاؤنٹ ڈی مارٹل نے ایک اعلان کیا۔ جن کا مطلب یہ تھا۔ کہ شام کے چھ بلکہ آٹھ اور نئے حصے بنائے جائیں۔ اور اس طرح ملکی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا جائے لیکن یہ خیال کامیاب نہ ہو سکا۔ کیونکہ ۱۹۳۶ء میں جنوری اور فروری کے درمیان شام میں ایک بغاوت ہو گئی :

تقسیم کے اصول | ملک کی تقسیم نہ اقتصادی رُو سے مناسب ہے اور نہ پر ایک نظر | انتظامی وجوہ کی بنا پر مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ ملک کی اقتصادی اور انتظامی ترقی اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ کہ اسکی اصل صورت کو اُسی طرح رہنے دیا جائے۔ اور اسے چھوٹے چھوٹے حصوں میں منقسم کرنے کی کوشش نہ کی جائے :

تقسیم شام سے فرانسیسی استعماریت کی سیاسی اغراض بھی وابستہ ہیں۔ کیونکہ اس سے شامی قوم کمزور ہو جاتی ہے۔ فرانس نے ہر ممکن کوشش کی۔ کہ شام کی مختلف حکومتوں کو آپس میں لڑایا جائے مختلف جماعتوں

میں جھگڑے ڈال دیئے جائیں۔ مسلمانوں، مارونیوں، یونانی عیسائیوں، رومی عیسائیوں، آرمینیوں اور دروزیوں کے درمیان مختلف سازشیں اور تنازعات پیدا کر دینے لگے۔ اقلیتوں کو آپس میں نہایت شاطرانہ طریق سے فرانس کی استعماری حکمت عملی کے مفاد کے لئے لڑایا گیا۔ پھر فرانس نے کوشش کی کہ مسلمانوں کے مقابلہ پر عیسائیوں کو ساتھ ملا دیا جائے۔ لیکن اکثر عیسائیوں اور مارونیوں نے اس چال میں پھنسنے سے انکار کر دیا۔ اور انہوں نے کئی مرتبہ ظاہر کر دیا کہ وہ شام کے وفادار ہیں لیکن اکثر اوقات فرانسیسی اپنی اس چال میں کامیاب بھی ہو جایا کرتے تھے۔ دروزیوں کی بغاوت :-

شام کے باشندوں پر عرصے سے فرانسیسی استعماریت منظم کے پہاڑ توڑ رہی تھی۔ اب حالات نازک ہو گئے تھے۔ ۱۹۲۵ء میں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جو شام میں ایک زبردست بغاوت پیدا کر دینے کی فوری وجہ بن گیا۔

جبل الدروز کے باشندوں سے حکومت فرانس نے وعدہ کیا تھا کہ اُن کے علاقہ میں اطرش قبیلے ہی کو کوئی فرد گورنر مقرر نہ کیا جائے گا لیکن پہلے اطرش گورنر کے بعد فرانسیسی ہائی کمشنر جنرل سر ایٹل کی نیت بدل گئی۔ اور اس نے اپنے وعدہ سے انحراف کیا۔ جبل الدروز کا ایک وفد

اُس سے ملنے کیا۔ لیکن فرعون طبع ہائی کمشتر نے طاقت میں نشے میں  
 اگر وفد کے ارکان کو گرفتار کر لیا۔ اس پر دروزیوں نے بغاوت کا اعلان  
 کر دیا۔ اور تمام قوم نے ان کا ساتھ دیا۔ فرانس نے ہینوں تک اس  
 بات کی کوشش کی۔ کہ یہ بغاوت مقامی رہے۔ اور مسلمان اور عیسائی اس  
 سے الگ رہیں۔ لیکن شام کے باشندے استعماری چالوں میں نہ آئے،  
 دمشق پر دروزیوں | دو مہینے کی مسلسل جنگ کے بعد دروزیوں نے  
 کا قبضہ اور بمباری | سوائے لبنان کے شام کے تمام بڑے بڑے  
 شہروں پر قبضہ کر لیا۔ حتیٰ کہ دمشق پر بھی دروزیوں کا تین دن تک قبضہ  
 رہا۔ فرانس نے تشدد کی حکمت عملی کو زیادہ بھیانک صورت میں پیش کیا۔  
 اور ۲ اکتوبر سے لے کر ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۵ء تک دمشق پر اس زور سے بمباری  
 کی۔ کہ دمشق کامل طور پر تباہ ہو گیا۔ اور دنیا کا یہ قدیم شہر مٹی اور اینٹوں  
 کا ایک ڈھیر بن کر رہ گیا ۛ

ساری مہذب دنیا فرانس کے ان مظالم کی خبریں سن کر کانپ گئی ۛ  
 دروزی جہاد | دو برس تک جہاد جاری رکھنے کے بعد دروزی لاچار  
 آزادی کا خاتمہ | ہو گئے۔ لیکن اس دوران میں دروزیوں نے بہادری  
 اور استقلال کے جوہر دکھائے۔ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے  
 قاصر ہے۔ فرانس میں یہ اہمیت نہ تھی۔ کہ وہ اس بغاوت کو یکجہت فرو

کر سکتا۔ لیکن اس نے یہ چال اختیار کی کہ جنگ کو طویل کرنا شروع کر دیا۔ دروزی کل پچاس ساٹھ ہزار تھے۔ آخر وہ کب تک جنگ کرتے رہتے۔ لیکن پھر بھی فرانس جنگ سے بہت تنگ آ گیا تھا۔ اور اندر ہی اندر دوسرے صلح کی کوشش بھی کر چکا تھا۔ فرانس کی کمزوری کی یہ مدھتی۔ کہ دمشق پر روز دروزی لشکر حملے کر جاتے تھے۔ حالانکہ دمشق کو فرانس نے ایک جنگی مرکز بنا رکھا تھا۔ اس کمزوری کے باوجود آخر کیا وجہ تھی۔ کہ فرانس نے اس بغاوت کو ختم کر دیا؟ اس کا جواب مندرجہ ذیل ہے:-

فرانس اور برطانیہ | جب دروزیوں کو بغاوت میں پے درپے کامیابی کی متفقہ کوشش | ہوئے گی۔ تو اس کی آگ فلسطین عراق اور شرق اردن تک پھیلنے لگی۔ برطانیہ کے نزدیک یہ آگ اسلئے پھیل رہی تھی کہ دروزی بغاوت کی کامیابی کی وجہ سے عربوں کو یہ خیال ہو گیا ہے۔ کہ وہ بھی آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔ اسلئے برطانیہ نے دست تعاون بڑھایا اور فرانس کی امداد کی۔ دروزی مجاہدین پر سوائے شرق اردن کے تمام دروازے بند تھے۔ اسلئے وہ شرق اردن ہی میں آکر تازہ دم ہوتے۔ اور یہیں سے باہر کی امداد بھی مل جاتی۔ برطانیہ کی مخالفت سے یہ دروازہ بھی بند ہو گیا۔ اور اسی پر اکتفا نہ ہوئی۔ بلکہ انہیں شرق اردن کی حدود پر بھی تنگ کرنا شروع کر دیا گیا۔ لیکن دروزیوں نے برطانیہ اور فرانس دونوں کا

مقابلہ کیا۔ وہ بارہ مہینے جمے رہے۔ لیکن آخر سامان جنگ اور رسد ختم ہو گئی اور انہیں مجبوراً جنگ کو ختم کرنا پڑا ۛ

امیر عبداللہ کی دروزیوں سے غداروں | شریف حسین اور اس کے بیٹوں نے غریبے جو غداروں کی ہے۔ تاریخ اسلام میں ہمیشہ اس کا ذکر افسوس کے ساتھ آئے گا۔ دروزی جہاد کے خاتمہ کے لئے بھی شریف حسین کا ہتھیار لڑکا امیر عبداللہ (امیر شرق اروں) ذمہ وار ہے۔ اس نے دروزیوں سے نہایت ہی وحشیانہ سلوک کیا۔ کئی بار دروزیوں نے شرق اروں میں پناہ مانگی۔ لیکن امیر عبداللہ نے انہیں وہاں سے نکال دیا۔ وہاں سے نکل کر وہ پہاڑوں اور ریگستانوں میں جا کر رہنے لگے۔ لیکن اس نے وہاں بھی انہیں فرانس کے ہاتھ قید کر دیا ۛ

دروزیوں کی سب سے آخری جماعت علاقہ ارزق میں پناہ گزین تھی اسکے دو ہزار افراد تھے۔ امیر عبداللہ نے ان چوکی قانون کا نفاذ کر کے تمام مجاہدین کو فرانسیسی حکومت کے حوالے کر دیا۔ ان میں اطرش خاندان کے افراد بھی تھے ۛ

سلطان ابن سعود کی فراخ دلی | دروزی جہاد کے قائد سلطان پاشا اطرش نے یہ برداشت نہ کیا کہ وہ فرانس کے ہاتھ میں گرفتار ہوں ان کے ساتھ ان کے خاندان کے ۳۵ افراد بھی تھے نیز پانچ سو دروزی اور بھی تھے

اب یہ لوگ خیران تھے۔ کہ کہاں جا کر رہیں۔ کہ سلطان ابن سعود والے بچہ و حجاز نے انتہائی فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے اپنے جوارِ مرمت میں پناہ دینے کا اعلان کر دیا۔ اور انہیں بچہ آئے کی دعوت دی۔

سلطان ابن سعود نے اپنے اس نیک کام سے ظاہر کر دیا۔ کہ وہ دروزیوں جیسے عقاید رکھنے والوں کو بھی اپنا مہمان بنا سکتے ہیں۔ اور برطانیہ و فرانس سے قطعی طور پر بے خوف ہیں۔

شام میں قیام امن | دو ہزار دروزی امیر عبداللہ نے گرفتار کرادیئے تھے۔ اور پانسو سے زائد بچہ پناہ لے چکے تھے۔ اس طرح دروزی منتشر ہو گئے۔ اور شام میں امن قائم ہو گیا۔

فرانس کی سمجھوتہ | جنرل سرائیل کو واپس بلا لیا گیا۔ اور پیرس کے اخبارات میں کیلیئے کوشش کے مدیر دی جوں کو ہائی کمشنر مقرر کیا گیا۔ اس نے شامیوں سے گفت و شنید کر کے فرانس اور شام کے درمیان سمجھوتہ کرانا چاہا۔ چنانچہ اس کی آمد کے دو سال بعد نامندہ اسمبلی کا انتخاب ہوا۔ لیکن اس نے جو دستور اساسی تیار کیا۔ وہ فرانس کے نزدیک ناقابل قبول تھا دی جوں کے بعد کاؤنٹ مارٹل کو پھر ہائی کمشنر بنا کر بھیجا گیا۔ اس دفعہ فرانس نے فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ شام کو ”راہ راست“ پر لایا جائے۔ اور جبر و تشدد سے امن قائم کیا جائے۔ اسی امر کو مدنظر رکھتے ہوئے نئے ہائی کمشنر کی آمد سے

پہلے اُس کے ظلم و ستم کی حکمتِ عملی کا اس قدر پروپیگنڈا کیا گیا۔ کہ اگر شام کی تحریک آزادی ابھی ابتدائی مدارج میں ہوتی۔ تو اسے سخت نقصان پہنچتا لیکن ۱۹۳۳ء کے شامیوں پر اس پروپیگنڈا کا کچھ اثر نہ ہوا اور وہ اپنے مطالبات پر بدستور قائم رہے۔ دسمبر میں ہائی کمشنر نے فرانس اور شام کے ایک معاہدہ کی شرائط کا مسودہ اسمبلی کے سامنے پیش کیا۔ شام کے اعتدال پسندوں نے جو فرانسیزی انتداب کے حامی تھے۔ اس معاہدہ کی شدید مخالفت کی۔ اُن کا مقصد یہ تھا۔ کہ شام بدستور پانچ حصوں میں منقسم رہے۔ اور فرانس جب اور جہاں چاہے۔ فوجی چھاو نیاں قائم کر شامیوں نے اس غلامی کو پسند نہ کیا۔ اور اس کے خلاف شدید احتجاج کیا تشدد کا احیاء | کاؤنٹ مارٹل نے جبری طور پر اپنے پیش کردہ مسودے کی شرائط کو منظور کروانے کی کوشش کی۔ اُدھر عرب بھی اڑے ہوئے تھے۔ کہ وہ اُن شرائط پر صلح نہیں کر سکتے۔ انہوں نے اس معاہدے کے خلاف ایک زبردست تحریک جاری کر دی۔ یہ تحریک بھی تشدد پر مبنی تھی۔ اس کے خلاف فرانس نے وسیع اقدامات کئے۔ بڑے بڑے شہروں میں فوجی مرکز قائم کر دیئے۔ شام کے بڑے بڑے لیڈروں کو گرفتار کر لیا۔ سینکڑوں مرد اور عورتیں جیل میں ڈال دیئے گئے۔ عوام مسلسل مطالبہ کرتے رہے۔ کہ ان کے قیدی رہا کر دیئے جائیں۔

۱۹۳۶ء میں شام بھر میں ایک زبردست ہڑتال ہوئی۔ جو پچاس روز تک  
شامیوں کے مطالبات | شامیوں کے مطالبات یہ تھے :-

- ۱۔ شام کو دیگر متدن اقوام کی طرح کامل آزادی ملے +
- ۲۔ شامیوں کو اپنی قومی حکومت قائم کرنے دی جائے۔ جسے مکمل انتیلا  
حاصل ہوں +

- ۳۔ شام کو بحیثیتہ الاقوام کارکن بنایا جائے +
- ۴۔ شام کے نمائندے اپنے ملک میں فرانس کے کچھ اقتصادی مفادات  
کو تسلیم کرتے ہیں +

صلح کی گفت و شنید | ان مطالبات کی بنا پر ۱۹۳۶ء میں صلح کی گفت و شنید  
اور معاہدہ شام و فرانس | شروع ہوئی۔ کئی مہینے کی گفت و شنید کے  
بعد پیرس میں ۹ ستمبر ۱۹۳۶ء کو ایک معاہدہ ہوا۔ اس میں شام اور فرانس کے  
درمیان تمام امور متنازعہ کا فیصلہ ہوا۔ اور یہ معاہدہ تقریباً اسی بنیاد پر ہوا جس  
بنیاد پر ۱۹۲۲ء میں انگلستان اور عراق کے درمیان ہوا تھا۔ گو اس میں  
چند ایسی شرائط بھی داخل کی گئیں۔ جو انگلستان اور عراق کے معاہدہ ۱۹۳۶ء  
میں نہ تھیں۔ اس معاہدہ کے اہم اجزاء یہ ہیں +

- ۱۔ انتداب ۱۹۳۶ء سے تین سال بعد تک ختم ہو جائے گا +
- ۲۔ اس کے بعد شام بالکل آزاد ہو جائے گا +



۳۔ فرانس شام کے اس مطالبے کی حمایت کرے گا۔ کہ اسے بھی جمعیتہ افوام کارکن بنایا جائے ۔

۴۔ شام کو فرانس کے ساتھ ایک واضح فوجی معاہدہ کرنا پڑے گا۔ یز شام کی فوج میں فرانسیسی مشیر بھی مقرر کئے جائیں گے ۔

۵۔ جبل الدروز اور انطاکیہ پھر شام کے جزو بن جائیں گے ۔

فرانس کی طرف سے | شام اور فرانس کے معاہدے کو تین سال  
معاہدے کی خلا ورزی ہو گئے ہیں۔ لیکن ابھی تک شام کو آزادی

نہیں ملی۔ شام کے تمام خاص بینک، سٹریکیں، منبا کو کا اجارہ، اور دیگر ضروری کاروبار کے متعلق ابھی تک تمام اختیارات ہائی کمشنر کے قبضے میں ہیں۔ فرانسیسی سرمایہ داروں کو تنقوت پہنچائی جا رہی ہے۔ اور شام پر ایسے محصولات عاید کئے جا رہے ہیں۔ جن کا اثر فرانسیسی تاجروں پر نہیں۔ بلکہ شامی عوام پر پڑتا ہے۔ غیر ملکی کمپنیوں کے سرمایہ پر سود شام کے خزانہ سے ادا ہوتا ہے ۔

حال ہی میں جزیرہ العلبار میں تیل کے چشمے دریافت ہوئے ہیں آج کل دنیا میں تیل کو جو اہمیت حاصل ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ اس لئے فرانس کی کوشش ہے۔ کہ وہ جبل الدروز، بلاد العلونین اور جزیرہ العلیا پر قابض رہے۔ اس خواہش کی تکمیل کے لئے فرانس نے خالص استعماری

طریقے استعمال کئے۔ مثلاً جبل الدروز کو لیجئے۔ اس علاقہ کے باشندوں کی اکثریت چاہتی ہے۔ کہ وہ شام سے وابستہ رہے۔ اور اس علاقہ کے باشندے اب اطرش قبیلہ کو علاقے کی سرداری نہیں دینا چاہتے اسلئے وہ چاہتے ہیں۔ کہ اطرش قبیلہ کا کوئی فرد اُن کے علاقے کا گورنر نہ بنے۔ اُوہ اطرش قبیلہ دو حصوں میں منقسم ہے اور دونوں ایک دوسرے کے سخت دشمن ہیں۔ چنانچہ فرانسیسی حکومت کبھی ایک فریق کا ساتھ دیتی ہے اور کبھی دوسرے کا۔ اور اس طرح انہیں اپنے مطلب کے حصول کیلئے آلہ کار بنالیتی ہے :

اب بلاد العلویین کی حالت ملاحظہ ہو۔ اس علاقے میں اسماعیلی اور علوی اکثریت میں ہیں۔ اور عیسائی اقلیت میں۔ فرانسیسی حکومت ایک طرف تو عیسائیوں کو کہتی ہے کہ تم اس علاقے میں اقلیت میں ہو۔ اسلئے تمہارے حقوق محفوظ نہیں ہیں۔ دوسری طرف اسماعیلیوں اور علویوں کو کہتی ہے۔ کہ ملک شام میں تمہاری اقلیت ہے۔ اسلئے تمہیں ہرگز شام سے وابستہ نہیں رہنا چاہیئے۔ تمہیں اپنی حکومت کو شام سے الگ کر لینا چاہیئے :

پھر جزیرۃ العلویاء کے حالات دیکھئے۔ اس کے کچھ شہروں میں عیسائیوں کی اکثریت ہے۔ لیکن پورے جزیرے میں وہ اقلیت میں ہیں۔

جب تک تیل کی دریافت ہوئی ہے۔ فرانسیسی استعمار نے عیسائیوں اور عربوں میں اختلافات کی ایک بہت بڑی خلیج پیدا کر دی ہے۔

۱۹۳۶ء میں فرانس اور شام کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا اسکی رو سے ۱۹۳۶ء میں شام کو آزادی مل جانی چاہیے تھی۔ لیکن اب ایک اور پیچیدگی پیدا ہو گئی۔ جب وہ معاہدہ ہوا تھا۔ اسوقت موسیو ایم بلوم وزیر اعظم فرانس تھے۔ جو فرانس کی اشتراکی پارٹی کے قائد تھے۔ چنانچہ انہوں نے کچھ فراخ دلی سے کام لیا۔ اور معاہدہ کی شرائط زیادہ کڑی نہ رکھیں۔

موسیو بلوم کی وزارت ٹوٹی۔ تو پھر دوسری جماعتیں برسر اقتدار آئیں۔ دوسری وزارت نے اُس معاہدے کی پابندی کرنے سے انکار کر دیا۔ اور وہ شرائط پیش کر دیں۔ جو ہم اسی باب کے اُس حصے کے اخیر میں درج کر چکے ہیں۔ جس کا عنوان "فرانس کی طرف سے معاہدے کی خلاف ورزی" ہے۔ مختصر اُشرایط یہ ہیں۔ کہ جبل الدروز باہلدا العلو اور جزیرۃ العلیاء کو شام سے الگ کر دیا جائے۔ فرانسیسی مشیر بدستور شام میں رہیں۔ اور فرانسیسی فوج کو حق حاصل ہو کہ وہ اپنی فوجیں بجائے تین سال کے بیس سال تک شام میں رکھ سکے۔

شام میں آئینی تعطل | ظاہر ہے۔ کہ یہ شرائط نہایت نازیبا تھیں

چنانچہ شامی حکومت نے انہیں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور وزارت نے استعفیٰ دے دیا۔ فرانس نے ہر ممکن کوشش کی۔ کہ نئی وزارت بن جائے لیکن نہ بن سکی۔ اُدھر جب فرانس نے اسکندرونہ کو مکمل طور پر ترکی کے حوالے کر دیا۔ تو اس سے مشتعل ہو کر ہاشم بے العطاسی صدر جمہوریہ شام نے بھی استعفیٰ دے دیا۔ جس پر فرانس بھی ہائی کمشنر مسیو گبریل پوٹ نے شام کے دستور کو معطل کر کے اعلان کیا۔ کہ آئندہ سے غیر معین عرصہ تک وہ خود شام کا مختار مطلق ہو گا +

(سنجق اسکندرونہ کے متعلق تفصیلات ترکیہ کے باب میں ملاحظہ ہوں)

فرانس کی جدید سیاسی حکمت عملی اس خیال پر مبنی ہے۔ کہ شام کے جغرافیائی اور جنگی حالات کو مشرق اور مغرب کے اتصال کے لئے بروئے کار لایا جائے۔ فرانس کی خواہش ہے کہ وہ عراق اور ایران کے موجودہ سیاسی رجحانات کو اپنے فائدے کے لئے استعمال میں لائے۔ چنانچہ وہ کوشش کر رہا ہے کہ ان ممالک کا تجارتی راستہ سجائے حیفہ کے بیروت کی بندرگاہ سے نکالا جائے۔ اس ضمن میں یہ تجویز بھی زیر غور ہے کہ حلب سے ایک ریلوے لائن شروع کی جائے جو حبلہ سے ہوتی ہوئی عراق تک پہنچے اور دمشق اور عراق کے درمیان ایک سڑک بنائی جائے۔ اس ریلوے لائن

اور سڑک کے وہ تمام امور فرانس کے زیر نگرانی ہوں گے۔ جو پہلے حیف سے  
 بغداد تک کی سڑک اور ریلوے لائن کے ذریعے سے ہوتے تھے،  
 ان جدید شاہراہوں سے فرانس کے جنگی مفاد وابستہ ہیں۔ اسکے  
 علاوہ شام۔ ہند چینی اور مشرق قریب کے درمیان ہوائی سروس کا ایک نہایت  
 اہم سنقر ہے۔ نیز فرانس اور ہند چینی کے درمیان آمد و رفت کا ایک  
 مضبوط ذریعہ ہے۔

۲ — ایک تازہ اطلاع مظهر ہے۔ کہ شام کے ہائی  
 کمشنر موسیو پو او (Mussieu) نے ایک اعلان کیا ہے۔ جس میں درج  
 ہے کہ جبل دروز اور بلاد العلونین کے صوبوں کی خود مختاری زیادہ وسیع  
 کر دی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ حکومت شام کے  
 ارباب اختیار ان صوبوں کی ذمہ داری کا بوجھ اچھی طرح اٹھانے سے  
 قاصر رہے ہیں۔ اعلان میں بتایا گیا ہے کہ جہاں تک سیاسی اقتصادی  
 اور قانونی اتحاد کا تعلق ہے۔ دونوں صوبے حکومت شام سے وابستہ  
 رہیں گے۔ اعلان کے اخیر میں حکومت شام سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ  
 وہ جلد از جلد ایسے اقدامات کرے۔ جن سے جبل دروز اور بلاد العلونین  
 کی مرکز سے مؤثر علیحدگی عمل میں لائی جاسکے۔ نیز حکومت شام کو جلد از جلد  
 شام کے دیگر صوبجات میں بھی اصلاحات جاری کرنی چاہئیں۔

۳ — جب سے فرانسیسی انتداب کا آغاز ہوا ہے۔ ہمیشہ

یہ افواہیں اڑتی رہی ہیں۔ کہ فرانس کسی شخص کو شام کا نام نہاد بادشاہ بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء میں شام کی عارضی حکومت کے صدر داماد احمد نامی ایک نے تو شامیوں کو خواہ مخواہ متنازع شروع کر دیا۔ کہ شاید اس سے فرانس خوش ہو کر اُسے ہی شام کا بادشاہ بنا دے۔ اسی سال یہ بھی تحریک کی گئی۔ کہ سلطان مراکش کے بھائی یا لڑکے کو شام کا بادشاہ بنا دیا جائے لیکن اس سلسلے میں عباس حلمی سابق خدیو مصر کے متعلق خاص طور پر خیال تھا۔ عباس حلمی کے علاوہ ان کے چھوٹے بھائی پرنس محمد علی اور پرنس یوسف کمال بھی امیدوار تھے۔ لیکن جب فرانس نے دیکھا۔ کہ شام کے قومی حلقے اس قسم کی بادشاہی کو پسند نہیں کرتے۔ تو یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔ جولائی ۱۹۳۹ء میں یکجہت تین عرب حکمرانوں کو سو بھی۔ کہ وہ ”تبدیل آب و ہوا“ سیر کی غرض سے ”شام میں آئیں۔ سب سے پہلے عراق کا بادشاہ فیصل دوم جس کی عمر صرف چار سال ہے۔ مع اپنی والدہ کے آیا۔ اسی کے ساتھ عراق کے وزیر اعظم جنرل نوری السعید بھی آئے آپ کے ساتھ عراق کے بعض قومی رہنما بھی آئے۔ اس ننھے بادشاہ کا جلو جب دمشق پہنچا۔ تو وہاں نہایت پرجوش استقبال ہوا۔ اور دمشق سے لے کر علی (لبنان) تک راستے میں ہر گاؤں میں اس کا استقبال ہوا۔

جہاں اس کی حمایت میں نعرے بلند کئے گئے۔ جن میں اسے پاؤشاؤ  
شام کہا گیا ۛ

پھر سلطان ابن سعود کے فرزند امیر سعود آئے۔ اُن سے جب  
شام آنے کا مقصد پوچھا گیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ میں آنکھوں کے  
ایک ماہر طبیب سے مشورہ کرنے آیا ہوں ۛ

ان کے فے الفور بعد شرق ارون کے امیر عبداللہ آگئے۔ اور  
کچھ عرصہ کے بعد واپس چلے گئے۔ رائٹر کی اطلاع تھی۔ کہ فلسطین کے  
اعتدال پسند عربوں کے لیڈر فخری نشاشیبی بیروت کو روانہ ہوئے۔ تاکہ  
وہاں جا کر معلوم کر سکیں۔ کہ امیر عبداللہ کے لئے شرق ارون اور شام  
کی متحدہ سلطنت کے بادشاہ بننے کا کوئی موقع ہے یا نہیں۔ یہ تجویز بھی  
زریعہ غور تھی۔ کہ فلسطین کے مسئلہ کو حل کرنے کی غرض سے اس سلطنت میں  
فلسطین بھی شامل کر دیا جائے۔ لیکن اس تجویز کے راستے میں یہ مشکل حائل  
ہے کہ شام فرانس کے زیرِ انتداب ہے۔ اور فلسطین برطانیہ کے ۛ

شام کو عراق سے ملحق کرنے کی تجویز اس لئے قابلِ عمل نہ نظر آئی۔  
کہ بادشاہ کی عمر صرف چار سال ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ چالاک سیاستدان اپنی  
سازشوں سے فرانس کا نقصان کر دیں ۛ  
سعودی خاندان کے کسی فرد کو بادشاہ بنانے سے یہ مشکل پیدا ہوگی

کہ نجد و حجاز کی سرحدیں شام کے ساتھ نہیں ملتی ہیں۔ بہر حال یہ کہا جاتا ہے کہ اگر ایسا ہو جائے۔ تو سلطان ابن سعود کے تعلقات برطانیہ اور فرانس سے زیادہ مضبوط ہو جائیں گے۔ ابن سعود کے متعلق یہ اذہاب بھی تھی کہ وہ جرمن اور اطالیہ سے کوئی معاہدہ کر رہے ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ شام کا تخت انہی کے فرزند کو مل جائے۔ تاکہ پھر وہ جرمن اور اطالیہ سے تعلق نہ رکھیں ۛ

بہر حال سلطان ابن سعود نے اپنے ایک تازہ بیان میں واضح کر دیا ہے۔ کہ پہلے شام کو آزادی ملنی چاہیئے۔ اس کے بعد شامیوں کو یہ حق ہونا چاہیئے۔ کہ وہ جسے چاہیں۔ بادشاہ چن لیں۔ لیکن سلطان موضوع کی رائے میں موجودہ حالات میں جو شخص بھی شام کا بادشاہ بنے گا اسے فرانس کا آلہ کار بننا پڑے گا۔ اور جو شخص استعماری مصالح کی خدمت کیلئے شام کا تاج و تخت قبول کرے گا۔ وہ قوم کا ملک کا سب سے بڑا غدار ہو گا ۛ عراق کی طرف سے اس سلسلے میں کوئی بیان شائع نہیں ہوا۔ لیکن امیر عبداللہ والے شرق اردن نے ایک اعلان کے دوران میں کہا ہے کہ وہ شام کا تاج و تخت "محض قوم کی خدمت کی غرض سے" قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ دنیا نے اسلام کی رائے میں امیر عبداللہ اس اعزاز کے قابل نہیں ہیں ۛ



ان تمام امیدواروں کے علاوہ مصر کے بعض لوگوں کی رائے میں سابق خدیو مصر کے بڑے بیٹے عبدالنعم کو بادشاہ بنانا چاہیے۔ بعض شامی ابن سعود کے منجھلے بیٹے امیر فیصل کو چاہتے ہیں :

بہر حال تختِ شام کے تمام امیدواروں میں سے سلطان ابن سعود کی رائے نہایت صائب ہے۔ سب سے پہلے شام کو آزادی ملنی چاہیے اور شام کا بادشاہ وہ شخص ہو۔ جسے شامی پسند کرنے ہوں۔ اس کے علاوہ جو طریقہ استعمال کیا جائے گا وہ یقینی طور پر ناکام ثابت ہوگا :

شام اور موجودہ جنگ | ادھر شام کے تخت کے متعلق غور ہو رہا تھا۔ ادھر فرانس کو رطانیہ کے ساتھ مل کر جرمنی کے خلاف ایک بھیانک جنگ میں حصہ لینا پڑ گیا۔ فرانس کو اپنے مضبوط دفاعی خطہ ماریٹائم لائن پر غیر ضروری بھرپور ہتھیار۔ اسلئے اس جنگ کی تیاری بڑے پیمانے پر نہ کی گئی تھی۔ ادھر جرمنی مدت سے جنگی تیاریوں میں مشغول تھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جرمنی کے عساکر پیرس تک بڑھ گئے۔ اور دارالسلطنت پر قبضہ کر کے ابھی آگے جانے کو تھے۔ کہ فرانس کے وزیر اعظم موسیورینو نے استغفر دے دیا جن کی جگہ فسطائیٹ کے حامی مارشل پیتان نے لی۔ اس نے فم الفور جرمنی اور اطالیہ سے صلح کی درخواست کی۔ اور جرمنی و اطالیہ کی پیش کردہ شرائط کو منظور کر لیا۔ چنانچہ عارضی صلح ہو گئی :

اب دنیا کے سیاسی حلقوں میں فرانس کی نوآبادیات کی پوزیشن پر بحث ہونے لگی۔ عین اُعد ہے۔ کہ اطالیہ شام پر حملہ کر دے۔ چنانچہ حکومت ترکیہ نے اعلان کیا۔ کہ اگر شام پر کسی اور طاقت نے حملہ کیا۔ تو ترکیہ کو شام کی حفاظت کرنی پڑے گی۔ ساتھ ہی برطانیہ نے اعلان کر دیا۔ کہ ہم ترکی سے متفق ہیں۔ چنانچہ اب صورتِ حالات یہ ہے۔ کہ برطانیہ اور ترکیہ شام کی موجودہ صورت برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ اگر محوری طاقتوں نے شام پر بھی حملہ کر دیا۔ تو برطانیہ اور ترکیہ ان کا مقابلہ کریں گے۔ اگر برطانیہ کو اس جنگ میں فتح ہوئی۔ تو ممکن ہے وہ شام کو ترکیہ کے حوالے کر دے ۛ

شام میں سیاسی بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ ایک مشہور شامی قائد ڈاکٹر عبدالرحمن شہباز پر اسرار طریق پر قتل ہو گئے ہیں۔ بعض حلقوں میں یہ شبہ کیا جاتا ہے۔ کہ اس قتل کے پیچھے بیتان گورنمنٹ کا ہاتھ ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر شہباز برطانیہ کے حامی تھے۔ اور بیتان گورنمنٹ محوری طاقتوں کو خوش کرنا چاہتی ہے۔ اس گورنمنٹ نے شام کے کئی ایسے کارکنوں کو رہا کر دیا، جن کی ہمدردی اطالیہ سے وابستہ تھی ۛ

اچانک شام کی حکومت کے اختیارات تقریباً جرمنی و اطالیہ کے ہاتھوں میں ہیں۔ چنانچہ اسی راستے سے عراق کو محوری مدد بھی جا رہی ہے ۛ

2.10.71

مشرقیہ اردو دوستو !

یہ ایک اردو دوست ہوں اور ساتھ ہی  
 اردو عقل کا پیروں بھی۔ جس کے پس منظر میں  
 ہے رزاق بیگم صاحبہ۔ جس کی خدمات  
 نے مجھے مدد و جہد متاثر کیا ہے۔

یہ ایک عزیز ہے۔ میرے ہوں اسی لیے یہ نہ اچھ  
 تک بھام کو پہنچا نا اپنی خدمت سمجھا۔  
 اگرچہ کہ کتاب پر لکنا ایک غیر مناسبت کام ہے۔  
 بی افسر یہ میرا لگا کر دینا اردو عقل کو جسے ساتھ  
 فوراً لکھوں فرمائے۔

تنگ اردو دوست

میں

کشی لال موہری

Rashid Ali Mirza



# مسئلہ فلسطین

حدود اربعہ اور رقبہ — آبادی — فلسطین کی سیاسی و مذہبی اہمیت  
گزشتہ تاریخ — یہودیوں کا عروج — سخت نصر کا حملہ — پادشاہ ایران کی آمد —  
روم کا قبضہ اور ہیرودیس اعظم — روم کے شہنشاہ کا قبول عیسائیت — اسلام کا  
ظہور — یروشلم پر قبضہ — مسجد اقصیٰ کی تعمیر — عرب حکومت کا زوال — ترکوں کا قبضہ —  
معرکہ مصلیب ہلال — ترک — استعماری عزم اور تحریک حریت عرب — شریف حسین سے  
معاہدہ — سائیکس پیکو — معاہدہ — اعلان بالغور — شریف حسین اور اعلان بالغور — سائیکس پیکو  
معاہدہ کے اقتدار — فلسطین پر قبضہ — تحریک صیہونیت کی مختصر تاریخ — تحریک صیہونیت اور اعراب  
فلسطین — سیاسی بیداری — انتداب — حکومت کا قیام — پہلے ہائی کمشنر — چرچ کا  
قرطاس ابیض — ۱۹۲۶ء کا ہنگامہ — عربوں کی شکایت — یہودی ہجارت کی غیر معمولی  
آمد — عام ہڑتال — پیل کشن اور تقسیم فلسطین کی تجویز — تقسیم فلسطین — عرب  
اور یہودی — مجلس الاعلیٰ الاسلامی کا تعطل — وڈ ہڈ کشن — تقسیم فلسطین کی  
تجویز کا استرداد — قاہرہ کی فلسطین کانفرنس — لندن میں فلسطین گول میز کانفرنس  
قاہرہ میں ایک اور کانفرنس — قرطاس ابیض ۱۹۳۷ء — تنقید —  
کیا برطانیہ فلسطین پر قابض رہنے میں حق بجانب ہے ؟

# مسئلہ فلسطین

حدود اربعہ اور رقبہ | فلسطین کے شمال میں شام، مغرب میں بحیرہ روم، جنوب میں مصر اور حجاز اور مشرق میں شرق اردن ہے۔ اس کا رقبہ نو ہزار مربع میل سے زیادہ ہے۔

آبادی | ۳۱ مارچ ۱۹۳۹ء کو فلسطین کی آبادی ۱۳۹۱۵۳۷ افراد پر مشتمل تھی۔ جس میں مسلمانوں کی تعداد ۸۴۳۰۱۳ ہے۔ یعنی کل آبادی کا ۶۰.۶ فیصدی حصہ۔ یہودی ۴۲۲۱۴۲ یعنی ۳۰.۳ فیصدی - عیسائی ۱۴۴۴۴۲ یعنی ۱۰.۲ فیصدی۔ باقی ۹.۵ فیصدی باشندے متفرق اقوام سے تعلق رکھتے ہیں۔

فلسطین کی سیاسی اور مذہبی اہمیت | فلسطین سیاسی اور مذہبی اعتبار سے دنیا کے اہم ترین ممالک میں شامل ہے۔ اس کی جغرافیائی حیثیت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کیونکہ اسی کی وجہ سے فلسطین مختلف زمانوں میں استعماری قوتوں کے عزائم کی آماجگاہ بنا رہا ہے۔ اور آج

برطانیہ کو اس پر حکمرانی حاصل ہے \*  
 فلسطین ایک ایسی جگہ واقع ہے۔ جو دنیا کے تین بڑے براعظموں  
 ایشیا۔ یورپ اور افریقہ کے اتصال کا مقام ہے۔ اس کی بندرگاہیں  
 مشرقی بحیرہ روم میں ایک خاص جنگی اہمیت کی مالک ہے۔ مشرقی بحیرہ روم  
 اور نہر سوئز کی حفاظت کے لئے حیفہ ایک اہم مقام ہے۔ علاوہ بریں  
 موصل کے تیل کی برآمد کے لئے جو پائپ لائن بانی گئی ہے۔ اس کا  
 آخری مقام حیفہ ہی ہے۔ اور موجودہ زمانے میں حیفہ کی اہمیت اسلئے  
 بھی بڑھ گئی ہے۔ کہ موصل کے تیل کی برآمد کا ذریعہ بھی یہی بندرگاہ ہے  
 فلسطین ہندوستان کی طرف جانے کے لئے ایک گذرگاہ  
 ہے۔ اور مشرق میں ایک اہم ہوائی مستقر نہر سوئز کے تحفظ کا انحصار بھی  
 کافی حد تک فلسطین پر ہے \*

برطانیہ کی خواہش ہے کہ وحدۂ عربیہ کے متعلق دنیا نے عرب کا  
 خواب پریشان ہو جائے۔ کیونکہ اگر عرب متحد ہو گئے۔ تو اس سے وہ ایک  
 زبردست طاقت بن جائیں گے۔ جو برطانیہ کے لئے بھی خطرناک ہو  
 سکے گی۔ اسلئے برطانوی استعماریت اپنی کوششوں کو اس طرف مرکوز  
 کر رہی ہے۔ کہ مراکش سے لے کر خلیج فارس تک عربی ممالک کی جو زنجیر  
 قائم ہے۔ اسے فلسطین میں یہودی حکومت قائم کر کے توڑ کر دو ٹکڑوں میں

میں تقسیم کر دیا جائے ۝

سرزمین فلسطین مذہبی اعتبار سے یہودیوں، مسلمانوں اور عیسائیوں  
تینوں کے نزدیک مقدس ہے۔ کیونکہ ان تینوں مذاہب کی روایات  
اس سرزمین سے وابستہ ہیں ۝

یہودیوں کے نزدیک یہ زمین اسلئے مقدس ہے۔ کہ یہ ان کا قبلہ  
اور ارض موعود ہے۔ جن کا ذکر بائبل میں آیا تھا۔ عیسائیوں کے لئے  
اسلئے واجب احترام ہے۔ کہ یہ خطہ مسیحیت کا سرچشمہ ہے۔ مسلمانوں کا  
قبلہ اول فلسطین تھا۔ اور از روئے قرآن یہ مقام مقام اسراء ہے۔  
جیسا کہ قرآن کریم میں ذکر آیا ہے ۱۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْأَلُ بِعَبْدٍ لِّبَلَدٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ  
الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ

ترجمہ: سپا کے وہ ذات جو اپنے بندے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک  
رات مسجد الحرام (مکہ معظمہ) سے مسجد اقصیٰ (مکہ معظمہ) گئی۔ جس کے گرد دیں کو ہم

برکتنوں کا مرجع بنایا ۝

فلسطین اپنی مذہبی اور سیاسی اہمیت ہی کی وجہ سے اب تک  
ہمسایہ اقوام اور حکومتوں کی بازی گاہ بنا رہا ہے۔ چنانچہ اس پر وقتاً فوقتاً  
مصری۔ ارمنی۔ ایرانی، رومی، مغرب اور ترک مسلط رہے۔ اور آج یہ

انگریزوں کے قبضے میں ہے ۛ

یہودیوں کا عروج | یہودیوں کی سیاسی ترقی اور عروج کا بہترین دور وہ تھا۔ جب کہ طاقت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام اس پر حکمران رہے۔ اور یہودیوں کی سیاسی قوت کو بڑھانے کے کام میں ملحد و معاون رہے۔ یہی وہ زمانہ تھا۔ جس میں یہودی قوم کی اقبال مندی اور بچ کمال پر پہنچی ۛ

ہر قوم پر دورِ زوال بھی آیا کرتا ہے۔ چنانچہ یہود کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ خانہ جنگی اور تفرق شروع ہو گئے۔ اور یہ اس قدر تباہ کن ثابت ہوئے۔ کہ اس سے یہود کی سیاسی قوت زائل ہو گئی ۛ

نجاتِ نصر کا حملہ | اس دور کے بعد بیرونِ فلسطین سے جو پہلا شہر حملہ ہوا۔ وہ بابل کے نجاتِ نصر نے کیا تھا۔ نجاتِ نصر نے زبردست فتح پائی۔ اور یہودیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔ یروشلم کو تباہ کر ڈالا۔ یہودیوں کی سلیمانی ہیکل کو زمین کے برابر کر دیا۔ اور انہیں قید کر کے بابل لے گیا ۛ

بادشاہِ ایران کی آمد | یہودیوں پر ظلم و استبداد انتہا تک پہنچ گئے تھے کہ ان کے لئے ایک "فرشتہ رحمت" اتر آیا۔ یعنی انہیں ایران کے بادشاہ سائرس کے ہاتھوں بابل کے مظالم سے نجات ملی۔ سائرس دو بار فری



تحقیق کے مطابق قرآن حکیم کا "ذوالقرنین" ہے ۛ

سائیرس نے یہودیوں کو آزاد کر دیا۔ اور وہ پھر فلسطین میں جا کر آباد ہوئے۔ انہوں نے یہیں کی از سر نو تعمیر شروع کی۔ کہ اتنے میں روپوں کا حملہ ہو گیا۔ یہودی ہونکہ پے در پے بغاوتیں کرتے تھے۔ اس لئے فتح حکمران اُن کے ساتھ نہایت سخت برتاؤ کرتے تھے۔ چنانچہ یہودیوں کو اس دفعہ بھی سخت ظلم کا سامنا کرنا پڑا ۛ

روم کا قبضہ اور | روم نے فلسطین پر قبضے کے بعد اسے اپنے  
ہیروڈیس اعظم | زیر حمایت ایک ریاست کے طور پر قائم کر کے ہیروڈیس  
کو حاکم مقرر کر دیا۔ ہیروڈیس اعظم کے دور میں یہودیوں کو کچھ چین کا سانس  
لینا نصیب ہوا۔ کیونکہ ہیروڈیس کو یہودیوں سے خاص ہمدردی تھی۔  
اُس کے زمانے میں پھر ایک شاندار سیکل تعمیر ہوئی ۛ

یہودیوں کو ذراترقی ہوئی۔ تو پھر ان میں خانہ جنگیاں اور تفرقہ پیل  
ہو گئے۔ جن سے ایک بار پھر یہودی زوال پذیر ہو گئے ۛ

روم کے شہنشاہ کا | جب شہنشاہ روم نے عیسائیت کو قبول کر لیا  
قبول عیسائیت | تو فلسطین میں پورے زور سے عیسائیت کا

دور شروع ہو گیا۔ یہودیوں کے لئے یہ زمانہ دور ابتلاء تھا۔ کیونکہ اس  
دور میں وہ بہت معتبوسے ۛ

۶۱۱ء میں خسرو پرویز پادشاہ ایران نے حملہ کر کے فلسطین اور شام کو عیسائی رومیوں سے حاصل کر لیا۔ لیکن سترہ سال بعد ۶۲۸ء میں ہرقل پادشاہ روم نے ایک زبردست جنگ کے بعد یہ علاقے واپس لے لئے ۶

اسلام کا ظہور | اسی اثنا میں دنیا میں ملک نئی طاقت کا ظہور ہوا تھا اور وہ اسلام تھا۔ حضرت آذائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے متضاد اور متباہن عناصر کو یکجا کیا۔ اور انہیں دنیا کے سامنے چھوڑ دیا۔ ان کے ساتھ اسلام کے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام پر جو ان دنوں مملکت روم کے زیر تصرف تھا چڑھائی کی۔ ہرقل کی فوجوں نے شکست کھائی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے البسرا پر قبضے کے بعد دمشق کی جانب پیش قدمی کی اور فتح کیا۔ لیکن ۶۳۳ء میں انتقال فرما گئے ۶

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اسلام مقرر ہوئے۔ اس دور میں ہرقل پچھلانا بیٹھا۔ اور ایک لشکر بجا جمع کر کے ۶۳۶ء میں عربوں کے خلاف فوج کشی کی۔ اس کا حملہ نہایت زوردار تھا۔ عرب دریائے یرموک کے سواں تک پیٹ گئے۔ اور وریا کے کنارے عربوں اور رومیوں کے درمیان ایک شدید جنگ ہوئی رومیوں کو شکست فاش نصیب ہوئی۔ اور

عربوں کا شام پر قبضہ ہو گیا ۛ

یروشلم پر قبضہ | عربوں نے یروشلم کا محاصرہ کر لیا۔ عیسائی بطریقوں نے شہر حوالے کر دیئے پر آمادگی ظاہر کی۔ لیکن اس کے ساتھ یہ شرط پیش کی۔ کہ خلیفہ خود آئے۔ اور کنجیاں لے لے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ ایک غلام کو ساتھ لے کر ایک اونٹ پر سوار یروشلم آئے۔ اور اس طرح شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا ۛ

مسجد اقصیٰ کی تعمیر | حضرت عمرؓ نے عیسائی پادریوں اور آثار قدیمہ کے ماہرین سے تحقیق کرائی۔ تاکہ سیکل سلیمانی کے مقام اور آثار کا پتہ مل جائے۔ بڑی مشکل سے اس مقام کا پتہ ملا۔ کیونکہ عیسائی یہودیوں کے خلاف عداوت کے جوش میں وہاں کوڑا کرکٹ پھینک دیا کرتے تھے۔ اور اس طرح یہ جگہ بالکل بے نشان ہو گئی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ اور ان کے رفقاء نے اپنے ہاتھوں سے یہ گندگی صاف کی۔ اور پھر اسی جگہ نماز ادا کی۔ یہیں وہ مسجد تعمیر ہوئی۔ جو اب مسجد اقصیٰ کہلاتی ہے۔ اور یہ حرم قدس (یروشلم) کے انتہائی جنوبی گوشے پر واقع ہے ۛ

بنو امیہ کے عہد میں دمشق مقام خلافت بن گیا۔ تو فلسطین میں

یروشلم پر زیادہ توجہ ہو گئی۔ اسی عہد میں حرم قدس میں عالی شان عمارتیں بنیں۔ جن میں سے قبة صخرہ خاص طور پر قابل ذکر ہے ۛ

عربی حکومت کا زوال | عربی حکومت پر زوال آگیا۔ تو ترکوں نے شام اور نزرکوں کا قبضہ اور مصر میں اپنی حکومتیں قائم کر لیں اور فلسطین اُن کے ماتحت آگیا۔ فلسطین چونکہ عیسائیوں کا بھی مقدس مقام ہے اسلئے قدرتی طور پر عیسائیوں کو تکلیف ہوئی۔ چنانچہ عیسائیوں اور مسلمانوں میں کشمکش شروع ہو گئی ۛ

معرکہ صلیب و ہلال | یورپ میں ایک تحریک کا آغاز ہوا۔ جس کا مقصد بیت المقدس کو مسلمانوں کے قبضے سے نجات دلانا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کے خلاف تقریباً دس صلیبی جنگیں لڑی گئیں۔ یہ لڑائیاں ۱۱۴۷ء سے ۱۲۶۲ء تک جاری رہیں۔ جن میں سے ۱۱۴۷ء اور ۱۱۹۸ء اور ۱۲۰۴ء کی لڑائیاں خاص طور پر اہم تھیں۔ تقریباً تمام معرکوں میں عیسائیوں کو پے درپے شکستیں ہوئیں ۛ

ترک | عثمانی سلاطین نے شام و فلسطین کو سلطان سلیم کے عہد میں اور ۱۵۱۶ء میں مصر کے مملوک خاندان سے چھینا۔ اس وقت سے لے کر چار سو برس تک فلسطین ترکوں کے قبضے میں رہا۔ ۱۸۴۰ء میں ترکوں نے فلسطین پر اپنی گرفت زیادہ مضبوط کر لی۔ اور ۱۸۵۵ء میں عیسائیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دے دی ۛ

استعماری عزائم اور تحریک حریت عرب | یورپی استعمار کا نتیجہ مقصود

یہ تھا۔ کہ اسلام کی وحدت کو پارہ پارہ کیا جائے۔ اور اسلامی ممالک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ لیکن مغربی طاقتوں کے استعماری عزائم کو ترکوں کی تحریک اتحاد اسلامی کے عزائم سے برسرِ پیکار ہونا پڑا۔ لہذا استعمارِ مغرب کی ساری شینیری کو حرکت دی گئی۔ تاکہ ترکی کے عزائم کو کچلنے کے لئے دولتِ ترکیہ کو پارہ پارہ کر دیا جائے۔ دولتِ عثمانیہ کے ماتحت فلسطین شام کا ایک جزو تھا۔ لیکن بعض مخصوص حالات کی بنا پر حکومت کا کام ایک "مستقرت" کے سپرد تھا۔ جو قسطنطنیہ سے براہِ راست احکام لیتا تھا۔ اطالیہ اور بلغاریہ کی لڑائیوں سے (جو بالترتیب ۱۹۱۱ء اور ۱۹۱۲-۱۳ء میں لڑی گئیں) ساری دولتِ عثمانیہ کی مالیات کو سخت نقصان پہنچا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فلسطین کے لئے ترقی کی راہیں مسدود ہو گئیں۔

اسی اثنا میں تحریکِ حریتِ عرب کا تمام عرب ممالک میں چرچا ہوا۔ شام میں بالخصوص یہ تحریک مقبول تھی۔ اس تحریک کا مقصد یہ تھا۔ کہ عرب ممالک ترکی سیادت سے آزاد ہو جائیں۔ اس تحریک کا اثر فلسطین پر بھی پڑا اور فلسطین میں بھی یہ تحریک پیدا ہوئی۔ کہ مرکزی حکومت کے اختیارات کو کم کر دیا جائے۔

چنانچہ ترکی نے ۱۹۱۳ء اور ۱۹۱۴ء میں قوانینِ ولایت کا نفاذ کر کے

فلسطین کو حقیقی خود مختاری دے دی۔ یہ مناسبت مناسب نہ ہوگا۔ کہ تحریک  
حریت عرب کو استعماری طاقتوں کی مدد حاصل تھی۔ کیونکہ ان طاقتوں کو معلوم  
تھا کہ اگر عرب ممالک دولت عثمانیہ سے الگ ہو جائیں گے۔ تو یہ بالکل  
کمزور ہو جائیں گے۔ اور پھر یہ طاقتیں نہایت آسانی سے اپنے استعماری  
عزم و ایم کو عملی جامہ پہنالیں گی۔ چنانچہ ہی ہوا۔ جبکہ اب آپ دیکھیں گے  
جنگ عظیم | ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ ترکی کو بھی اس جنگ  
میں شامل ہونا پڑا۔ اب برطانیہ اور فرانس نے دیکھا کہ وہ تحریک حریت  
عرب کو فروغ دے سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کرنل لارنس کو عرب  
ممالک میں بھیج دیا۔ تاکہ یہ عربوں کو ترکوں کے خلاف اکسائے۔ اس کی  
تخریبی سرگرمیوں کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ عرب میں بغاوتیں شروع ہو گئیں  
شریف حسین سے معاہدہ | برطانیہ اور عرب کے کئی سرداروں کے  
درمیان بہت سے خفیہ معاہدے ہوئے۔ جن میں سے سب سے اہم وہ معاہدہ  
ہے۔ جو سر ہنری میکوہن نے ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو مکہ کے شریف حسین  
کے ساتھ کیا۔

(۱) اس معاہدے کی رو سے اتحادیوں نے وعدہ کیا کہ جنگ کے اختتام  
پر تمام عرب ممالک کی ایک متحدہ سلطنت قائم کی جائے گی۔ جس کا پادشاہ  
شریف حسین ہوگا۔ اس کے بدلے شریف حسین نے وعدہ کیا کہ وہ اس

جنگ میں برطانیہ اور فرانس کی مدد کرے گا۔ اور ترکوں سے رشتہ توڑے گا۔  
سائیکس پیکو کا معاہدہ | (۲) دسمبر ۱۹۱۶ء میں برطانیہ اور فرانس کے  
 درمیان "سائیکس پیکو" کے نام سے ایک معاہدہ کیا۔ جس کی رو سے ترکی  
 کے عرب مقبوضات کی آپس میں تقسیم کا فیصلہ کیا گیا۔ فلسطین اور عراق  
 انگریزوں کے حصے قرار دیے گئے۔ اور فرانس کے حصے پیشام آیا۔  
اعلان بالفور | ۲ اکتوبر کو اس وقت کی حکومت برطانیہ کے وزیر خارجہ  
 لارڈ بالفور نے ایک اعلان کیا۔ کہ :-

"برطانوی حکومت کی دلی تمنا ہے کہ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن  
 بنایا جائے۔ اور حکومت ہر ممکن کوشش کرے گی۔ کہ یہودیوں کو اس  
 مسئلے میں تمام قسم کی سہولتیں مہیا کی جائیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ  
 خیال بھی رکھا جائے گا۔ کہ کوئی ایسی حرکت نہ ہو جس سے فلسطین کی  
 غیر یہودی آبادی کے مدنی اور مذہبی حقوق پر زبرد پڑے ؟"

یہ اعلان تحریک صیہونیت کے مسلسل پروپیگنڈے اور مساعی سے ہوا  
 (دو چار ضروری باتوں کا ذکر رکے ہم تحریک صیہونیت کی مختصر تاریخ بیان کریں گے)  
 اس وقت تک تین ایسے معاہدے ہو چکے تھے جو ایک دوسرے  
 سے بالکل متضاد تھے۔ یعنی :-

۱۔ شریف حسین سے سرنہری میمون کا معاہدہ جس کی رو سے عرب

مالک کی ایک آزاد حکومت شریف حسین کے زیر سیادت قائم کرنی منظور ہوئی (۲۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء) :

۲۔ سائیکس پکو معاہدہ جس کی رو سے عرب مالک کو فرانس اور برطانیہ کے دوائر اثر میں تقسیم کر دیا گیا (مئی ۱۹۱۶ء) :

۳۔ اعلان بالفور جس کی رو سے فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنانا منظور ہوا (۲ اکتوبر ۱۹۱۷ء) :

شریف حسین اور	شریف حسین کو معاہدہ سائیکس پکو کا علم نہ تھا لیکن
اعلان بالفور	اعلان بالفور سے وہ بہت پریشان ہوا۔ لیکن
اسے حکومت برطانیہ کی طرف سے یہ پیغام ملا کہ یہودیوں کو فلسطین میں	
صرف اس حد تک بسنے کی اجازت دی جائے گی جس حد تک ان کا وطن	
عربوں کی سیاسی اور اقتصادی آزادی کے مطابق ہوگا :	

سائیکس پکو کے	یہ معاہدہ بالکل خفیہ تھا۔ اُدھر روس میں ایک زبردست
معاہدے کا افشاء	خبریں انقلاب برپا ہو گیا۔ بالشویک دیگر مغربی
طاقتوں کی طرح استعماری حکمت عملی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ	
روس پر بالشویکوں نے قبضہ کرتے ہی وہ خفیہ معاہدہ زار کی حکومت کے	
کاغذات سے نکال کر شائع کر دیا۔ جو برطانیہ اور فرانس کے درمیان نہایت	
عرب کی تقسیم کے متعلق ہوا تھا۔ ترکیہ نے اتحادیوں کی ان سازشوں کے	



انکشاف کے لئے اس خفیہ معاہدے کا عربی ترجمہ شائع کر کے اسے تمام دنیا میں نشر کیا۔ اور عربوں کو معلوم ہو گیا۔ کہ اتحادی شام، عراق اور فلسطین کو اپنے اثر و اقتدار میں رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن عرب پھر بھی برطانیہ کے وفادار رہے۔ اس امید پر کہ شاید برطانیہ کا یہ عذر درست ہو۔ کہ یہ خفیہ معاہدہ اس معاہدہ سے پہلے کیا گیا تھا۔ جو شریف کے ساتھ ہوا تھا اور آخر الذکر معاہدہ گزشتہ تمام معاہدوں کو خود بخود مسترد کرتا ہے ۛ

فلسطین پر قبضہ | کرنل لارنس کی مساعی سے عربوں کی بغاوت کافی کامیاب ہو رہی تھی۔ اور ترکی حکومت جنگ عظیم میں اس طرح اُلجھی ہوئی تھی کہ وہ بغاوت عرب کا سد باب نہ کر سکی۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۱۸ء میں جنرل ابین بی کے زیر سرکردگی فلسطین پر قبضہ ہو گیا اور وہاں فے الفور ایک فوجی حکومت قائم کر دی گئی ۛ

تخریک صیہونیت | ہم فلسطین کی قدیم تاریخ کے سلسلے میں بیان کر چکے ہیں۔ کہ روم کے شہنشاہ نے عیسائیت قبول کر لی اور اسی کے ماتحت فلسطین تھا۔ اس نے فے الفور یہودیوں کو فلسطین سے نکالنا شروع کیا۔ اور ان پر طرح طرح کے مظالم کئے۔ چنانچہ یہودی فلسطین سے نکل کر تمام دنیا میں منتشر حالت میں پھیل گئے۔ پھر عربوں اور مسلمانوں کا عہد آیا۔ یہ عہد یہودیوں کے لئے بہت مبارک ثابت ہوا

کیونکہ مسلمانوں نے یہودیوں کو تمام مدنی اور شہری حقوق دے دیے۔  
نیز انہیں مذہبی آزادی بھی دی۔ چنانچہ یہودی پھلنے پھولنے لگے۔  
اس حقیقت کو یہودی مؤرخ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اگر اسلام کی سیاسی  
قوت غالب نہ آتی۔ تو یہودی قوم اس وقت تک تباہ ہو جاتی۔

اب یہودیوں کی زندگی کا تیسرا لیکن خوفناک دور شروع ہوا۔ جب  
اسلام کی سیاسی قوت رو بہ تنزل ہوئی۔ اور سچی قوت پکڑائی۔ پٹانیہ  
برسچی ملک میں یہودیوں کے خلاف ہماؤ کا اعلان کر دیا گیا اور ان پر  
طرح طرح کے ظلم و ستم کئے گئے۔ بالآخر یہ تاریک ایام بھی گزر گئے۔ نئی  
تہذیب کا آفتاب طلعت کندہ مغرب میں طلوع ہوا۔ بنی اسرائیل کی مردہ او  
بے حس لاش میں زندگی کے آثار نمودار ہوئے۔ اور مغربی ممالک میں  
انہیں پھر مدنی اور مذہبی حقوق مل گئے۔

لیکن یہودیوں کی بد قسمتی کے ایام ابھی ختم نہ ہوئے تھے۔ یورپ میں  
پھر ایک "مخالفت سامی" تحریک نے زور پکڑا۔ اور یہودیوں پر از سبہ  
ظلم ہونا شروع ہوا۔

اب یہودیوں نے فیصلہ کیا۔ کہ وہ اپنی مخصوص قومی خصوصیات  
ترک کر دیں۔ اور جس ملک میں رہیں۔ اسی کا طرز معاشرت اور لباس  
اختیار کریں۔ لیکن یہ فیصلہ بھی ان کی نجات کا باعث نہ ہو سکا۔ بالخصوص

روس میں جہاں ان کا قتل عام ہو رہا تھا ۛ  
اب یہودیوں کو یہ خیال آیا کہ جب تک ان کا کوئی اپنا قومی وطن  
نہ ہو۔ وہ چین اور آرام کی زندگی بسر نہ کر سکیں گے۔ آسٹریا کے ایک  
یہودی صحیفہ نگار ڈاکٹر میوڈر ہرشل نے ۱۸۹۶ء میں ایک کتاب "یہودی  
سلطنت" کے نام سے شائع کی۔ جس میں یہودیوں کے لئے ایک  
قومی وطن کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی۔ دنیا بھر کے یہودیوں نے  
اس تجویز کو بے انتہا استحسان دیکھا۔ اور ۱۸۹۷ء میں شہر "بعل" میں اپنی پہلی  
کانفرنس منعقد کی۔ جس میں دنیا کے مختلف ممالک کے دو سو یہودی نمائندوں  
نے شرکت کی۔ اس کانفرنس نے ڈاکٹر میوڈر ہرشل کی تجویز پر مہر تصدیق  
ثبت کی۔ اور یہودیوں کے قومی وطن کے حصول کے لئے ایک خاص  
تحریک کا آغاز کیا۔ اس تحریک کا نام "صیہونی تحریک" رکھا (صیہون ایک پہاڑ کا  
نام ہے جس کے متعلق توراۃ میں لکھا ہے کہ بیت المقدس اس پر تعمیر ہوا  
تھا، اس تحریک کا ایک باقاعدہ لائحہ عمل تجویز کیا گیا جس کا مختصر درج ذیل ہے۔  
"صیہونی تحریک کا مقصد یہ ہے کہ فلسطین میں یہودیوں کے لئے  
ایک ایسا قومی وطن پیدا کیا جائے۔ جس کی حمایت بین الاقوامی آئین کے  
ذمہ ہو۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے مندرجہ ذیل ذرائع اختیار کئے جائیں  
۱۔ یہودی کاشتکاروں اور دستکاروں کو فلسطین کی طرف ہجرت

آباد کیا جائے ؛

ب :- نقائی اور بین الاقوامی مجالس کے ذریعے یہودیوں کی تنظیم کی جائے ۛ

ج :- یہودی قومیت کا جذبہ تمام قوم میں پیدا کیا جائے ۛ  
د :- دولتِ عثمانیہ کو یہودی وطن کی تجویز قبول کر لینے پر آمادہ کیا جائے ۛ

اس لائحہ عمل کو کامیاب کرنے کے لئے وی آنا میں ایک مرکزی انجمن قائم کی گئی۔ ڈاکٹر ہرشل نے ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۲ء تک کئی بار سلطان عبد الحمید سے ملاقات کی۔ لیکن انہوں نے فلسطین میں وطن یہود قائم کرنے کی تجویز کو منظور کرنے سے انکار کر دیا ۛ

پھر برطانیہ سے گفت و شنید ہوئی۔ چنانچہ برطانیہ اور مصر دونوں حکومتوں نے یہودیوں کو جزیرہ نمائے سینا میں یہودی نوآبادی قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ یہ سحر آبادی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ڈاکٹر ہرشل نے پھر برطانوی حکومت سے درخواست کی۔ چنانچہ اس کی طرف سے جنوبی افریقہ کے ایک وسیع علاقے کی پیشکش کی گئی تھی۔ بین الاقوامی یہودی کانفرنس نے اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بعد میں کئی کانفرنسیں ہوئیں۔ یہودیوں کی نظر فلسطین پر پڑی۔

اور فلسطین انہیں اس وقت کے حالات میں مل نہ سکتا تھا۔ ۱۹۰۴ء میں  
ڈاکٹر ہرشل فوت ہو گیا ۛ

ادھر جنگ عظیم چھڑ گئی۔ اب یہودیوں کے خواب کی تعبیر قریب تھی۔  
انہیں نے برطانیہ اور فرانس وغیرہ کی مدد کی۔ چنانچہ ۲ نومبر ۱۹۰۵ء کو لارڈ  
بالفور نے وہ تاریخی اعلان کیا۔ جس کا اقتباس ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔  
اس کا مبیانی کا سہرا ڈاکٹر ویزمان کے سپرد۔ جو اس وقت یہودی انجمن کی  
مجلس علم کے رکن تھے۔ اور اب صدر ہیں ۛ

اب تحریک صیونیت کا اقتدار بہت بڑھ گیا ہے۔ دنیا کے مختلف  
ممالک میں اس کے ۷۶ مراکز ہیں۔ اور اس کے پاس کروڑوں روپے

سربایہ جمع ہے ۛ

تحریک صیونیت اور اعراب فلسطین | فلسطین کے عربوں نے آہستہ آہستہ محسوس کرنا  
شروع کیا۔ کہ برطانوی ملوکیت نے جس تحریک کو  
ان کے وطن میں پھیلنے پھولنے کی اجازت دی ہے۔ وہ اُن کے لئے  
کس قدر نقصان رساں ثابت ہو سکتی ہے۔ اُن پر حقیقت منکشف ہو گئی  
کہ برطانیہ اُن کا وطن (جس پر صدیوں سے ان کا قبضہ ہے) ہمیشہ کیلئے  
یہودیوں کو دے دینا چاہتا ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ تحریک  
صیونیت کے اقتصادی نتائج کا ان پر کیا اثر پڑے گا۔ چنانچہ دفاع وطن کے

نیک مقصد کو لے کر فلسطین کے مسلمان اور عیسائی متحد ہو گئے اور برطانیہ سے مطالبہ کرنے لگے۔ کہ وہ اپنی بیہوشی حکمت عملی کو ترک کر دے ۶

**سیاسی بیداری** | نتیجہ یہ ہوا۔ کہ فلسطین کی سیاسی فضا بہت مکدر ہو گئی ۱۹۱۹ء میں بنی موسے کی تقریب کے موقع پر عربوں نے یہودیوں کے

غلات اپنے قومی جذبات کا مظاہرہ کیا۔ اسی سال ۴ مارچ اور ۵ اپریل کو یروشلم میں فسادات ہو گئے۔ اور برطانوی افواج کی قیام گاہ پر حملہ بھی ہوا

**انتداب فلسطین** | ۲۴ اپریل ۱۹۲۰ء کو سان رمیو کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا کہ فلسطین کو برطانوی انتداب میں دے دیا جائے۔ انتداب نے یہ امر

واضح کر دیا۔ کہ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنایا جائے گا۔ انتداب کی دفعہ ۲۸ ملاحظہ ہو :-

”انتدابی حکومت اس امر کی ذمہ دار ہے۔ کہ وہ ملک میں ایسے سیاسی اقتصادی اور انتظامی حالات پیدا کرے گی۔ جو یہودی وطن کے قیام کے لئے ضروری ہوں۔ یہودیوں کی بین الاقوامی بیہوشی مجلس کو تسلیم کیا جائے گا۔ اور ان تمام اقتصادی اور اجتماعی معاملات میں اس سے مشورہ لیا جائے گا۔ جن کا تعلق یہودی وطن سے ہے۔ یہودی انجمن کا فرض ہے کہ وہ تمام یہودیوں کا تعاون حاصل کرنے کے لئے مناسب اقدام کرے ۶“

اس کے علاوہ انتدابی رپورٹ کے دیباچہ میں یہ واضح کر دیا گیا کہ :-

”تمام اتحادی حکومتیں اس بات پر متفق ہیں۔ کہ برطانی سلطنت اس اعلان کو عملی طور پر کامیاب بنانے کے لئے فہموار ہے۔ جو ۲ نومبر کو اس کی طرف سے شایع ہوا تھا“

حکومت کا قیام | جولائی ۱۹۲۰ء میں فلسطین میں باضابطہ حکومت قائم ہو چکی تھی۔ اکتوبر میں فلسطین کے انتظامات کے لیے بیس ارکان کی ایک مجلس شوریٰ بنادی گئی۔ جس میں حکومت کے دس ارکان ہوتے تھے۔ اور باقی دس ارکان بھی حکومت ہی فلسطینیوں میں سے نامزد کیا کرتی تھی۔ اُن دس ارکان میں سے چار مسلمان، تین عیسائی اور تین یہودی ہوتے تھے۔ فلسطین کے باشندوں نے اس مجلس شوریٰ کی تشکیل کی سخت مخالفت کی۔ لیکن ان کی شنوائی نہ ہوئی۔

پہلے ہائی کمشنر اسرہرٹ سیوئل پہلے ہائی کمشنر مقرر ہوئے۔ آپ یہودی تھے۔ اسلئے فطری طور پر عربوں کو ان پر اعتماد نہ تھا۔ اور انہوں نے بھی اتنے ہی غیر جانبدارانہ طور پر کام کرنے کے بجائے ایک اعلان کیا کہ:-  
”میں حضور ملک معظم کی اس حکمت عملی کی عملی تائید کروں گا۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ فلسطین میں اتنے یہودی آباد ہو جائیں کہ وہ فلسطین کی حکومت کو اپنے قبضے میں لے سکیں“

اس اعلان پر بہت غیظ و غضب کا اظہار کیا گیا۔ باہمی بد اعتمادی

بڑھ گئی۔ اس کے ساتھ ہی ملک میں کمی افسوسناک واقعات رونما ہوئے  
 اگلے سال یافہ اور مضافات میں فسادات ہو گئے۔ ۲۲ نومبر ۱۹۲۱ء کو  
 اعلان بالفور کی چوتھی برسی کے موقعہ پر دارالسلطنت میں فساد ہو گیا ۛ

مسٹر ونسٹن چرچل | عربوں کے جذبات کو تسکین دینے کی غرض سے  
 مسٹر ونسٹن چرچل نے ایک قرطاس ابیض شائع  
 کا قرطاس ابیض

کیا۔ جس میں واضح الفاظ میں بیان کر دیا گیا۔ کہ حکومت برطانیہ کا مقصد  
 ہرگز یہ نہیں ہے۔ کہ فلسطین کو سو فیصدی یہود آبادی بنا دیا جائے۔ یا  
 عربوں کی زبان اور ثقافت کو نقصان پہنچایا جائے۔ قرطاس ابیض سے  
 عرب مطلقاً متاثر نہ ہوئے۔ عربوں نے اپنا ایک وفد لندن بھیج رکھا  
 تھا۔ اس وفد نے بھی قرطاس ابیض کو رد کر دیا۔ اس کے بعد حکومت  
 برطانیہ نے فلسطین میں نام نہاد نمائندہ ادارے قائم کرنے کی بہت  
 کوشش کی۔ لیکن اس کا حشر وہی ہوا۔ جو قرطاس ابیض کا ہوا تھا ۛ

۱۹۲۶ء میں سر جان کیمبل نے اپنی رپورٹ میں برطانوی حکومت سے

سفارش کی۔ کہ یہودی مہاجرین کی آمد پر کچھ پابندیاں عائد کر دی جائیں ۛ  
 ۱۹۲۹ء کا ہنگامہ | عربوں اور یہودیوں کے درمیان جو مناقشت

پیدا ہوئی تھی۔ وہ روز بروز بڑھنے لگی اور آخر ۱۹۲۹ء میں وہ ایک  
 خونخاک صدمہ میں دنیا کے سامنے آئی۔ عرب فلسطین کی سیاسی



اقتصادی اور مذہبی حالت کو اچھی طرح سمجھ کر میدان میں آئے۔ مسٹر رامزے  
میکڈونالڈ کی حکومت نے اس بغاوت کو زبردست تشدد سے ختم کیا۔ بھری اور  
ہوائی جہازوں کے جنگی بیڑے آگئے۔ اور تمام فلسطین میں دہشت پھیل گئی  
چنانچہ اس طرح یہ ہنگامہ فرو ہوا :

حکومتِ برطانیہ نے سرواشرشا کی قیادت میں ایک خاص تحقیقاتی  
کشن فلسطین بھیجا۔ اس کشن نے تازہ ہنگامے کی وجہ یہ بیان کی۔ کہ  
”عرب اسلئے یہودیوں کے خلاف ہیں۔ کہ ان کی آمد سے عربوں کی سیاسی  
اور قومی خواہشات کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اور وہ اپنے سیاسی مستقبل کے  
متعلق بھی ہراساں ہیں“

عربوں کی شکایات | بہر حال عربوں نے برطانوی اربابِ حکومت اور  
یہودیوں کے خلاف چند ایسی شکایات پیش کیں جنہیں جھٹلانا ناممکن ہے  
انہوں نے کہا کہ اراضی کی خرید کے متعلق قوانین عربوں کے وجود کیلئے  
سخت خطرناک ہیں۔ کیونکہ ان قوانین کی وجہ سے یہودی عربوں کی اراضی  
کے بڑے بڑے ٹکڑوں کو خرید رہے ہیں۔ انہوں نے اس امر کی شکایت  
کی۔ کہ حکومت کا طریقہ عمل یہودیوں کے ساتھ بہت اچھا ہے اور اسی وجہ  
سے ۱۹۳۱ء تک فلسطین میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار یہودی داخل ہو چکے ہیں  
بیزہ سوسہاں سے فلسطین عربوں کے قبضے میں رہا ہے اور باوجودیکہ ملک میں

ان کی غالب اکثریت یہ ہے کہ انہیں معمولی مدنی حقوق سے بھی محروم رکھا جا رہا ہے۔ فلسطین میں لائی اباجہ پوری نظام حکومت نہیں ہے جو عربوں کے لئے مفید ثابت ہو سکے۔ یہودیوں نے مزدوری تعلیم اور ہسپتالوں کا نظام قائم کیا ہے جن سے عربوں کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ یہودیہ شہر عربوں کے لئے کشش کا کوئی سامان نہیں رکھتی۔ عربوں کو بنک منگین اس بات پر مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ فلسطین میں لاتعداد یہودی مہاجرین کی آمد کو ناموشی سے برداشت کر لیں۔

اعلان بالفور کا مقصد صرف یہ تھا کہ یہودیوں کو فلسطین کو اپنا وطن بنانے کی اجازت دی جائے نہ کہ اپنی حکومت قائم کرنے کا حق دیا جائے۔ فلسطین تاریخی وجوہ کی بنا پر بھی یہودیوں کو نہیں دیا جاسکتا۔ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ جب تک عرب یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہودی مہاجرین کی آمد سے عربوں کے ہاتھ سے ان کی سیاسی قوت روزگار اور زمین نکلتی جا رہی ہے۔ عربوں اور یہودیوں میں تعاون پیدا ہونا ناممکن ہے۔

سمپسن رپورٹ میں یہ صاف طور پر درج ہے کہ یہودی نوآبادیاتی خزانے کے منتظمین نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ جو زمین یہودی نوآبادیاتی کے قیام کیلئے دس اس پرہم کر کے لئے عرب مزدوروں کو نہ لگایا جائے،

برطانیہ نے عربوں کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کیلئے جو ذرائع ہتھیال لئے اور طاقات کا مظاہرہ کیا۔ اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ ہوا کہ جیسے چینی بڑھتی اور یہود و عرب کے اختلافات زیادہ ہو گئے :

۱۹۳۳ء میں جرمنی میں نازی حکومت نے مخالف سامی  
کی غیر معمولی آمد | تحریک کا احیاء کیا۔ چنانچہ یہودیوں کی ایک بہت بڑی  
تعداد جرمنی سے نکال دی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فلسطین میں یہودی مہاجرین کی  
تعداد بھی بہت بڑھ گئی۔ پہلے ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۳ء تک کل ایک لاکھ ساٹھ  
ہزار یہودی فلسطین میں آئے۔ اور ناسا کشن نے اس تعداد کو غیر معمولی قرار  
دیتے ہوئے سناراش کی کہ آئندہ یہودیوں کی آمد پر پابندیاں عاید کی جائیں  
سر جان کبیل اور سر جان بوپ سمپن نے بھی اپنی مرتبہ رپورٹوں میں یہی کہا  
لیکن یہاں اس کے بالکل برعکس عمل ہوا۔ ۱۹۳۳ء میں ۴۲۱۰۵۹ یہودی  
داخل ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں یہ تعداد اور بھی بڑھ گئی۔ اور ایک سال میں  
۴۸۵۶۱ یہودی مہاجرین اور آگئے۔ یعنی صرف دو سال میں ایک لاکھ  
چار ہزار یہودی آگئے۔ یعنی گزشتہ دس سال میں اتنے نہ آئے۔ جتنے  
صرف دو سال میں آگئے :

اگر کسی چھوٹے سے ملک میں ایک لاکھ سے زیادہ ایسے باشندے  
آجائیں، اس ملک کے اصلی باشندوں کے سخت مخالف ہوں۔ تو ایسے

ملک میں سرائے فسادات کے اور کیا ہو سکتا ہے :

اُدھر حکومت نے اب تک عربوں کی زمین کی فروخت پر پابندیاں عائد کرنے کے سلسلے میں کوئی اقدام نہ کیا تھا۔ ۱۹۳۶ء میں لارڈ ہیل کے زیر سرکردگی ایک رائل کمیشن فلسطین بھیجا گیا۔ لیکن اب عربوں کو کمیشنوں پر اعتماد نہ رہا تھا۔ کیونکہ اول تو یہ کمیشن برطانوی حکومت کے ساختہ پر اجتہاد سے تھے۔ دوسرے اگر وہ کوئی ایسی سفارش کرتے جس سے عربوں کو فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ تو اسے روک دیا جاتا تھا۔ بین الاقوامی صیہونی جماعت کے صدر، اکثر ویزمان برطانیہ کے دفتر نوآبادیات میں جا کر اپنی من مانی کارروائیاں کر سکتے تھے۔ لیکن عربوں کی شنوائی نہ ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں میں بے چینی ایک نازک حد تک پہنچ گئی اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ کوئی عملی کارروائی کریں :

فلسطین میں | ۱۹ اپریل ۱۹۳۶ء کو مجلس اعلیٰ اسلامی کے زیر اہتمام ایک عام ہڑتال عام ہڑتال کا فیصلہ کیا گیا۔ ہڑتال نہایت کامیاب ہوئی اور ایک انقلاب کی صورت اختیار کر گئی۔ جب حالات بہت پیچیدہ ہو گئے تو چاروں عرب پادشاہوں نے اعراب فلسطین سے اپیل کی کہ تمہارے مقاصد ہمیں اتفاق ہے۔ اور ہم ہر ممکن کوشش کریں گے کہ تمہارے مطالبات تسلیم کر لئے جائیں لیکن اس وقت موجودہ بغاوت کو ختم کر دو اور ہڑتال توڑ دو عرب ہائی کمیشن نے ان سے اتفاق کرتے ہوئے ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو یہ ہڑتال ختم کر دی

پیل کمشن اور  
تقسیم فلسطین کی تجویز

جبساکہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ حکومت برطانیہ  
نے فلسطین کے مسئلہ کو حل کرنے کی غرض سے

پیل کمشن کو فلسطین بھیجا۔ تاکہ حالات کی تحقیقات کر کے سفارشات پیش  
کرے۔ اس کمشن نے جولائی ۱۹۳۷ء میں اپنی رپورٹ سناٹ کی۔ بلاشبہ  
کہا جاسکتا ہے کہ اس کمشن نے عربوں کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش  
کی۔ جیسا کہ اس کمشن کی تجاویز سے ظاہر ہوتا ہے :

فلسطین خاص اور شرقی ارون کا کل رقبہ نو ہزار مربع میل سے زیادہ  
نہیں۔ جس کا دو تہائی حصہ یا اس سے کچھ زیادہ شرقی ارون اور سینٹ اٹم  
اور شیبہ کے جنوب میں واقع ہے۔ یہ علاقہ بالکل غیر آباد رہا ہے اور اس میں  
صرف چند ہزار خانہ بدوش قبائل بستے ہیں۔ اس کی جغرافیائی حالت ایسی ہے  
کہ کسی اصلاح کی گنجائش نہیں۔ یہ وہ حصہ ہے جو تقسیم فلسطین سے عربوں  
کو دیا جانا تھا \*

بحیرہ روم کے ساحل پر حیفہ اور یافہ کے سوا کوئی بندرگاہ نہیں۔ حیفہ  
یہودیوں کو دیا جانا تھا اور یافہ عملی طور پر برطانیہ نے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔  
لہذا عربوں کے لئے کوئی ایسی بندرگاہ نہ رہی جس کے وہ بلا شرکت غیرے  
مالک ہوں۔ وہ اپنی تجارت اور سمندر کی طرف سے داخلہ کے لئے انتہائی محو  
اور یہودیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیئے گئے تھے۔ عربوں کی اشک شونی

کے لئے برطانیہ نے یہ پیشکش کی کہ برطانوی پارلیمنٹ عربوں کو بیس لاکھ پاؤنڈ کی رقم زراعت کے طور پر دے گی :

جو علاقہ یہودیوں کو دیا گیا تھا۔ وہ فلسطین کی زرخیز زمین کے چھ حصے سے بھی زیادہ ہے۔ یہاں ٹکڑے ٹکڑے گندم اور زیتون پیدا ہوتے ہیں اور یہ فلسطین کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ یہی علاقہ ہے جسے فلسطین کے لئے مذاہمیا کرنا ہے۔ مزید برآں جو علاقہ یہودیوں کو دیا گیا ہے۔ اس میں تمام اچھی اچھی شریکیں اور زمینیں ہیں۔ لیکن عربوں کو ان سر زمینوں سے بالکل محروم کر دیا گیا۔ حیفہ اور یافہ کے درمیان جو شہر بنانے کا ارادہ کیا گیا تھا۔ وہ بھی یہودیوں کو دے دی گئی۔ اس سبب یہ ہے کہ :-

۱۔ فوجی اہمیت رکھنے والے تمام علاقے جن میں مقامات مقدسہ بھی شامل ہیں۔ برطانوی انتداب حکومت نے اپنے لئے رکھ لئے :

۲۔ سب سے زیادہ زرخیز میدان جس میں ذرائع آمد و رفت اچھے اور

نجات کی تمام سہولتیں مہیا ہیں یہودیوں کو دے دیا گیا :

۳۔ عربوں کے حصے میں نہ صرف صحرا اور چٹانیں آئیں :

تقسیم فلسطین  
عرب اور یہودی

عربوں اور یہودیوں دونوں نے اس تجویز کو مسترد کر دیا۔ یہودی ابھی تک اپنے اسی سیاسی مطالبہ پر اڑے ہوئے تھے کہ ہمیں پورے فلسطین میں اعلان بالغور اور انتداب کے مطابق

رہنے دیا جائے۔ - عربوں نے جوہر قسم کی تقسیم کے شدید مخالف تھے اپنی جنگ آزادی کو زور شور سے شروع کر دیا ۔

تقسیم کی سکیم پر عمل کرنے سے پیشتر جمعیتہ اقوام کی "مستقل انتدائی کمشن" کی اجازت لینا ضروری تھا۔ چنانچہ اس کمشن کا اجلاس خاص طلب کیا گیا۔ اس کمشن نے برطانوی حکمت عملی کو اصولی طور پر تسلیم کر لیا۔ لیکن اس نے برطانیہ کی اس بات پر شدید سختی کی کہ اس نے فلسطین میں مخالف سامی ہنگاموں کو شروع ہی میں کھل دینے میں تساہل برتنا ۔

کمشن نے یہ بھی کہا کہ فلسطین کے تینوں مجوزہ حصوں پر ایک مشترکہ انتدائی حکومت ضرور رہے۔ تاوقتیکہ یہ مختلف حکومتیں اچھی طرح حکومت کا کام چلانے کی صلاحیت کا ثبوت دے سکیں ۔

عربوں نے برطانوی حکمت عملی کا مقابلہ مسلح ہو کر کیا۔ حکومت نے ہندوستانی پولیس کے ایک سابق انسپر چارلس ٹیگرٹ کو بھیجا۔ اس نے سخت اقدام کئے۔ لیکن بے سود۔ اس سلسلے میں "ٹیگرٹ کی دیوار" مشہور ہے۔ یہ دیوار فلسطین کے ارد گرد بنائی گئی تھی۔ اور یہ تاروں کی بنی ہوئی تھی۔ جن میں بجلی کی رو دوڑادی گئی تھی۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ باہر سے ہتھیار آنے بند ہو گئے نیز شام اور شرق ارون کی حدود میں سے مسلح عربوں کے جھٹے داخل ہونے پر پابندی عائد ہو گئی ۔

عرب ہائی کمیٹی یا  
مجلس الاعلیٰ الاسلامی  
کا تعطل

فلسطین میں بغاوت زوروں پر جاری رہی  
یہودی عرب باشندوں پر حملے کرتے رہے  
اور عرب یہودیوں پر حکومت عربوں پر ظلم و ستم  
کرتی رہی۔ اور عرب برطانوی فوج پر حملے کرتے رہے۔ غرض ایک عجیب

وور شروع ہو گیا؛

حکومت برطانیہ نے اکتوبر ۱۹۳۷ء میں جو اقدام کیا۔ اس نے تمام دنیا  
اسلام کو فلسطین کی طرف متوجہ کر لیا۔ یہ اقدام فلسطین کی مجلس الاعلیٰ الاسلامی  
کا تعطل تھا۔ یہ مجلس عربوں اور باقی دنیا کے اسلام کے درمیان اتحاد اسلامی  
کا ایک بہت بڑا ذریعہ تھا۔ اور اس مجلس نے گزشتہ سات برس سے دنیا  
اسلام کو فلسطین کی طرف متوجہ کرنے کا زبردست فرض سرانجام دیا۔ حکومت  
اس بات سے واقف تھی۔ کہ جب تک اس مجلس کا وجود باقی ہے اور آزاد  
مسلمان اس کے نگران ہیں۔ اس وقت تک فلسطین سے مسلمانان عالم کا  
رشتہ منقطع نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس نے بطور آفری تدابیر کے جو کچھ کیا۔ اسکا  
خلاصہ درج ذیل ہے:-

۱۔ مفتی اعظم فلسطین سید امین المہدینی کو مجلس الاعلیٰ الاسلامی کی صدارت  
سے معزول کر دیا؛

۲۔ مجلس اسلامی کو جس کے ماتحت لاکھوں روپے سالانہ کے اخراجات



اور جن کی آمدنی سے و غطین اور مصلحین اور محاکم شرعیہ کے قضاء کا تقرر عمل میں آنا تھا۔ ایک ایسی کمبٹی کے سپرد کر دیا گیا ہے جس کے ارکان میں دو انگریز بھی ہیں :

۴۔ اسلامی اوقاف پر قبضہ کیا گیا۔ اور اس کے مخصوص معاملات پر سرکاری نگران فی فائیم کر دی۔ اور اس کے عہدہ داران کو ہر طرف کر کے اس میں سرکاری انٹرفیر کر دیئے :

۳۔ اوقاف کے مینٹیننس میں درآمدی کی گئی :

۵۔ سب سے زیادہ خطرناک قدم یہ اٹھایا۔ کہ محاکم شرعیہ کو مجلس الاعلیٰ الاسلامی سے ہمیشہ کے لئے جدا کر کے برطانوی عدالتوں سے ملحق کر دیا گیا

یعنی اسلام کی قوت تشریع مستعین کے ہاتھوں میں چلی گئی :

۶۔ محاکم شرعیہ کے جو قاضی ہر طرف کر دیئے گئے تھے۔ اُن پر حکومت نے

غداری کا الزام لگا کر انہیں عدتہ کے جیل میں بند کر دیا ہے :

۷۔ مجلس الاعلیٰ الاسلامی کا دفتر مسجد اقصیٰ کے پہلو سے اٹھا کر کسی

دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا ہے :

**وڈ ہیڈکشن** | اس خونین انقلاب کے دور میں برطانیہ نے ایک اور تجویز

مرتب کی۔ جس سے ایک طرف تو برطانیہ مشرقِ قریب میں اپنے وقار اور مفاد کی حفاظت کر سکے گا۔ دوسرے اس سے مسلمانوں اور یہودیوں کو بھی

پورے کچھل رہا ہے گا۔ یہ تجویز ڈومینیشن کے زیر اثر ہے۔ کمیشن کے نظریے میں یہ امر بالکل ممکن تھا کہ فلسطین کے مختلف سیاسی گروہ اس کی تجاویز کو مسترد کر دے۔ چنانچہ اسکی رپورٹیں درج ذیل ہیں:

۱۔ ہم اس امر کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ کہ اس تجویز کو کوئی ایک بادلوں، سیاسی گروہ، مسترد کر دیں ہمارا کام تو حقائق کا مطالعہ ہے اس کی ایک رپورٹ تیار کرنا ہے۔ اسلئے یہ تجویز کرنا ہمارا فرض نہیں۔ اگر یہ تجویز مسترد کر دی گئی۔ تو اس صورت میں کیا کیا جائے گا؟

ڈومینیشن نے رائٹ کمیشن کی تجویز تقسیم فلسطین کے بارے میں کئی تبدیلیاں کی ہیں۔ کمیشن لی رائے میں فلسطین کو مندرجہ ذیل تین حصوں میں منقسم کیا جائے گا:-

۱۔ ایک شمالی حصہ انتدابی حکومت کے ماتحت رہے گا۔

۲۔ جنوبی حصہ بھی زیر انتداب ہے۔

۳۔ باقی حصے کو تین خطوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

۱۔ عربی حکومت ۲۔ یہودی حکومت ۳۔ جہرہ منطوقہ یروشلم

اس تجویز کے جواز میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کئے گئے:-

۱۔ شمالی خطہ کسی ایک گروہ کو نہیں دیا جاسکتا۔ اور نہ اس طریق تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ کہ یہودیوں اور عربوں دونوں کے انصاف ہو سکے

اسلئے اسے زیرِ انتداب رہنا چاہیئے ؟

۲۔ جنوبی حصہ یہودیوں کو دیا جانا ناممکن ہے۔ اور اگر یہ عربوں کے علاقے کر دیا جائے۔ تو یہودیوں سے بے انصافی ہوگی۔ اس لئے یہ بھی زیرِ انتداب رہنا چاہیئے ؛

۳۔ صرف یہودی حصہ تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اسلئے اس کے متن حصے کر دیئے گئے ہیں۔ یہودی علاقہ | اس طرح کشن نے ایک چھوٹا سا علاقہ یہودیوں کو دے کر ”قومی وطن“ کے متعلق اعلان بالفور پر خط تفسیح پھیر دیا ہے۔ اسکے جواز میں کشن یہ دلیل پیش کرنا ہے۔

”اگر ہمیں اس امر کو مد نظر رکھنا ہے۔ کہ عربوں کی ملکیت میں سے کم از کم علاقہ علیحدہ کرنا ہے۔ اور یہودیوں کے علاقہ میں یہ دیکھنا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس میں عربوں کی بہت کم تعداد ہو۔ تو پھر ہمارے لئے سوائے اسکے اور کوئی چارہ نہیں۔ کہ ہم مجوزہ سکیم کے مطابق ایک حصہ انہیں دیں۔ خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ ہم ظاہر کر دیا چاہتے ہیں کہ یہودی حکومت کا علاقہ اتنا وسیع نہیں ہو سکتا کہ وہ جمیعت اقوام کے ”مستقل انتدابی کشن“ کے نقطہ نگاہ کے مطابق یہ صلاحیت پیدا کر سکے۔ کہ اسے ایک یہودی وطن کی حیثیت دی جاسکے اور اس میں دنیا کے اکثر یہودی رہ سکیں ؟

عربوں کی طرف سے مخالفت | جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ وڈ ہیڈ کشن

اس تجویز کے متعلق عربوں کی رائے سے بالکل مایوس ہو چکا ہے۔ رپورٹ میں تحریر ہے کہ :-

"ہم کہہ چکے ہیں کہ ہماری رائے میں فلسطین کے عرب تقسیم فلسطین کی ہر تجویز کے شدید مخالف ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ رائے کمشن کی تجویز سکیم کی مخالف فلسطین میں ایک عام بغاوت کی شکل میں ظاہر ہوگی۔ جس کو دیکھنے کے لئے طویل مدت کے لئے سخت فوجی انتظامات درکار ہیں ؟

بہر کیف کمشن نے پہلی تجویز کو کچھ بدل کر تقسیم کی ایک نئی تجویز مرتب کر دی۔ جس کا نام انہوں نے اکنامک فیڈرلزم (Economic Federalism) یعنی "اقتصادی وفاق کی تجویز" رکھا۔ اس کے مطابق یہودی اور عربی دونوں حکومتوں کو انتدابی حکومت سے محصولات کے متعلق ایک خاص معاہدہ کرنا پڑیگا اور خارجی و اقتصادی معاملات کے متعلق انتدابی حکومت ان دونوں حکومتوں سے مشورہ کرنے کے بعد فیصلہ کیا کرے گی +

<p>چونکہ فلسطین کے مختلف سیاسی گروہوں نے اس تجویز کو مسترد کر دیا تھا۔ اس لئے حکومت برطانیہ نے بھی ایک اعلان کے ذریعہ اس تجویز کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اعلان کے اقتباسات ملاحظہ ہوں :-</p>	<p>تقسیم فلسطین کی تجویز کا استرداد</p>
--	---

"مضمر ملک معظم کی حکومت اس رپورٹ کا غور سے مطالعہ کرنے کے

بعد اس نتیجہ پر پہنچی ہے۔ کہ فلسطین کے اندر آزاد عربی اور یہودی حکومتوں کے قیام کے سلسلے میں جو سیاسی، انتظامی اور مالی مشکلات پیش آئیں گی۔ وہ اتنی شدید ہیں۔ کہ مسئلہ فلسطین کا یہ حل ناقابل عمل نظر آ رہا ہے۔ پیل کشن اور وڈ ہبڈ کشن کی رپورٹوں سے یہ ظاہر ہے۔ کہ فلسطین میں امن اور ترقی کے قیام کے لئے یہودیوں اور عربوں کے درمیان مصالحت ہونا ضروری ہے۔ اور ملک معظم کی حکومت اس امر کی پوری پوری کوشش کرے گی کہ یہ مصالحت دعائی ہو جائے۔

اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکومت تجویز کرتی ہے۔ کہ وہ لندن میں ایک مصالحتی کانفرنس کرے۔ جس میں فلسطینی عربوں اور عربی حکومتوں کے نمائندوں کے عداوہ یہودی انجمن کے نمائندوں کو بھی دعوت دے۔ اس کانفرنس میں آئندہ حکمت عملی پر غور ہوگا۔ اور ساتھ ہی فلسطین میں یہودیوں کی آمد کے مسئلے پر بھی سوچ بچار کیا جائے گا جہاں تک فلسطین کے عربوں کے نمائندوں کا سوال ہے۔ ملک معظم کی حکومت ان لیڈروں کو بلائے سے انکار کرنے کا حق محفوظ رکھتی ہے۔ جو اس کے خیال میں فلسطین میں قتل اور تشدد کی تحریک کے ذمہ دار ہیں۔

اکتوبر ۱۹۳۸ء میں مصر کے سرکردہ قائدین نے فیصلہ کیا۔ کہ عرب اور اسلامی ممالک کی ایک عالمگیر انٹرنیشنل کمیٹی تشکیل

قاہرہ کی  
فلسطین کانفرنس

منعقد کی جائے جس میں سندھ، بلوچستان، غور و گجرات، قندھار، پاکستان اس کانفرنس میں دنیائے مختلف ممالک کی مائیں قانون ساز کے علم ارکان اور مربکے مختلف جتنوں کی بجائیں قانون ساز کے تمام ارکان کو دعوت دی جائے۔ نیز عالم اسلامی کی بڑی بڑی اسلامی مباحثوں کے نمائندوں کو بھی شرکت کے لئے بلایا جائے۔

یہ کانفرنس، اکتوبر ۱۹۵۳ء کو مسرت در اس وقت قہر میں منعقد ہوئی، جمال سبہ جیتی کی قیادت میں وفد بلوچستان سے وفد آریا ہندوستان کے آل انڈیا مسلم لیگ، آل انڈیا خلافت کمیٹی، جمعیت العلماء ہندوستان و کانپور کے مندرجہ ذیل نمائندوں نے شرکت کی :-

مسٹر عبدالرحمن صدیقی ایم۔ ایل۔ اسٹ۔ بنگال صدر وفد  
چوہدری خلیق الزمان لیڈر حزب مخالف - یو۔ پی  
مولانا حسرت موہانی - مولانا محمد عرفان  
مفتی کفایت اللہ - مولانا مظہر الدین  
ارکان وفد

مصر کے نمائندوں نے ڈاکٹر بہار الدین پاشا برکت صدر سہارنپٹ کی قیادت میں اس کانفرنس کی دعوت میں لیا عراق پارلیمنٹ کے گیارہ ارکان زیر قیادت مولود پاشا صدر عراق پارلیمنٹ شامل ہوئے۔ شام سے گیارہ ارکان پر مشتمل ایک وفد نے زیر قیادت فریر سے انڈیا

صدر مجلس وکلاء، شام شرکت کی۔ لبنان اور یوگوسلاویا کی پارلیمنٹوں کے نمائندے بھی آئے۔ مین، پین اور امریکہ کے عربوں نے بھی اپنے مندوبین بھیجے شیخ الازہر، مصر کے اور سینئر افغانستان متعینہ، یہودی بھی اس کانفرنس میں آئے۔ مصر، شام اور عراق کی پارلیمنٹوں کے صدر اجلاس کے مشترکہ صدر منتخب ہوئے :

اجلاس میں مسئلہ فلسطین کے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر کیا گیا۔ اور مندرجہ ذیل مطالبات مرتب کئے گئے :-

۱۔ اعلان بالفور کی تفسیح :

۲۔ یہودیوں کی آمد ممنوع قرار دی جائے :

۳۔ تقسیم فلسطین کی تجویز کا استرداد :

۴۔ نمائندہ اسمبلی اور قومی آئینی حکومت کا قیام :

۵۔ برطانوی استبداد کا خاتمہ اور فلسطین و برطانیہ کے درمیان ایک معاہدہ

۶۔ نظربند اور قیدی رہا کر دیے جائیں۔ ملک بدر اور سیاسی جلاوطنوں

کو واپس بلا لیا جائے :

۷۔ کانفرنس کی رائے میں یہی مطالبات آخری ہیں۔ اور ان کی منظوری

فلسطینیوں میں امن و سکون کا انحصار ہے۔

نیز کانفرنس نے عرب حکومتوں سے مطالبہ کیا۔ کہ وہ فلسطین کے

مسئلہ کا فیصلہ جلد کرانیں :

کانفرنس کی ایک مستقل مجلس عاملہ بنائی گئی جس کے گیارہ ارکان ہیں۔ نیز محمد علی علویہ پاشا کی قیادت میں ایک وفد مرتب ہوا جس کے متعلق فیصلہ ہوا کہ یہ وفد انگلستان جا کر حکومت برطانیہ کے سامنے اپنے مرتبہ مطالبات پیش کرے۔ اس وفد میں شام، فلسطین، عراق اور ہندوستان کے نمائندے شامل تھے۔ لیکن فلسطین اور شام کی حکومتوں نے اپنے نمائندوں کو جانے سے جبری طور پر روک لیا۔ بہر حال وفد انگلستان گیا۔ اور اس نے کافی کام کیا۔

لندن میں فلسطین کے متعلق گول میز کانفرنس کے حل کے لئے ایک گول میز کانفرنس طلب کی۔ اس میں برطانوی حکومت اور یہودی انجمن کے نمائندوں کے علاوہ فلسطین کے عرب نمائندوں کو بھی بلانا تھا۔ اس وقت فلسطین میں صرف مجلس الاعلیٰ الاسلامی ایک ایسی انجمن ہے جس کو اعراب فلسطین کا کامل اعتماد حاصل تھا۔ لیکن برطانوی استعمار نے عربوں میں اختلاف پیدا کرنے کی غرض سے نشا شیبی خاندان کے بعض افراد کو تیار کیا۔ چنانچہ وہ ہمیشہ صیہونیوں کے اشارے پر رقص کرتے ہیں۔ اب حکومت برطانیہ نے یہ کہا کہ نشا شیبی پارٹی اور دفاعی پارٹی کے نمائندوں کو بھی بلایا جائے



مجلس اعلیٰ نے انکار کر دیا۔ وزیر اعظم مصر اور برطانوی سفیر متعینہ قاہرہ نے مصالحت کرادی۔ چنانچہ مجلس اعلیٰ کے نمائندوں کے علاوہ یعقوب الطنج اور راعب نشاشیبی کو بلا لیا گیا ۛ

عربوں نے اپنے مطالبات کو نہایت سنجیدگی سے واضح کیا۔ اور یہ پہلا موقع تھا کہ عربوں کے مطالبات کے متعلق صحیح حقائق سامنے آئے مفاہمت نہ ہو سکی۔ تو ملک معظم کی حکومت کی طرف سے تصفیہ کی شرائط پیش ہوئیں۔ جو درج ذیل ہیں :-

- ۱۔ وطن الیہود کا مطلب یہودیوں کی قومی حکومت نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے
- ۲۔ یہودیوں کی آبادی ایک تہائی سے زیادہ نہیں بڑھ سکتی ۛ
- اگر معاملہ یہیں تک رہتا۔ تو مصالحت ممکن تھی۔ لیکن اس کے ساتھ مندرجہ ذیل کڑی اور ناقابل قبول شرائط لگا دی گئیں :-

- ۱۔ ۵۵ ہزار مزید یہودی فلسطین میں داخل ہو سکیں ۛ
- ۲۔ دس سال کے عبوری دور کے بعد فلسطین میں قومی حکومت قائم کی جائے گی۔ بشرطیکہ عرب اور یہودی دونوں اسکی خواہش کریں ۛ
- ۳۔ عبوری دور میں دو عملی طرز حکومت رائج ہوگی ۛ
- ۴۔ زمینوں کی فروخت کے متعلق تین قسم کے رقبوں کا تعین ہوگا :-
- ۱۔ وہ رقبہ جہاں زمینوں کی فروخت کی قطعی ممانعت ہو ۛ

ب۔ جہاں قیود کے ساتھ فروخت ہو ۛ

ج۔ جہاں فروخت کی آزادی ہو ۛ

۵۔ انتداب کی قطعی میعاد نہیں بتائی گئی ۛ

ان مزید شرائط نے پہلے دواور کو بالکل یکساں کر دیا تھا۔ اس لئے فلسطین کے عربوں کے وفداور عرب حکومتوں کے نمائندوں نے انہیں مسترد کر دیا۔ چنانچہ لندن کانفرنس ناکام رہی ۛ

قاہرہ میں وزیر اعظم کی | لندن کانفرنس کی ناکامی پر حکومت برطانیہ نے صدارت میں کانفرنس | برطانوی سفیر متعینہ قاہرہ کو ہدایت کی کہ وہ محمد محمود پاشا وزیر اعظم کے تعاون سے ایک اور کانفرنس منسہ میں طلب کرے۔ چنانچہ یہ کانفرنس ہوئی۔ محمد محمود پاشا نے جو اس وقت مصر کے وزیر اعظم تھے، صدارت کی۔ اسلامی حکومتوں کے علاوہ ہندوستان کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔ اس میں وائٹ پیپر یعنی قرطاس امضی کا مسودہ پیش کیا گیا لیکن بحث کے بعد اسے مسترد کر دیا گیا۔ اور فلسطین کے عرب نمائندوں نے اپنی آخری اور قطعی شرائط پیش کیں۔ جو ذیل میں درج ہیں :-

۱۔ فلسطین میں جلد از جلد ایک قومی حکومت قائم کی جائے۔ جس کے

چھ وزیر عرب ہوں اور دو یہودی ۛ

۲۔ برطانوی ہائی کمشنر کا عہدہ اٹا دیا جائے ۛ

۳۔ فے الحال پولیس اور مالیات کا محکمہ برطانوی افسروں کے ماتحت رہنے کی اجازت دی جاسکتی ہے ۛ

۴۔ حکومت برطانیہ کو اس بات کا اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ وزراء کے لئے برطانوی مشیر مقرر کرے ۛ

۵۔ عبوری دور کے پہلے تین سال کے لئے برطانوی گورنر مقرر ہو سکتا ۛ

۶۔ تین سال بعد عرب گورنر منتخب ہو ۛ

۷۔ یہودی مہاجرین کو ۵۰ ہزار ٹنٹیکٹ دیئے جائیں۔ لیکن پر سائٹے

سات سال کے عرصے میں دس ہزار فی سال کے حساب سے فلسطین میں داخل ہو سکیں گے ۛ

۸۔ اس کے بعد یہودیوں کی آمد کو قطعی طور پر ممنوع قرار دیا جائے گا ۛ

۹۔ اگر برطانیہ اور عربوں کے درمیان پھر کوئی تنازع پیدا ہوا۔ تو اس

کے فیصلے کے لئے مصر، سعودی عرب اور عراق کے نمائندوں

کو ثالث بنایا جائے ۛ

لیکن برطانیہ نے ان تجاویز کو قبول نہ کیا ۛ

قرطاس ابھین | جب حکومت برطانیہ نے دیکھا کہ وہ اپنی شہر انظر

۱۰ مئی ۱۹۳۹ء | اعراب فلسطین سے صلح نہیں کر سکتی۔ تو اس کی طرف

سے ۱۱ مئی ۱۹۳۹ء کو ایک قرطاس ابھین شائع ہوا۔ اکی تجاویز مختصراً یہ ہیں :-

۱۔ ملک معظم کی حکومت کا مقصد یہ ہے۔ کہ آج سے دس سال بعد فلسطین کو ایک آزاد ریاست کا درجہ عطا کیا جائے۔ جو برطانیہ سے براہ راست دوستی کا معاہدہ کرے ۛ

(اس کے بعد کئی جگہ یہ لکھا۔ کہ یہ آزادی صرف اسی صورت میں مل سکے گی۔ کہ یہودی بھی اس کے لئے اپنی خواہش کا اظہار کریں )

۲۔ دس سال کے عبوری دور میں فلسطین کی حکومت کے کام کی ذمہ دار ملک معظم کی حکومت ہوگی ۛ

۳۔ ملک معظم کی حکومت عبوری دور میں کسی انتخابی مجلس وضع قوانین کے متعلق کوئی تجویز فطالحال پیش نہیں کرتی۔ اور اگر فلسطین کی رائے عامہ اس کے حق میں ہو اور اگر مقامی حالات اجازت دیں۔ تو اس سلسلے میں ضروری کارروائی کی جائے گی ۛ

۴۔ امن اور صلح کے قیام کے پانچ سال بعد حکومت برطانیہ ایک کمشن مقرر کرے گی۔ جو فلسطین کے باشندوں اور حکومت برطانیہ کے نمائندوں پر مشتمل ہوگا۔ یہ کمشن اس امر پر غور کرے گا۔ کہ فلسطین کو عبوری دور کے اختتام پر آزاد ہونے کی صورت میں کونسا آئین اختیار کرنا ہوگا ۛ

۵۔ حکومت برطانیہ کے خیال میں مجوزہ کانسٹی ٹیوشن میں فلسطین کے مختلف فرقوں کے حقوق کے تحفظ کے متعلق مناسب شرائط ضرور ملنا

بالخصوص فلسطین میں وطن الیہود کے بارے میں برطانیہ کی خاص

ذمہ داری ہے۔ ۴

۶۔ پانچ سال کے بعد اگر اعراب فلسطین چاہیں۔ تو یہودی مہاجرین

کی آمد بند کی جاسکتی ہے۔ ۵

۷۔ لیکن ۵۷ ہزار مزید یہودیوں کے داخلہ کی اجازت ضرور ملنی چاہیئے۔ ۶

(اس کی دلیل حکومت یہ دیتی ہے :-

۱۔ یہودیوں کی آمد بکلیت بند ہو جانے سے فلسطین کے اقتصادی

اور مالی نظام کو سخت نقصان پہنچے گا۔ ۷

ب۔ یہودیوں کی آمد اس طرح بند کرنے سے "وطن الیہود" کے

مقصد کو نقصان پہنچے گا۔ ۸

ج۔ یہودیوں کے لئے جہاں دنیا کے بعض اور ممالک (مثلاً امریکہ)

کچھ نہ کچھ کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح فلسطین کو بھی اس مسئلے کو

حل کرنے کے لئے اپنا عملی تعاون پیش کرنا چاہیئے)

۸۔ فلسطین میں یہودیوں کی تعداد کل آبادی کے ۱/۲ حصے سے متجاوز

نہ ہوگی۔ ۹

۹۔ جہاں تک زمین کی فروخت کا مسئلہ ہے۔ فلسطین کے قابل کاشت

زمین کے تین حصے کئے جائیں گے۔ ایک حصے میں یہودیوں کے

ہاتھ زمین کی فروخت قطعی طور پر ممنوع ہوگی۔ دوسرے میں اسکی فروخت پر پابندیاں ہوں گی۔ اور تیسرے حصے میں زمین کی فروخت کی عام اجازت ہوگی۔ یہ انتظام جاری ہوگا۔ اور اس میں ہائی کمشنر کو دخل دینے کا حق حاصل ہوگا۔

۱۸۔ مئی کو مجلس الاعلیٰ الاسلامی کی طرف سے ایک مختصر بیان شائع ہوا۔ جس میں اس قرطاس ابیض کو مسترد کر دہنے کا اعلان تھا۔ عربی حکومتوں نے بھی ان تجاویز سے اختلاف ظاہر کیا؛

۱۹۔ مئی ۱۹۳۹ء کو مجلس الاعلیٰ الاسلامی کی طرف سے ایک مفصل بیان شائع ہوا۔ جس میں قرطاس ابیض کی تجاویز کا تجربہ کیا گیا۔ اور اس پر نہایت فاضلانہ تنقید کی گئی۔ کمیٹی کو ان تجاویز پر یہ اعتراض تھے:-

۱۔ دس سال بعد آزادی کے حصول کا انحصار یہودیوں کے طرز عمل پر ہے اور یہ ظاہر ہے۔ کہ یہودی کبھی انگریزوں سے تعلقات منقطع کرنے پر تیار نہیں ہو سکتے۔

۲۔ عبوری دور میں فلسطین میں کوئی ذمہ دار حکومت قائم ہونی چاہیے

۳۔ "وطن الیہود" کا مسئلہ بالکل نظر انداز کر دینا چاہیے لیکن قرطاس ابیض ابھی تک اعلان بالفور کی آئینی حیثیت کو درست سمجھ رہا ہے جس سے عربوں کو کبھی اتفاق نہیں ہو سکتا۔

۴۔ فلسطین کی اُسندہ حکومت کا آئین مرتب کرنے کے لئے کوئی کانسیٹیٹیو اسمبلی یا نیشنل اسمبلی بنائی جائے۔ جو فلسطین کے باشندوں پر مشتمل ہو ایکن قرطاس امیض کی رو سے ایک نو حکومت برطانیہ کے نام سے بھی آئین مرتب کرنے والی مجلس میں شریک ہوں گے۔ دوسرے فلسطین کے نمائندوں کو حکومت برطانیہ نامزد کرے گی۔ اور یہ تجویز قابل قبول نہیں :

۵۔ اس وقت فلسطین کی کل آبادی ۱۳۹۱۵۳۷ افراد پر مشتمل ہے جس میں ۴۲۲۱۴۲ یہودی ہیں۔ قرطاس امیض کے مطابق ۵۷ ہزار یہودی اور اسکیں گے۔ یعنی یہودیوں کی آبادی پانچ لاکھ کے قریب قریب ہو جائے گی۔ اور قرطاس امیض کی ایک اور تجویز کے مطابق یہودیوں کی تعداد کل آبادی کے ۱۲ حصے سے متجاوز نہ ہوگی یہ دونوں تجاویز ایک دوسرے کے خلاف جاتی ہیں :

۶۔ مجلس اعلیٰ اسلامی کو قرطاس امیض کے اُس حصے سے شدید اختلاف ہے۔ کہ اگر یہودیوں کی آمد بکثرت بند کر دی جائے۔ تو اس سے فلسطین کا اقتصادی نظام بگڑ جائے گا۔ کیدی کی رائے میں عین کے اقتصادی نظام کو مضبوط کرنے کے لئے ضروری ہے کہ یہودیوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے :

۷۔ یہ کہنا کہ یہودیوں کے مسئلہ کے حل کے لئے فلسطین کو بھی مدد دینی چاہیے۔ بالکل غیر مناسب ہے۔ فلسطین کو اس مسئلے سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ مسئلہ ایک دوسرے برعکس کا ہے۔ نیز اس وقت فلسطین یہودیوں کے لئے جو کر سکا ہے۔ وہ کافی ہے :

۸۔ اراضی کی فریخت کا مسئلہ حل نہیں کیا گیا۔ اور اس مسئلے میں تمام اختیارات ہائی کمشنر کو دیئے گئے ہیں۔ جو لازمی طور پر یہودیوں کے رعایت کرے گا :

مجلس اعلیٰ اسلامی قرطاس امیض کو مسترد کرتے ہوئے بیان میں ظاہر کرتی ہے۔ کہ :-

" ایک زندہ قوم کی قسمت کے فیصلے کا انحصار سفید یا سیاہ کاغذوں (قرطاس امیض کی طرف اشارہ ہے) پر نہیں۔ صرف قوم کی اپنی مرضی اس کے مستقبل کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ عربوں نے اپنی مرضی کا بابتگاہ دہل اعلان کر دیا ہے۔ اور انہیں یقین ہے۔ کہ وہ خدا کی مدد سے اپنے نصب العین کو حاصل کر لیں گے :

فلسطین عرب ممالک کی ایک فیڈریشن کے ماتحت آزاد رہے گا۔ اور وہ ہمیشہ عربوں کے قبضہ میں رہے گا :

قرطاس امیض میں درج شدہ برطانوی تھائوز کو ایٹنی طور پر



جمعیتہ اقوام۔ مکمل انتدابی کمشن سے تصدیق کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ  
 بہ تجاویز پیش ہوئیں۔ انہی دنوں یہودیوں کی ایک بین الاقوامی کانفرنس  
 منعقد ہوئی۔ جس میں ”طاس ابض کی تجاویز کو مسترد کر دیا گیا۔ اور مستقل  
 انتدابی کمشن سے انصاف“ کی اپیل کی گئی۔ چنانچہ کمشن کے سات  
 ارکان میں سے چار نے برطانوی تجاویز کو انتداب کی شرائط کے خلاف  
 ظاہر کیا۔ گویا کمشن کی رائے میں یہودیوں کو فلسطین میں داخل ہونے  
 کی کھلی اجازت ہونی چاہیے۔ زمینوں کی فروخت پر پابندی نہ ہونی  
 چاہیے۔ اور فلسطین کو آج سے دس سال بعد بھی آزادی نہ دی جائے۔  
 حکومت برطانیہ نے ایک اعلان شائع کیا۔ جس میں خیال ظاہر کیا  
 کہ ”مستقل انتدابی کمشن کو فلسطین کے حالات سے کما حقہ واقفیت نہیں  
 نیز اگر برطانوی تجاویز پر عمل نہ کیا گیا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایک  
 لامتناہی مدت کے لئے فلسطین پر طاقت اور قوت کے بل پر حکومت کی جائے“  
 ۱۹۳۹ء ستمبر کو یہ مسئلہ جمعیتہ اقوام کی کونسل میں پیش ہونا تھا۔ لیکن پولینڈ  
 کے مسئلے پر جو جنگ چھڑ گئی ہے۔ اس کے پیش نظریہ اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔  
 فلسطین بدستور برطانوی انتداب میں ہے۔

# یمن

حضر انبیائی معلومات :-

حدود اربعہ - آبادی اور رقبہ - مشہور شہر - بندرگاہیں اور پہاڑ :-

تاریخ یمن :-

جنگ عظیم سے پہلے بینک غلبہ - دولت ترکیہ کا اعلان اور یمن کی آزادی  
یمن کے موجودہ حالات :-

یمن کا نظام - سیاست - فوجی طاقت - تعلیمی حالت :-

یمن کے سیاسی مسائل :-

بندرگاہ - حدیدہ - یمن سے انگریزوں کے تعلقات - یمن اور اطالیہ

# یمن

حدود و اربعہ | یمن کے شمال میں بلادِ عسیر اور نجد، جنوب میں وہ نواح ملے ہیں۔ جن پر برطانیہ کی سیادت ہے۔ مغرب میں بحیرہ احمر اور مشرق میں بحرِ احمالی ہے۔ دار السلطنت صنعاء ہے :

آبادی اور رقبہ | یمن کا رقبہ تقریباً ۳۸۱۳ مربع میل ہے۔ اور آبادی چالیس لاکھ ہے۔ مذہب کے اعتبار سے یمن کی آبادی کچھ یہودیوں - کچھ سنٹیوں اور بقیہ زیدی اور اسمعیلی شیعوں پر مشتمل ہے۔ یمن کے قبائل نہایت جنگجو اور صریح پسند ہیں :

مملکت یمن کے حکمرانوں کا لقب "امام" ہے۔ موجودہ امام محمد بن الحادی ہیں۔ جو ۱۹۰۲ء میں اس منصب کے لئے منتخب ہوئے تھے :

جنگِ عظیم سے پہلے | جنگِ عظیم سے پہلے یہ مملکت بھی دولتِ عثمانیہ کے زیرِ سایہ تھی۔ ۱۹۰۴ء سے لے کر ۱۹۱۱ء تک مملکت یمن نے کئی بار دولتِ عثمانیہ کے خلاف بغاوت کی۔ لیکن ناکافی کامنا کرنا پڑا -

۱۹۱۱ء میں دولت ترکیہ نے امام بھٹی سے ایک معاہدہ کیا۔ جس کی رو سے  
 یمن کو اندرونی آزادی مل گئی۔ اور مملکت یمن نے دولت عثمانیہ کی سیادت  
 تسلیم کر لی۔ اس کے عوض ترکی کی طرف سے امام بھٹی اور دیگر یمنی قبائل  
 کے بعض شیوخ کو ڈھائی ہزار لیرہ طلائی، ماہانہ وظیفہ دینا منظور ہوا۔ چنانچہ  
 ۱۹۱۱ء کے بعد ترکوں اور امام یمن کے درمیان تعلقات نہایت

خوشگوار رہے ❖

**جنگ عظیم** | ادھر جنگ عظیم چھڑ گئی۔ اتحادیوں نے عرب کے بعض شیوخ  
 کو پھنسانا شروع کیا۔ شریف حسین کا ذکر ہم فلسطین، شام، اور عراق وغیرہ  
 میں کر ہی چکے ہیں۔ انہوں نے امام یمن کو بھی ترکوں کے خلاف بھڑکانا  
 چاہا۔ لیکن امام بھٹی نے اپنی فراست اور سیاسی دانشمندی سے کام لیکر  
 اتحادیوں کے اس دام میں پھنسنے سے انکار کر دیا۔ اور بدستور دولت  
 عثمانیہ کے زیر سایہ رہے ❖

جنگ چھڑنے پر حبيب برطانیہ کے عساکر بحیرہ احمر کے ساحل قابض  
 ہو گئے۔ تو یمن اور آستانہ (ترکی) کے درمیان سلسلہ مراسلت منقطع  
 ہو گیا۔ چنانچہ ترکی افسر امام یمن کی پناہ میں آ گئے۔ امام موصوف نے اُن کا  
 خیر مقدم کیا۔ اور ان کی تنخواہیں وغیرہ مقرر کر دیں۔ اور وہ ترکی افسر بد امنی  
 کے دور میں یمن کے حالات درست رکھنے میں کامیاب ہوئے ❖

امام مین نے اس دوران میں ملک کے اندرونی حالات کی اصلاح کا کام جاری کر دیا۔ اور ہر شعبے کی تعمیر میں کوششیں صرف کر دیں۔ آپ نے ترکی گورنر کو بدستور اپنے ملک میں اُس کے پہلے عہدے پر مقرر کیا اور اسے باقاعدہ مشاہرہ دیتے رہے۔

جنگ کا اختتام تو نومبر ۱۹۱۸ء میں ہوا۔ لیکن ترکی سے اتحادیوں کی صلح ۱۹۲۳ء میں ہوئی۔ چنانچہ ترکی گورنر ۱۹۲۳ء تک مین میں مقیم رہا۔  
دولتِ ترکیہ کا اعلان | کمال اتاترک اور ان کے رفیقوں کی پالیسی یہ تھی کہ ترکوں کو غیر ترک قوموں پر سے اپنی سیادت اٹھا لی جانی چاہیے۔ تاکہ ترکوں کی نئی حکومت میں قومی اعتبار سے استواری پیدا ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے عرب ممالک پر اپنا دعوے ترک کر دیا۔ چنانچہ مین بھی خود بخود ترکی کی سیادت سے آزاد ہو گیا۔

مین کا نظامِ حکومت | اب ہم مختصراً مملکتِ مین کے نظامِ حکومت کی چند خصوصیات کا ذکر کرتے ہیں۔ مین کا امام اب تک منتخب ہوتا آیا ہے انتخاب کا طریقہ یہ تھا۔ کہ امام کے لئے چودہ مجوزہ اوصاف کا مالک ہونا ضروری تھا۔ جو یہ ہیں :-

مذکر۔ مکلف۔ آزاد۔ مجتہد۔ علوی۔ فاطمی۔ منصف۔ فراخ حوصل۔  
 سمجھدار۔ سلیم العقل۔ سلیم الخویس۔ سلیم الماطراف۔ صاحبِ دراستے و مدبر۔

بہادر اور شہسوار

بڑے بڑے شیوخ اور حکمرانوں کے ارباب سے وکشا جمع ہوتے جس شخص میں یہ خصوصیات پاتے ، اسے امام منتخب کر لیتے اور اس کے ہاتھ پر سب بیعت کرتے۔ چنانچہ امام سید الدین اسی طریق سے منتخب ہوئے۔ لیکن اب انہوں نے اس طریقے کے خلاف اپنے بڑے لڑکے کو ولیعهد نامزد کر دیا ہے۔ تاکہ امام موصوف کی وفات کے بعد ہابیوں میں نزاع پیدا نہ ہو۔

امام مین کے پاس حکومت کے تمام اختیارات ہیں۔ وہ بالکل مختار مطلق ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے ایک وزارت مرتب کی ہے جس میں سوائے وزیر خارجہ کے باقی تمام وزیر اُن کے فرزند ہیں۔ لیکن یہ وزراء کوئی کام امام کی اجازت و تصدیق کے بغیر نہیں کر سکتے۔ کاروبار حکومت شریعت اسلام کے مطابق ہے۔

فوجی طاقت | سبب یہ کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ مملکت بین کا ہر فرد جنگجو فطرت کا لک ہے۔ جب جنگ کا اعلان ہوتا ہے۔ تو تمام قوم ملک کے دفاع کے لئے جمع ہو جاتی ہے۔ نیکین بین میں ایک لاکھ سپاہیوں پر مشتمل فوج اس وقت موجود ہے۔ ضرورت پڑنے پر تعداد بڑھائی جاسکتی ہے۔ ملک کے اٹھ فیصد نے بیڑیں چار لاکھ بندو قیں موجود ہیں۔ خدان کے مقام پر کاروں

بنانے کا کارخانہ بھی ہے۔ نیز دوسو توپیں بھی موجود ہیں؛  
 صنعا میں ایک ایسی درسگاہ بھی ہے۔ جہاں فوجی تعلیم دی جاتی ہے  
 گوئین کی فوجی طاقت مصر حاصر کے فوجی انتظامات کے سامنے کچھ بھی نہیں  
 لیکن یمن جیسے ملک میں اس سے زیادہ طاقت پیدا کرنا ممکن نہیں؛  
یمن کی تعلیمی حالت | مملکت یمن کی تعلیمی حالت کو ترکی سیادت کے  
 اٹھ جانے سے بہت نقصان ہوا۔ لیکن اب یمن کے پایہ نخت صنعا میں  
 حکومت نے چند درسگاہیں اپنے صرف پر قائم کر دی ہیں۔ جن میں مندرجہ  
 ذیل قابل ذکر ہیں:-

- ۱۔ درسگاہ حربہ۔ جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں؛
- ۲۔ درسگاہ اساتذہ۔ اس درسگاہ میں استادوں کو تعلیم دی جاتی ہے  
 استاد یہاں سے تعلیم حاصل کر کے دیہات میں تعلیم پھیلانے  
 کی غرض سے جاتے ہیں؛
- ۳۔ مدرسہ شبینہ:- اس میں تین سو کے قریب طلباء تعلیم پا رہے ہیں؛
- ۴۔ یتیم خانہ اور اس سے ملحقہ درسگاہ؛
- یمن کے سیاسی مسائل:-

اب ہم یمن کے سیاسی مسائل پر مختصراً تبصرہ کریں گے۔ پہلے مسئلہ ہنگام  
 حدیدہ پر روشنی ڈالی جائے گی۔ پھر یمن کے برطانیہ سے تعلقات کا ذکر

کیا جائے گا۔ نیز مین اور اطالیہ کے مسئلہ کی تفصیلات بتائی جائیں گی اور  
 آخر میں ہم یہ بتائیں گے۔ کہ مین کا رویہ دولِ اسلامیہ کی طرف کیا ہے ؟  
بندرگاہِ حدیدہ | بحیرہِ احمر کی بندرگاہوں میں حدیدہ کی بندرگاہ ایٹمس  
 اہمیت کی مالک ہے۔ اکی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ تجارتی مرکز ہے  
 اور ترکوں کے زمانہ میں یہاں ان کا فوجی مرکز تھا۔ جب ترکوں کو تہِ العرب  
 سے خارج کرنے کا کام شروع ہوا۔ تو حدیدہ کی بھی باری آگئی۔ ترکوں  
 نے پہلے تو یہ بندرگاہ دینے سے احتراز کیا۔ لیکن آخر میں محمود بک واپس  
 حدیدہ نے اسے امام مین کے سپرد کر دیا۔ کیونکہ یہ بندرگاہ قدرتی طور پر  
 مین کی ملکیت ہے۔ اتحادی کب برداشت کر سکتے تھے۔ کہ ایسی اہم بندرگاہ  
 مین کو مل جائے۔ جس نے جنگِ عظیم کے موقع پر ان کے اشارہِ چشم و ابرو  
 پر رقص کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے قیام امن کے  
 بہانے سے اسے اپنے قبضہ میں لے کر بعد میں امام مین کے رقیب  
 ادریسی امام عسیر کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ ہردو حکمرانوں کے درمیان  
 مناقشت پیدا ہو گئی :

۱۹۲۲ء میں ادریسی فوت ہو گئے۔ اور ان کی جگہ عسیر پر سید علی  
 بن محمد حکمران ہوئے۔ امام مین نے ان پر دباؤ ڈال کر حدیدہ خالی کرالی۔  
 چنانچہ چند سال اس پر انہی کا قبضہ رہا :



۱۹۳۲ء میں بعض وجوہ کی بنا پر امام سحیلی اور امیر ابن سعود کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ سعودی عرب اور یمن کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ چند ماہ بعد صلح ہوئی۔ تو شرائطِ صلح کے مطابق حدیدہ کی بندرگاہ ابن سعود کے قبضے میں آ گئی۔

بعد میں ابن سعود نے یہ بندرگاہ امام یمن کو واپس دے دی۔ چنانچہ آج کل اس پر امام سحیلی کا قبضہ ہے۔

مین کے انگریزوں	اب برطانیہ نے امام سحیلی کے رقیب امام سیر
سے تعلقات	کی پیٹھ ٹھونکنا شروع کر دی۔ اور اس طرح دونوں

کے درمیان مناقشت پیدا ہو گئی۔ کچھ عرصہ حدیدہ کے مسئلہ پر دونوں کے درمیان اختلاف رہا۔ اس کے بعد برطانیہ نے یمن کے گرد و نواح کے شیوخ کو وظائف دے کر یمن کی ناکہ بندی کرادی۔ اس حکمت عملی کی وجہ یہ تھی۔ کہ یمن نے جنگ عظیم کے موقعہ پر ترکوں سے رشتہ قائم رکھا تھا اور وہ اب تک۔ انگریزوں کے زیر سایہ آنے کے لئے تیار نہیں ہوا تھا۔ یمن سے برطانیہ و فرانس کی گفتگو ایک عرصے سے جاری تھی۔ جنوری ۱۹۳۴ء کے اواخر میں یمن سے کئی مسائل کے بارے میں تصفیہ ہو گیا۔ برطانیہ نے یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ یمن کے لواحق جزائر پر امام یمن کی سیادت قائم رہے گی۔ جزیرہ اشجہ سعید اور عدن کی اراضی کے متعلق بھی جلد کوئی

فیصلہ ہونے والا ہے :

یمن اور اطالیہ یمن اور اطالیہ کے تعلقات کے متعلق دیر سے افواہیں اُڑ رہی ہیں۔ ۱۹۲۷ء میں بالخصوص اطالوی اثر میں پر نمایاں ہو گیا تھا۔ چنانچہ اسی سال مصر کے ایک جریدہ ”السیاسہ“ میں ایک شذرہ اس موضوع پر شائع ہوا تھا۔ جس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے :-

”یمن پر اطالیہ کا دانت مدت سے ہے۔ لیکن برطانیہ کی رقابت ہمیشہ اس کا راستہ روک دیتی تھی۔ اب باہم سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ اور اطالیہ یمن کی طرف بے کھٹکے بڑھ رہا ہے۔ یہ واقعہ ہے۔ کہ گزشتہ چند ماہ کے اندر اطالیہ نے سناہ میں بہت اثر پیدا کر لیا ہے، ایک زمانہ تھا۔ جب امام یحییٰ اٹلی کا نام بھی سنا نہ چاہتے تھے۔ لیکن اب وہ اس سے معاہدہ کر رہے ہیں۔ سامان جنگ کے رہے ہیں۔ اور اپنی فوج کی تربیت کے لئے اطالوی افسروں کے طلبگار ہیں۔“

گزشتہ ہفتے ان دو ستارہ علانی نے ایک نیا قدم اٹھایا ہے۔ یمن کی تاریخ میں پہلی دفعہ اس کا سیاسی وفد یورپ گیا ہے۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ ”یمنی وفد یورپ کے بڑے بڑے شہروں کی سیاحت کرے گا۔ تاکہ مغربی تمدن کا مطالعہ کرے۔ پھر یہ وفد قسطنطنینہ اور انگلورا جائے گا۔“ اس اعلان میں اطالیہ کا ذکر نہیں۔ حالانکہ اس کی اصلی غرض

اطالیہ ہی ہے۔ یہ وفد روم پہنچ گیا ہے۔ امام سچیلے کے منجھلے بیٹے امیر محمد اس کے رئیس ہیں۔ اور سید عبداللہ ابراہیم۔ سید عباس علی۔ قاضی علی عمری اور قاضی راغب بیگ رکن ہیں۔ فاضلی راغب بیگ حکومت صنعاء کے وزیر امور خارجہ ہیں۔ اور یمن میں تہا شخص ہیں۔ جو ایک یورپین زبان (فرانسیسی) جانتے ہیں۔ اس وفد نے آنے ہی مسولینی اور شاہ اطالیہ سے طویل ملاقاتیں کیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ اسے اپنے سوئے ظن کا نشانہ بنائیں لیکن اطالیہ کے نیم سرکاری اخبار "کوریرا ٹوسی لاسیرا" کا ایک جملہ نقل کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ جملہ اطالیہ اور یمن کی دوستی کی بہترین شرح ہے۔

"اطالیہ کی یمن اور امان میں سے دوستی کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ وہ حجاز یا ابن سعود پر دست درازی کرنا چاہتا ہے۔ مسولینی نے یمن سے جو صلح نامہ کیا ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ جزیرہ اعراب میں امن قائم رہے۔ اطالیہ بحیرہ احمر میں وسعت حاصل کرنے پر مجبور ہے اس توسیع کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اطالوسی نوآبادی اتریا کے تعلقات عرب کی قوموں اور مشرقی افریقہ کے قبیلوں سے قائم ہو جائیں گے۔ خط کشیدہ الفاظ کو پڑھ کر اطالیہ کے ان استعماری عزائم کا پتہ چلتا ہے جن کی تکمیل کے لئے اسے یمن کی ضرورت ہے۔"

۱۹۳۴ء کے آخر میں ایک انگریزی جریدے کے سیاسی نامہ نگار نے  
 یمن پر اطالیہ کے اثر کے مواقع اور نتائج پر بحث کی سبب - جریدہ مذکور  
 رقمطراز ہے - کہ :-

”یمن کی مصیبتیں ابھی ختم نہیں ہوئیں - اس وقت یمن ابن سعود کے  
 زیر حمایت ہے - اور اس کی خارجی حکمت عملی کا انحصار ابن سعود کی مرضی پر ہے  
 لیکن عین ممکن ہے - کہ کچھ عرصہ بعد یمن پر ابن سعود کی سیادت نہ رہے -  
 کیونکہ اطالوی گماشتے یمن کے طول و عرض میں پھیل رہے ہیں - تاکہ وہ وہاں  
 ملکی خانہ جنگی کے مواقع پیدا کر دیں - امام یحییٰ ضعیف ہو گئے ہیں - اور  
 زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکتے - جب وہ فوت ہوں گے - تو ملک میں تقیبی  
 طور پر خانہ جنگی رونما ہو جائے گی - ایک طرف اُن کے مقرر کردہ ولی عہد ہونگے  
 جن کے ساتھ ملک کی فوج بھی ہوگی - اور دوسری طرف ولی عہد کے  
 چھوٹے بھائی ہونگے - جن کی امداد ملک کے عام باشندے کریں گے - خانہ جنگی  
 کی صورت میں مسیبنی کو بہانہ مل جائے گا - کہ وہ ”قیام امن“ کی غرض سے  
 اس خانہ جنگی میں دخل دے - اور اس کے لئے یہ بہت آسان ہے -  
 کیونکہ وہ اطالیہ کی نوآبادی اتریا کی طرف سے آسکتا ہے - اور اسی تیریا  
 سمندری رستے سے یمن سے چند ہی میل دور واقع ہے ،  
 جب اطالیہ کا قبضہ یمن پر ہو جائے گا - تو بحیرہ احمر پر اطالیہ کو ایک

قابل رشک حیثیت حاصل ہو جائے گی۔ عدن کی اہمیت بالکل ختم ہو جائیگی اور پورے ہندوستان جانے والا راستہ خطرناک ہو جائے گا :

”شہزادہ سبف الاسلام احمد کے متعلق خیال ہے کہ وہ مسوینی کے ہاتھ میں کٹ پٹی بن جائے گا۔ وہ مسوینی کی شخصیت اور اصولوں کا بہت مداح ہے۔ اور یمن میں خانہ جنگی ہونے کی صورت میں اطالیہ کے ذل کا خیر مقدم کرے گا :

”مصر میں اس امر کا یقین کیا جا رہا ہے۔ کہ اطالوی گماشتے ہر کس و ناکس کو ہتھیار دے رہے ہیں تاکہ جب خانہ جنگی ہو تو کافی خطرناک نوعیت کی ہو۔ تاکہ اطالیہ اسے ختم کرنے کے لئے بحیرہ احمر کے راستے اپنی فوجیں یمن میں داخل کر دے۔ اور وہ اپنے اس اقدام کو جائز قرار دینے میں حق بجانب ہو :

بہر کیف ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا۔ کہ حالات کی اس رفتار اور رجحان کے متعلق ابن سعود کی کیا رائے ہے۔ کم از کم یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ وہ یمن پر اطالیہ کے قبضے کو خاموشی سے برداشت نہ کرے گا :

ظاہر ہے۔ کہ اگر اطالیہ یمن پر قابض ہو گیا۔ تو ابن سعود جزیرۃ العرب میں اپنی زبردست اہمیت کو کھو دے گا اور عین غلبے کے وہ اطالیہ کے گماشتوں کا آلہ کار بننے پر مجبور ہو جائے۔ اسلئے سیاسی حلقوں میں یہ

جبال کیا جاتا ہے کہ ابن سعود اپنی حیثیت کو مفہوم نہ کر نے کی غرض سے  
برطانیہ کے ساتھ زیادہ قریبی تعلقات پیدا کرے گا۔

بن پرفیضہ کرنے سے اطالیہ کے لئے ایک بہت بڑا میدان پیدا ہو  
جائے گا۔ وہ بحیرہ روم کی آس پاس کی سلطنتوں سے دوستی پیدا کرنے کی  
کھان رہا ہے۔ کیونکہ وہ انہی ممالک کی امداد سے اپنے استعماری غرائم میں  
کامیاب ہو سکتا ہے۔ اطالیہ کا ارادہ ہے کہ وہ بحیرہ روم میں طاقت حاصل  
کر کے نہر سوئز پر قبضہ کرے اور اس کے بعد آہستہ آہستہ ممالک اسلامی  
کی سیاسی آزادی کو ختم کر کے فسطائیت کا منشا مپورا کرے۔ اس وقت حبش  
پر اطالیہ کا قبضہ ہے۔ اسلئے وہ مین میں انزور سوخ پیدا کر رہا ہے معلوم  
ہوا ہے کہ اس وقت اطالیہ کے کئی گشتے مین میں فسطائیت کے  
اصولوں کی تبلیغ کر رہے ہیں :

حال ہی میں فسطائیوں کو ایک شدید صدمہ پہنچا ہے۔ کیونکہ فسطائیت  
کے مفروضہ ہمدرد شہزادہ سیدت الاسلام محمد نے بیروت کے اخبار العرب  
کو ایک بیان کے دوران میں اعلان کر دیا ہے کہ مین نے اطالیہ سے  
معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے ”اطالوی شاید  
یہ قبول گئے ہیں۔ کہ مین کی حکومت اسلامی ہے۔ لیبیا۔ حبشہ اور البانیہ  
میں اطالویوں نے جو سلوک مسلمانوں سے روار کھا ہے۔ اسکے پیش نظر

مسو لیٹی اور اس کے رفیق کس طرح یہ توقع کر سکتے ہیں۔ کہ عین اُن سے کسی قسم کا معاہدہ کر لے گا۔ جس طائیت سے کوئی معاہدہ کرنا گویا خدا پرستوں کی سر زمین میں دہریت کو دعوت دینا ہے۔ خدا پرستی اور دہریت میں کبھی اتحاد ہوا ہے۔ نہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہو گا۔

# شرق اردن

جغرافیائی معلومات :-

حدود: اردن اور رومیت - رقبہ اور آبادی - مشہور مقامات  
سیاسی تاریخ :-

شرق اردن کی ابتدائی سیاسی تاریخ - جمہیتہ اقوام  
کی خدمت میں برطانیہ کی عرضداشت - ہائی کمشنر اور  
امیر عبداللہ کے درمیان معاہدہ  
شرق اردن میں  
سیاسی بیداری - - امیر عبداللہ کے سیاسی عزائم -  
فلسطین کے متعلق شرق اردن کی روش - - موجودہ  
جنگ میں شرق اردن کی روش \*



# شرق اردن

حدود اربعہ اور وسعت | شرق اردن کے شمال کی جانب شام اور عراق جنوب کی طرف حجاز مشرق کی سمت نجد اور مغرب کی جانب دریائے دجلہ بحیرہ بیت اور فلسطین واقع ہیں۔

شرق اردن اس تمام علاقے پر مشتمل ہے۔ جو دریائے اردن کے مشرقی ساحل کی طرف شام کی جنوبی سرحد سے۔ یہ کرغلیج عقبہ تک واقع ہے رقبہ اور آبادی | ملک کا رقبہ ۱۳۵۲۰ مربع میل ہے۔ دارالخلافہ عمان ہے اور آبادی تقریباً چار لاکھ ہے۔ جس میں نوے فیصدی مسلمان ہیں \*  
مشہور مقامات | مشہور مقامات مندرجہ ذیل ہیں :-

عمان۔ السلط۔ الکرب۔ مادبا۔ لفیلیۃ اربد \*

شرق اردن کی ابتدائی سیاسی تاریخ | شام سے امیر فیصل کو خارج کر دیا گیا تھا۔ کیونکہ حکومت فرانس ان کی حرکات کو مناسب خیال نہیں کرنی تھی۔ اب ان کے بھائی امیر عبداللہ خلف شریف حسین کی باری

آئی۔ انہوں نے چاہا کہ میں بھی قسمت آزمائوں۔ اور شام کو حکومت شریف کے زیر سیادت سے آؤں۔ چنانچہ اس مقصد کو لئے کہ وہ نومبر ۱۹۲۰ء میں حجاز سے عمان پہنچ گئے۔

اب حکومت برطانیہ عجیب مصیبت میں سمٹ گئی۔ وہ یہ نہ چاہتی تھی کہ فرانس سے کشیدگی پیدا ہو۔ اور نہ امیر عبداللہ وغیرہ کو باؤس کرنا چاہتی تھی۔ کیونکہ شریف حسین اور اس کے دونوں لڑکوں امیر فیصل اور امیر عبداللہ نے جنگ عظیم میں برطانیہ کی مدد کی تھی۔ وہ انہیں کچھ انعام بھی دینا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس نے شرق اردن امیر عبداللہ کے حوالے کر دیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ وہ شرق اردن سے دستبردار ہو گئی تھی۔ بلکہ امیر عبداللہ کو شرق اردن کا والی بنا کر برطانیہ کی حیثیت زیادہ مضبوط ہو گئی۔ نیز برطانیہ نے امیر عبداللہ سے یہ وعدہ لیا کہ وہ شام کی جانب کسی قسم کا کوئی جارحانہ اقدام نہ کریں گے۔

۲۱ مارچ ۱۹۲۱ء کو امیر عبداللہ کے ہاتھ میں عنان حکومت سے دی گئی۔ اور ساتھ ہی برطانیہ نے ایک لاکھ اسی ہزار پاؤنڈ کا ایک عطیہ شرق اردن میں حکومت کے قیام کے سلسلے میں ابتدائی اخراجات کے لئے دے دیا۔

۱۹۲۲ء کی خزاں میں امیر عبداللہ انگلستان بھی گئے۔ تاکہ حکومت

برطانیہ سے شرق اردن کے مستقبل کے متعلق گفتگو کر سکیں۔ کیونکہ ابھی تک شرق اردن پر ان کی امارت کے متعلق کوئی خاص شرائط مرتب نہ ہوئی تھیں۔  
۱۷ جولائی ۱۹۲۳ء کو حکومت برطانیہ نے ایک اعلان شایع کیا کہ وہ مشرق اردن کو اندرونی طور پر ایک آزاد ملک تسلیم کرتی ہے۔ بشرطیکہ ان لوگوں ملکوں میں ایک معاہدہ ہو۔ جس کے مطابق ملک میں آئینی دستور حکومت کا آغاز کیا جائے۔ اور بین الاقوامی امور میں برطانیہ کی سیادت منظور ہو۔ نیز یہ شرائط جمعیتہ اقوام کی کونسل تسلیم کرے۔

۲۳ ستمبر ۱۹۲۲ء کو برطانیہ کی طرف سے جمعیتہ اقوام میں برطانیہ کی عرضداشت  
کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش ہوئی

تھی۔ جس میں یہ درج تھا۔ کہ جمعیتہ اقوام اس امر کی منظوری دے۔ کہ شرق اردن کو فلسطینی انتداب کی بعض شرائط سے مستثنیٰ کر دیا جائے (یہ یاد رہے کہ فلسطین کے انتداب میں شرق اردن بھی شامل تھا، وہ شرائط یہ تھیں :-

- ۱۔ فلسطین میں یہودی قومی وطن کے قیام کے ذرائع پیدا کرنا۔ دفعہ ۲
- ۲۔ بین الاقوامی یہودی انجمن کے ساتھ یہودیوں سے متعلق مسائل کے متعلق مشورہ کرنا۔ دفعہ ۴
- ۳۔ یہودیوں کے داخلے کے سلسلے میں سہولتیں پیدا کرنا۔ دفعہ ۶

- ۴۔ فلسطین کے نظام حکومت میں یہ قانون داخل کرنا۔ کہ جو دفعہ ۷  
 یہودی مستقل طور پر اس خطے میں قیام کریں۔ انہیں ردفی کا  
 حقوق دے دیئے جائیں :
- ۵۔ اراضی کے سلسلے میں خاص نظام پیدا کرنا۔ جس سے زیادہ ۱۱۔  
 سے زیادہ لوگ اس ملک میں رہ سکیں۔ اور زمین کی کاشت  
 نہایت اچھے طریق سے ہو سکے :
- ۶۔ یہودیوں کی بین الاقوامی انجمن کو اختیار دینا۔ کہ وہ ملک کے  
 مفاد عامہ کے سلسلے میں تعمیری کام میں سرمایہ لگا سکے  
 ۷۔ تمام عبادت گاہوں کے تحفظ کا انتظام انتدابی طاقت کے  
 ماتحت میں ہونا :
- ۸۔ انتدابی حکومت ایک کمشن منقر کرے گی۔ جو مذہبی مقامات  
 کے متعلق مختلف مذاہب کے حقوق کی نگہداشت کرے گا  
 دفعہ ۱۳
- ۹۔ فلسطین کی دفتری زبانیں انگریزی۔ عربی اور عبرانی ہوں گی  
 اور حکومت کی طرف سے جو بیان یا اعلان وغیرہ جاری ہوگا  
 وہ عربی اور عبرانی دونوں زبانوں میں ہوگا۔ نیز سیکڑوں پر جو  
 ۲۲ دفعہ  
 حروف ہونگے۔ وہ بھی دونوں زبانوں میں ہونگے :
- ۱۰۔ حکومت فلسطین مختلف مذاہب کے مقدس آیام کو تسلیم کرے گی۔

اور مختلف مذاہب کے افراد کو قانونی حق دے گی۔ کہ وہ اپنے

اپنے مقدس ایام کو تعطیل کر سکیں

وفدہ ۲۳

ہائی کمشنر | مندرجہ بالا شرائط کے سوائے فلسطین کے امتداد اب کی جو  
اور امیر عبداللہ | دوسری شرائط ہیں۔ وہ شرق اردن پر بھی نافذ ہیں فلسطین

کے ہائی کمشنر کا اقتدار شرق اردن پر بھی ہے۔ اور ہائی کمشنر و امیر عبداللہ

کے درمیان ایک معاہدہ ہوا ہے۔ جس کی رو سے ولی عہد امیر عبداللہ

ہی کی اولاد سے ہوگا۔ امیر اپنے کا بیٹہ کو خود تشکیل دے سکتا ہے۔ اور

خود ہی اُسے توڑ سکتا ہے۔ امیر کو حق حاصل ہے کہ وہ خود قانون بنائے

یا کوئی قانون منسوخ کرے۔ چنانچہ اسی معاہدے کے مطابق اس وقت

تک امیر عبداللہ شرق اردن پر حکومت کر رہے ہیں۔

شرق اردن میں | جب شام میں دروزیوں نے استعماریت کے خلاف

سیاسی بیداری | جہاد کیا۔ تو شام کے عربوں میں ایک زبردست سیاسی

بیداری پیدا ہو گئی فلسطین میں پہلے ہی سیاسی تحریکیں سرگرم کار تھیں۔ نیز

سجدی تحریک بھی بہت تیزی سے پھیل رہی تھی۔ ان تمام تحریکات کا اثر شرق

اردن پر بھی پڑا۔

۱۹۲۷ء میں عمان میں ایک سیاسی انجمن قائم ہو گئی۔ جس میں تمام

سربراہان و مشائخ اور روشن خیال نوجوان شامل تھے۔ اس انجمن نے برطانیہ

مطالبہ کیا۔ کہ وہ شریعت حسین والے معاہدے کی تکمیل کرے۔ انتدابی نظام کی شدید مذمت کی۔ اور امیر عبداللہ کی نام نہاد حکومت کے خلاف پُر زور احتجاج کیا۔ اس انجمن کا ایک وفد امیر عبداللہ سے ملا۔ اور ان سے کہا کہ وہ ملک میں نمائندہ پارلیمنٹ مقرر کریں :

انجمن نے اعلان کر دیا ہے کہ امیر عبداللہ کی حکومت کو ہر گز یہ حق حاصل نہیں۔ کہ وہ شرق اردن کی طرف برطانیہ کے ساتھ کوئی معاہدہ ملک کی اجازت کے بغیر کریں۔ انجمن نے صریح الفاظ میں اعلان کر دیا کہ اگر شرق اردن میں ظلم و استبداد کا اسی طرح دور دورہ رہا تو باشندگان فلسطین خطرناک خطرناک راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے :

امیر عبداللہ نے اس وقت کی سیاسی بیداری کے پیش نظر اپنی حفاظت کے لئے خاص تدابیر اختیار کیں۔ نیز فرانس کو خوش کرنے کیلئے دروڑیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو حکومت فرانس کے حوالے کر دیا (تفصیلات شام کے باب میں ملاحظہ کریں) نیز ملک میں فوجی قانون نافذ کر دیا

امیر عبداللہ بڑی بڑی سیاسی امیدیں لئے بیٹھے ہیں  
سیاسی عزائم | ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ شام، فلسطین اور شرق اردن

کی متحدہ حکومت کے تنہا بادشاہ بن جائیں۔ ایک غیر مصدقہ اطلاع یہ بھی تھی۔ کہ حکومت برطانیہ اس امر پر غور کر رہی ہے کہ شام، فلسطین اور شرق اردن

امیر عبداللہ کو وائسرائے مقرر کر دیں۔ اور مصر کے شاہ فاروق کو خلیفۃ المسلمین بنادیں۔ لیکن دنیا نے اسلام نے ایسی خلافت کو جو برطانیہ کی آگے بڑھ رہی ہو پسندیدہ قرار نہ دیا۔

بہر حال یہ خبر تو بہت مشہور تھی۔ کہ شام امیر عبداللہ کی بادشاہت میں دے دیا جائے گا۔ چنانچہ امیر موصوف لبنان بھی گئے تھے۔ نیز فلسطین کے اعتدال پسند لیڈر فخری نشاشیبی کو بھی شام بھیجا۔ تاکہ وہ ان کی بادشاہت کا پروپیگنڈا کر سکیں۔

امیر عبداللہ نے شام کی بادشاہت کے مسئلہ کے متعلق جریدہ الاہرام مصر کے نامہ نگار سے ایک ملاقات کے دوران میں کہا۔ کہ ۱۔

”اس وقت شام میں شاہنشاہی کی طرف جو عام رجحان پیدا ہو گیا ہے وہ اُن مختلف طرز ہائے حکومت کی ناکامی کا نتیجہ ہے۔ جن کا گزشتہ انیس برس میں تجربہ کیا گیا ہے۔ شرق اردن اور شام اتحاد کے خواہشمند ہیں۔ اس لئے لوگ میرے منقلب بات چیت کرنے لگے ہیں اور اپنے متعلق میں خیال ہے کہ میں اپنی قوم کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے شام کی خدمت کا موقع مل گیا تو میں انشاء اللہ اپنی قوم کی فلاح و بہبود اور اس کی آزادی کی حفاظت کیلئے پوری کوشش کرونگا۔“

لیکن اصل بات یہ ہے کہ امیر عبداللہ کو شام کے وطنی حلقوں کی تائید بھی حاصل نہیں۔ عراق نے صاف طور پر انہیں کہہ دیا ہے کہ شام پر نظر رکھنا ان کے لئے قطعی طور پر مفید نہ ہوگا۔ نیز سلطان ابن سعود نے ایک اعلان میں کہا ہے کہ جو شخص موجودہ حالات میں شام کی پادشاہت قبول کرے گا۔ وہ ملتِ عربیہ کا فدا ہوگا۔ اور استعماری طاقتوں کا آلہ کار بنے گا۔ شام کی مجلسِ تشریعی کا الگ اجلاس بیروت میں منعقد ہوا۔ جس میں شام میں ملوکی کے قیام پر حیرت کا اظہار کیا گیا۔ اور اعلان کیا گیا کہ اگر شام پر امیر عبداللہ کو بادشاہ مقرر کر دیا گیا۔ تو اس سے عربی ممالک میں سخت پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی۔

بہر حال پولیسکے مسئلہ پر جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے پادشاہت کے مسئلہ کو فراموش نے معرض التوا میں ڈال دیا ہے۔

فلسطین کے متعلق | فلسطین میں جو تحریک آزادی جاری ہے۔ اس سے شرقِ اردن کی روٹیں | تمام عربی ممالک کو ہمدردی ہے۔ شرقِ اردن بھی ان میں شامل ہے۔ لیکن امیر عبداللہ نے اکثر یہی کوشش کی کہ فلسطین کی تحریکِ آزادی کے سلسلے میں انہیں کچھ فائدہ پہنچ جائے۔ اگر وہ کبھی فلسطین کے عربوں کی حمایت میں اعلان کرتے ہیں۔ تو اس کی وجہ صرف ذاتی اغراض ہیں۔ ورنہ وہ ہر وقت برطانیہ کے اشارے کے مطابق



کام کرنے کو تیار ہیں \*

خود یہودیوں کو امیر عبداللہ سے بڑی توقعات ہیں۔ کہ جب فلسطین میں جگہ نہ رہے گی۔ تو امیر عبداللہ یہودیوں کو شرق اردن میں بسنے کی اجازت دے دیں گے۔ نیز امیر عبداللہ فلسطین کے عربوں کی نمائندہ مجلس جس کے صدر مفتی امین الحسینی تھے، سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتے، لیکن انکی مخالف پارٹی کے لیڈر فخری نشاٹیلی سے ان کی بہت گہری چھلتی ہے۔ +

موجودہ جنگ میں | جو ہنری برطانیہ اور فرانس کی جرمنی سے جنگ پھڑی

شرق اردن کی روٹل | امیر عبداللہ نے اتحادیوں کی حمایت کا اعلان کر دیا ہے۔ اور جرمنی سے تمام تعلقات منقطع کر لئے۔ آپ اتحادیوں کی حمایت میں زور شور سے پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ آپ نے حال ہی میں عمان عربوں کے ایک جلسے میں تقریر کی۔ کہ عربوں کو جمہوریت کے علمبرداروں یعنی اتحادیوں کی حمایت کرنی چاہیئے \*

# متفرق عرب علاقے

۱۔ بحج۔

۲۔ حضرموت۔

۳۔ مسقط و عمان۔

۴۔ کویت۔

۵۔ بحرین۔

گیارہ قبائل۔

عراق ————— عوارل ————— فضلی

واحدی ————— حواسب ————— قطیبی

علوی ————— یوافع ————— ضالح

عقارب ————— عبیدہ

# پانچ چھوٹے چھوٹے عرب علاقے

## لج - حضرموت - مسقط و عمان - کویت - بحرین

اس سے پہلے ہم سعودی عرب - عراق - فلسطین - شام - شرق اردن او  
مین کے ممالک کی سیاسیات پر بحث کر چکے ہیں۔ اب ہم وہ بابوں میں دیگر تمام  
عرب علاقوں کے متعلق مختصراً ذکر کریں گے۔ پہلے باب میں لج - حضرموت -  
مسقط و عمان - کویت اور بحرین کا ذکر ہوگا۔ دوسرے باب میں ان علاقوں کا  
ذکر ہوگا۔ جو مین کے قریب واقع ہیں۔ اور برطانوی سیادت کے ماتحت ہیں +  
لج | لج مین کے جنوب میں واقع ہے۔ اس کی آبادی ایک لاکھ ہے۔  
جنگ عظیم کے دوران میں یہ علاقہ انگریزوں کے قبضے میں آیا۔ انہوں نے  
عبد الکریم بن علی کو اس علاقے کا سلطان بنالیا۔ اور اس حکومت کو اپنے  
زیر حمایت لے لیا۔ برطانیہ کی طرف سے سلطان عبد الکریم کو تین ہزار دو سو بیس

ماہانہ بطور وظیفہ ملتا ہے :

لج اُس وقت بڑی اہمیت کا مالک بنا۔ جبکہ عدن بھی اس میں شامل تھا۔ ایکسپن عدن کو ملتے ہوئی کہ برطانیہ نے اپنے ہتھ میں لے لیا تھا۔ اس لئے اب لج کسی خاص اہمیت کا حامل نہیں :

حضر موت | یہ علاقہ یمن کی نوآبادیات میں سے ہے۔ آبادی دو لاکھ ہے۔ عرصہ دراز تک یہ علاقہ خارجی اثر سے آزاد رہا۔ لیکن ۱۸۹۹ء میں اس نے حکومت عدن سے حادہ کر لیا۔ جس کی رو سے حضر موت انگریزوں کے زیر اثر ہو گیا :

حکومت کا نظام شرعی ہے۔ سالانہ آمدنی تقریباً چھ لاکھ روپیہ ہے تمام قوانین کا نفاذ سلطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ جن کا نام سلطان صالح بن غائب ہے :

خلیج فارس کی ریاستیں | خلیج فارس میں کئی ریاستیں ہیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں :-

مسقط و عمان - کویت - بحرین - راس النجہ - الشارقة - ابوظہبی - دبی - قطر وغیرہ - ان میں سے ہم صرف اول الذکر تین ریاستوں کا ذکر کریں گے۔ کیونکہ یہی ان سب سے زیادہ اہم ہیں۔ یہ امر خالی از حد پس نہ ہوگا کہ خلیج فارس کی تمام ریاستیں برطانیہ کے زیر اثر ہیں :

**مسقط و عمان** | مسقط و عمان کا مشترکہ رقبہ ایک لاکھ چالیس ہزار مربع کلومیٹر ہے۔ آبادی پندرہ لاکھ ہے۔ مسقط البوسجید کا پایہ تخت ہے۔ اور نزدیکی عمان کا۔ دونوں کے درمیان محض اندازے سے ایک حد فاصل قرار دی گئی ہے۔ ملائکہ اندرونی حصے میں عمان کی حکومت کام کرتی ہے۔ ساحلی حصے میں حکومت مسقط۔ عمان کے امام "امام محمد بن بولشد الخلیلی" ہیں۔ اس کا نظام حکومت شرعی ہے۔ امام ہمیشہ منتخب ہوتا ہے۔ البوسجید کا دستور نہیں۔ یہ علاقہ برطانیہ کے زیر حمایت ہے؛

مسقط کے سلطان سجد ابن تیمور بنی اسے (مبئی) ہیں۔ نظام حکومت مدنی ہے۔ سلطان ایک وزارت مرتب کرتا ہے۔ جس کا رئیس بھی خود مقرر کرتا ہے۔ وزارت مالیہ ایک انگریز کے ہاتھ میں ہے مسقط گوہر برطانیہ کے زیر اثر ہے۔ لیکن یہاں امریکہ۔ فرانس اور برطانیہ کے فوصل خانے ہیں۔ جو خلیج فارس کی دیگر ریاستوں میں نہیں ہیں؛

مسقط و عمان کا علاقہ سب سے پہلے ۱۸۹۱ء میں ایک معاہدہ کے ذریعہ سے برطانیہ کے ماتحت ہوا۔ اس کے بعد ۱۹۱۲ء میں سلطان فیصل بن ترکی نے ایک جدید معاہدہ کیا۔ جس کی رو سے وہ انگریزوں کے زیر اثر رہنے کا سختی سے پابند ہو گیا؛

**کویت** | کویت عراق اور نجد کے درمیان واقع ہے۔ اس کا رقبہ

چار ہزار مربع میل اور آبادی ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ اس وقت یہاں شیخ احمد جابر حکمران ہیں۔ یہ ریاست اسلئے خاص طور پر مشہور ہے کہ یہاں سمندر سے موٹی نکالنے کا کام ہوتا ہے +

کویت پہلے دولت عثمانیہ کے ماتحت تھا۔ ۱۹۱۳ء میں شیخ مبارک اور اس کے لڑکے کو یہ سوجھی کہ وہ کویت کو اپنے قبضے میں لے لیں۔ انہوں نے قبضہ کر لیا۔ لیکن دولت عثمانیہ کویت کے پچھے شیخ عبداللہ کی حامی تھی اسلئے اس نے شیخ مبارک سے مطالبہ کیا کہ وہ کویت سے دست بردار ہو جائے۔ شیخ مبارک نے انگریزی سفیر متعینہ بو شہر کی مدد حاصل کی۔ اور اس طرح اپنی حیثیت مضبوط کر لی۔ ۱۹۱۳ء میں ۲۹ جون کو ترکی نے برطانیہ سے ایک معاہدہ کیا کہ وہ کویت سے دستبردار ہوتا ہے اب برطانیہ اور کویت کے درمیان اسی قسم کا ایک معاہدہ ہوا۔ جیسا کہ غلیج فارس کی دوسری ریاستوں سے ہوا تھا۔ یعنی کویت سوائے برطانیہ کے اور کسی غیر ملکی سلطنت کو اپنے ملک میں دخل کا حق نہ دے گا۔ اور برطانیہ کویت کی حفاظت کرے گا +

نظام حکومت شرعی ہے۔ ایک مجلس شوریٰ بھی ہے + کویت اس وقت نجد اور عراق دو طاقتور ملکوں کے درمیان ہے۔ اور دونوں ملک اس پر قبضے کی نیت رکھتے ہیں۔ اسلئے کویت ہر بات میں

نیز جانبدار رہتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات دونوں حکومتوں کی مخالفت گروہوں کو خاموشی سے برداشت بھی کر لیتا ہے۔ سلطان ابن سعود نے کویت کے مال کا مقاطعہ کر رکھا ہے۔ اس لئے یہ علاقہ آجکل اقتصادی مشکلات میں پھنسا ہوا ہے۔

**بحرین** | بحرین خلیج فارس میں چند جزائر کا نام ہے۔ مجموعی رقبہ ۵۵۲ مربع کلومیٹر ہے۔ اور آبادی دو لاکھ ہے۔ پایہ تخت محرق ہے۔ بحرین دونوں کی برآمد کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ موجودہ امیر شیخ حمد بن عیسیٰ الحلیفہ ہیں۔

بحرین کے موجودہ امیر نے برطانوی سفیر متعینہ بوشر سے ایک معاہدہ کر لیا تھا۔ کیونکہ وہ خود بحرین کے دفاع کا انتظام کرنے سے فاصر تھا۔ معاہدہ میں فیصلہ ہوا کہ برطانیہ بحرین کی حفاظت کرے گا اور بحرین سوائے برطانیہ کے اور کسی خارجی قوم کا اثر قبول نہ کرے گا۔ یہاں کا انتظام حکومت شرعی تھا۔ لیکن اب ۱۹۲۳ء سے تمام اختیارات برطانوی سفیر کے ہاتھ میں آ گئے ہیں۔

## تسعة نواحي

میں کے منسل نو چھوٹے بوٹے علاقے ہیں۔ جہاں کا انتظام  
مختلف قبائل کرتے ہیں۔ یہ قبائل پہاڑ میں کے ماتحت تھے لیکن اب برطانیہ  
نے عدن کی حفاظت کی غرض سے ان تمام قبائل کو وظيفے دے کر ساتھ  
لے لیا ہے۔ ذیل میں ہم ان علاقوں کے قبیلوں کی فہرست دیتے ہیں۔  
نہران کے وظيفے کی رقم بھی درج کرتے ہیں اس کے ساتھ ہی ہم دو  
اور قبائل کی بھی تفصیل دے رہے ہیں)

۳۶۰ روپے ماہانہ

۱۔ الفضلی - حاکم عبدالقادر بن حسن

۹۰۰ روپے ماہانہ (مجموعی تمام وظيفے)

۲۔ العوالق - اسکے چار حاکم ہیں

۳۔ العوازل -

۴۔ الواحی - حاکم علی بن محسن،

۴۰۰ روپے ماہانہ

۵۔ الحواسب - محسن بن علی

۱۰۰ روپے

۶۔ القطیبی - شیخ محمد صالح اضرم

۷۔ العلوی -



- 
- ۸۔ البوائع - حاکم شیخ عبدالرحمن منفلی ۸۰ روپے ماہانہ
- ۹۔ التملع - " امیر نصر بن شایف ۳۰ " "
- ۱۰۔ العقارب
- ۱۱۔ الضبیحہ ایک سو روپیہ ماہانہ
-

# برِ اعظم افریقہ کی اسلامی ریاستیں

(سوائے مصر کے)

۱۔ اطالیہ کی استعماری حکمت عملی اور لیبیا یا طرابلس — الما لوسی استعماریت کے نوآبادیاتی عزائم — فلسطینت کا رویہ اسلام کی طرف سے ۔

لیبیا یا فلسطین ؟

۲۔ برِ اعظم افریقہ میں فرانس کے اسلامی مقبوضات — الجزائر —

ٹیونس — مراکش کے تین حصے — فرانسیسی — سپینی —

اور سلطان کے ماتحت ؟

۳۔ سیاسیات مراکش —

مراکش کو یورپی ممالک کا قرضہ ۔ بربری قبائل سے سپین کی جنگ ۔

قبائل ریف کی بغاوت — بغاوت ہسپانیہ — فرانسیسی مراکش میں

بغاوت — فرانسیسی مراکش کے موجودہ حالات — قومی تحریک

مسیحیت کی تبلیغ — مراکش میں اصلاحات کی تجویز ؟

# اطالیہ کی استعماری حکمت عملی

اور

## لیبیا یا طرابلس

۲۸ ستمبر ۱۹۱۱ء کو اطالیہ نے بغیر کسی قسم کے اشتعال کے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اور طرابلس و سرنیکہ پر حملہ کر کے دونوں صوبوں کو فتح کر لیا۔ اور ان دونوں کو ملا کر لیبیا کا پہلا حصہ نام رکھ دیا۔ سنوسیوں کی قیادت میں لیبیا کے اندرونی حصے کے عرب قبائل نے اطالوی استعماریت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ سنوسی بیس سال سے اطالوی استعماریت کے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں۔ لیکن ابھی تک کامیاب نہیں ہوئے۔ تحریک سنوسی کے آخری قائد سید احمد السنوسی رحمۃ اللہ علیہ میں وفات پا گئے۔

جنوبی خطوں میں چارہم زرخیز علاقے نمودار ہوئے۔ دہلیو۔ جنوب اور  
کفرام کے نام سے۔ یہ علاقے تک آباد رہے اور ان پر سنو سیلوں کی  
سرپرستی میں ایک امیر حکمران ہوتا تھا۔ جن کا عظیم کسے وران میں اور بعد میں  
بھی سنو سیلوں کی بار باریات کا علم بلند کرنے سے۔ لیکن ناکام رہے۔ ۱۹۲۲ء  
میں اطالیہ نے باغی قبائل پر تشدد و شہ رعب کیا۔ تشدد اور استبداد کی حکمت  
عملی بہت۔ یہ ایک جاری رہی۔ اور اس انتہا پر پہنچی کہ طرابلس کے ایک  
عظیم المرتبت قائد عمر المختار نے پالیسی پر اٹھایا گیا قائد موسو کی عمر ستر سال  
کی تھی۔

اطالیہ نے ۱۹۲۵ء کے آخر میں مصر تک ایک محاصرہ کیا۔ جس کی روت  
مصر نے جنوب پر اطالیہ کی سیادت تسلیم کر لی۔ اور اطالیہ نے مصر کی مغربی  
سرحدوں پر اسے طبع کے کنوئیں دے دیئے۔

فروری ۱۹۲۶ء کو اطالوی سارک نے باقاعدہ جنوب پر قبضہ کر لیا۔  
اس کے بعد اطالوی استعماریت نے آگے قدم بڑھانے شروع کئے۔ غرض  
اس وقت اطالیہ کے مقبوضہ لیبیا کی حدود شمالی افریقہ سے جنوب تک پھیل گئے  
لیبیا کے قلب تک پہنچ گئی ہیں۔

اطالوی فسطائیت کے | اطالیہ میں فسطائیت کے جدید عناصر پر پر فیسر  
استعماری عناصر | اسے مال ویزی نے ایک کتاب میں بحث

کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ فسطائیٹ نے نوآبادیات کے قیام اور توسیع کو ایک اہم  
ملکی و ملی مسئلہ بنا دیا ہے۔ لیبیا پر قبضہ کرنے کا مقصد صرف یہی نہ تھا۔ کہ  
وہاں اطالیہ کی فالتو آبادی بس سکے۔ بلکہ ہمارے نقطہ نظر کے مطابق لیبیا  
ایک مرکز ہے اُن زبردست عوام کا جو ہم نے بحیرہ روم اور مشرق قریب  
میں جدید نوآبادیات قائم کرنے کے لئے سوچ رکھے ہیں۔ مشرق قریب  
ہماری قدیم روایات وابستہ ہیں۔ جو ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔

ہمارے مقصد یہ ہے کہ ہم مصر میں اپنا اثر و اقتدار بڑھائیں۔ بحر احمر کے  
دو ساحلی سلاخوں سے بین تک تعلقات میں اضافہ کریں اور ان شخصوں اور  
روحانی تعلقات سے فائدہ اٹھائیں۔ جو اس خطے کو سنوسی خیریت وابستہ ہونے  
کی وجہ سے حاصل ہیں۔ ہم لیبیا پر ظلم و ستم اور تشدد کی حکمت عملی کو اختیار  
نہیں کرنا چاہتے۔ ہم اس ملک پر اس کے باشندوں کے رواج اور  
روایات کے مطابق حکومت کریں گے۔

فسطائیٹ کا رویہ | مارچ ۱۹۳۷ء میں سینور مسینی لیبیا آیا۔ اُسکے  
اسلام کی طرف | آنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ دنیا کے اسلام کی ہمدردی  
حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیبیا میں داخل ہوتے ہی حکومت اطالیہ  
کی طرف سے ایک اعلان شلیع ہوا۔ جس کا مضمون درج ذیل ہے :-  
"ہم بلا خوف و تردید کہہ سکتے ہیں۔ کہ فلسطین۔ عراق۔ شام اور مصر

متعلق کسی اور ملک سے ہم سے زیادہ ہمہ رداۓ طرز عمل اختیار نہیں کیا۔ اطالیہ ہمیشہ ان ممالک کے جائز مطالبات کی نائید کرتا رہا ہے۔

”ہمدانہ ورسائی کے سلسلے میں صرف اطالیہ ہی ایک ایسا ملک تھا جس نے کسی ملک پر حکمرانی قائم کرنے کی خواہش ظاہر نہ کی۔ اسلئے اطالیہ کے تعلقات اسلامی دنیا سے نہایت دوستانہ رہے ہیں۔“

”مسولینی کے استقبال کی جو پڑھتیں تیار کیاں آج لبیا کے عرب کر رہے ہیں وہ اس امر کا ثبوت ہیں۔ کہ وہاں کے باشندے مسولینی کے کس قدر شیدا ہیں۔ اس محبت اور خلوص کی وجہ یہ ہے کہ اطالیہ کی حکومت نے شروع سے مسلمانوں کے متعلق اپنا یہ رویہ رکھا۔ کہ انہیں کمال مذہبی آزادی دی گئی۔ ان کے ملک میں دیگر مذاہب کی تبلیغی سرگرمیوں کو پیچھے نہ دیا گیا۔ اسلام کے مذہبی حجوں یعنی قاضیوں کے حقوق کا احترام کیا۔ مسلمانوں کی ہوائی مسجدیں واکزار کر دیں۔ اور کئی نئی مسجدیں بنا دیں۔“

غرضیکہ اطالیہ نے اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ کہ دنیا نے اسلام مسولینی کو اسلام کا محافظ تصور کرے۔ لیکن یہ کیونکر ہوتا۔ جبکہ اطالوی استعمارت کا اعمال نامہ اتنا سیاہ ہے کہ اس نے حبش پر بھی قبضہ کر لیا۔ جو ایک آزاد حکومت تھی۔ اور جس میں مسلمان کافی تعداد میں بستے تھے۔“

پھر یورپ کی تنہا اسلامی سلطنت البانیہ پر قبضہ کر لیا۔ کیا یہ اسلام کا

تھقفٹ ہے ؟ یر کھی نہ ہرگا۔ کہ دنیا نے اسلام اطالیہ جیسی استعماری قوت کو دوست بنائے۔ خواہ روم کے ریڈیوٹیشن سے ہر روز عربی زبان میں مسولینی کی تعریف اور مدرج میں قصیدے پڑھ جائیں ؟

لیبیا یا فلسطین ؟ اسال ہی میں حکومت اطالیہ کے ایک اور اسلامی منت۔ سرانجام دی ہے جس طرح آج کل فلسطین میں یہودیوں کی بے پناہ تعداد داخل کی جا رہی ہے۔ تاکہ وہ فلسطین کے مالک بن جائیں۔ اسی طرح اطالوی نوآبادکاروں کی زبردست تعداد ہر سال لیبیا میں بھیج دی جاتی ہے اس وقت لیبیا کی کل آبادی سات لاکھ ہے :

گزشتہ اکتوبر میں بیس ہزار اطالویوں کا ایک دستہ لیبیا میں پہنچا جس کے لئے دس گاؤں بنائے گئے۔ سکیم یہ ہے کہ ہر سال بیس ہزار کا ایک دستہ آجایا کرے۔ یہاں تک کہ اطالویوں کی کل آبادی اس ملک میں پانچ لاکھ ہو جائے :

- ۱۔ انہوں نے اس اقدام کے حوازیں مندرجہ ذیل وجوہ پیش کی ہیں۔
- ۱۔ اطالیہ کی آبادی اتنی بڑھ رہی ہے۔ کہ اس کے لئے اطالیہ میں رہنا ملک کی اقتصادی حالت کو خراب کرنا ہے۔ اس لئے اطالیہ کی فالتو آبادی کے لئے کوئی دوسرا ملک چاہیے :
- ۲۔ اطالیہ کا مقصد ہے کہ لیبیا ایک عرب ملک نہ رہے۔ بلکہ اطالوی ملک

بن جائے (جس طرح یہودی فلسطین کو قونی وطن بنانا چاہتے ہیں)؛  
۳۔ حکومت چاہتی ہے کہ ان نوآبادیاشندوں میں سے بعض کو قونی تسلیم  
بھی دی جائے تاکہ وہ لیبیا کا دفاع کر سکیں؛

۴۔ ان اطالویوں کو لیبیائی باڑی کے لئے زمین دی جائے گی۔ تاکہ وہ  
زراعت کا پیشہ اختیار کر کے لیبیا کی دفاعی قوت کے لئے اتنی خوب  
اور خام اشیاء مہیا کر سکیں۔ کہ یہ اشیاء اطالیہ سے نہ منگوانی پڑیں۔  
کیونکہ کسی مخالف قوت کی طرف سے اس نوآبادی کی ناکہ بندی کا اندیشہ  
ہو سکتا ہے۔

موجودہ جنگ | موجودہ جنگ میں لیبیا میدان کارزار بنا ہوا اب۔ پہلے  
برطانیہ نے اٹلی والوں کو دھکیل کر طرابلس تک پہنچا دیا۔ اب جرمن فوجوں  
نے یہ علاقہ پھر برطانیہ سے خالی کرالیا۔ اُنڈہ دیکھئے۔ کیا ہو؛

## براعظم افریقہ میں فرانس کے اسلامی مقبوضات

براعظم افریقہ میں فرانس کے تین مقبوضات ہیں :-  
۱۔ الجزائر ۲۔ ٹونس ۳۔ فرانسسیسی مراکش  
اب ان تینوں مقبوضوں کی سیاسی حالت کے متعلق بحث ہوگی؛



الجزائر فرانس نے الجزائر پر قبضہ کرنے کی ابتداء ۱۸۳۰ء میں کی۔ الجزائر کے باشندوں نے مشہور فائدہ القادر الجزائر کے زیر قیادت فرانسیسی انتہا کار کا زبردست مقابلہ کیا۔ عبد القادر نہایت اعلیٰ عسکری اور سیاسی نابین کا مالک تھا۔ اور فرانسیسیوں کا اتنا زبردست مخالف تھا کہ فرانس کو اس کے بعد ایسے مخالف کا آج تک سامنا نہیں پڑا۔ یہ جہاد ۱۸۴۷ء میں ختم ہوا۔ جبکہ الجزائر کے باشندے جدوجہد جاری رکھنے سے قاصر ہو گئے تھے۔

الجزائر کے باشندوں کی اقتصادی حالت بہت حرا ہے۔ انہوں نے موسمی بلوم کی پارٹی کے برسرِ افندار ہونے پر فرانس سے چند مطالبات کئے گوبلوم کی پارٹی بہت ہی وسیع الخصال تھی۔ بحر بھی یہ الجزائر کے باشندوں کے مطالبات کی تکمیل کر کے اپنی وسعتِ قباب کا ثبوت نہ دے سکی :

۱۹۳۶ء میں الجزائر کی اسلامی مؤخر نے ایک قرارداد منظور کی جس میں حکومتِ فرانس سے مطالبہ کیا گیا۔ کہ وہ الجزائر کے مسلمانوں کو عام فرانسیسی شہریوں کے سے مدنی حقوق دے۔ تاکہ وہ بھی اپنے نمائندے منتخب کر سکیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ واضح کر دیا۔ کہ فرانس کے مدنی حقوق حاصل کرنے کے مطالبے کا مطلب یہ نہیں۔ کہ الجزائر کے رہنے والے۔ مسلمان اپنی اسلامی اور عربی روایات سے کنارہ کش ہو سکتے ہیں :

پیرتین فرانسیسی زبان میں ایک اخبار "الأمتہ" کے نام سے نکلتا ہے

یہ اخبار الجبریا کے نوجوان آزادی پسند باشندوں کی انجمن کا آرگن ہے۔ اس انجمن کے قائد مصطفیٰ حامی نے ۱۲ اگست ۱۹۳۶ء کو الجزیرہ اور دیگر ایک ہجماں خبریں نقر کر کے آزادی الجزائر کی تحریک کا آغاز کر دیا۔ اور مطالبہ کیا کہ الجزیرہ کو ایک آزاد عرب سلطنت بنا دیا جائے ؟

الجزائر کے علمائے کرام کی انجمن اپنے ماہانہ رسالہ ”الانقلاب“ اور اخبار ”البصائر“ کے ذریعے سے احیائے اسلامی کی مذہبی تحریک کو چلا رہی ہے۔ اس انجمن کا خیال ہے کہ الجزائر کی آزادی احیائے اسلام سے ہی حاصل ہو سکتی ہے ؟

۲۔ ٹیونس | ٹیونس کا رقبہ ۱۶۷۴۰۰ مربع کلومیٹر اور آبادی تقریباً پانچ لاکھ ہے۔ یہاں کے عرب مسلمان بھی وحدۂ عرب کی تحریک کے حامی اور فرانس سے استعمار کے مخالف ہیں۔ عربوں کی نمائندہ جماعت ”الحزب التحریری“ آزادی کی تحریک چلا رہی ہے ؟

۱۹۲۳ء میں فرانس نے ایک قانون منظور کر کے ٹیونس کے باشندوں کو فرانسیسی مذہب کے حقوق دیئے۔ جو عربوں نے قبول نہیں کئے۔ وہ فرانس کے شہری بن کر نہیں رہنا چاہتے ؟

ٹیونس کے امیر احمد بن علی بیگ ہیں۔ ٹیونس کے امیر کو ”بائی“ کہا جاتا ہے بائی علاوہ امیر ہونے کے مجلس وزراء کے رئیس بھی ہیں۔ مجلس وزراء میں

مندرجہ ذیل وزیر ہونے میں :-

وزیر داخلہ  
وزیر استشارہ  
وزیر عدلیہ

یہ وزارتیں ٹیونس کے باشندوں کے قبضے میں ہیں

وزیر خارجہ - حو فرانس کے ہائی کمشنر ہیں +

وزیر بحریہ - (یہ فرانسیسی ہیں۔ اور امیر البحر بھی ہیں) +

وزیر حربہ - (یہ بھی فرانسیسی ہیں۔ اور ٹیونس کے عساکر کے قائد ہیں)

۳۔ مراکش | مراکش کے تین حصے ہیں۔

اول - فرانس کے ماتحت حصہ - اس حصے کی آبادی سینتالیس لاکھ پچاس

ہزار ہے۔ رقبہ چار لاکھ پندرہ ہزار مربع کلومیٹر ہے +

دوم - سین کے ماتحت - اس کا رقبہ چودہ ہزار چھ سو مربع کلومیٹر ہے

سوم - سلطان کے ماتحت حصہ - تین سو اسی مربع کلومیٹر رقبہ ہے

ان دونوں کی متحدہ آبادی سات لاکھ ہے +

مراکش کے یہ تینوں حصے آپس میں تعلق رکھتے ہیں۔ تینوں حصوں میں

تقریباً ایک ہی قسم کی تحریکیں جاری ہیں۔ اسلئے اس کا ذکر ہم الگ کریں گے +

سیاسیات | پچتر سال سے اعرابِ افریقہ مختلف مغربی طاقتوں

کے ماتحت ہیں۔ ان کی غلامی کی داستان اس وقت سے شروع ہوتی ہے۔

جبکہ گذشتہ صدی کے اخیر میں مراکش کے سلطان کو سپین نے غویل جنگ کے بعد ملک کی مالی حالت کے پیش نظر برطانیہ اور فرانس سے قرضہ لینا پڑا۔ جب فیصلہ جرمنی کو معلوم ہوا کہ برطانیہ اور فرانس مراکش میں اقتدار پیدا کر رہے ہیں۔ تو اسے بھی لالچ پیدا ہوا۔ اور اس نے بھی قرضہ کی پیشکش کی۔ فرانس چونکا۔ اور کوشش کرنے لگا۔ کہ کسی طرف بھرمنی سے کوئی معاہدہ ہو جائے۔ لیکن برطانیہ نے ایسے معاہدے میں طرح طرح کے روڑے اٹھانے شروع کر دیئے۔ اب فرانس اور سپین دونوں مل گئے۔ اور دونوں کے۔ ماکرنے مراکش کے دارالسلطنت "فیض" میں قیام کر لیا۔ دونوں ممالک نے اس آخری آزاد بربری حکومت کے دو حصے کر کے وہاں اپنا اپنا اقتدار جمایا۔

بربری قبائل سے | سپین کو خام لوہے کی ضرورت تھی۔ جو نیم آزاد بربری قبائل بہت زیادہ قیمت پر فروخت کرتے تھے

چنانچہ سپین نے دو ہزار آدمی ان قبائل میں بھیج دیئے۔ تاکہ یہ لوگ ان سے بزور بازو خام لوہا چھین لیں۔ بربروں نے امیر عبدالکریم مجاہد ریف کی قیادت میں سپین کے فوجیوں کا مقابلہ کیا اور فتح پائی۔ اس جنگ میں فرانس نے بربری قبائل کی امداد کی تھی (یہ واقعہ ۱۹۲۰ء میں ہوا تھا) \*

قبائل ریف کی بغاوت | اپریل ۱۹۲۵ء میں عبدالکریم نے فرانسیسی مراکش پر حملہ کر دیا۔ حملہ نہایت زوردار تھا۔ فرانس نے سپین کی مدد بھی

ماصل کی۔ نیز فرانس سے مارشل مہمان کو بھیجا گیا۔ تاکہ وہ قبائل ریف کو مطیع کرے  
 ۲۸ مئی ۱۹۲۶ء تک عبدالکریم مقابلہ کرتے رہے۔ آخر فرانسیزی فوج  
 نے اُن پر غلبہ پالیا۔ اور انہیں گرفتار کر کے مدغاسکر کے نزدیک ایک چھوٹے  
 سے جزیرہ "ری بونین" میں نظر بند کر دیا۔ جہاں وہ اب تک موجود ہیں،  
 مراکش کے ہیانوی حصے کے متعلق چند اہم امور فائل ذکر ہیں:-

بغاوت ہسپانیہ | حال ہی میں ہسپانیہ میں جنرل فرانکو کی قیادت میں  
 جمہوری حکومت کے خلاف جو بغاوت ہوئی تھی۔ اس میں عربوں نے فرانکو کا  
 ساتھ دیا تھا۔ جنرل فرانکو نے تمام عرب سرداروں کی ایک ٹوٹر منعقد کر کے  
 اس میں وعدہ کیا۔ کہ فتح ہونے پر وہ مراکش کو آزادی دے دیگا۔ بشرطیکہ عرب  
 اس کی مدد کریں۔ چنانچہ اس فیصلے کے بعد لاکھوں عرب فرانکو کے عساکر  
 میں بھرتی ہو گئے۔

فرانسیسی مراکش میں بغاوت | اس فرانسیسیوں کو ڈر تھا۔ کہ اگر سپینی  
 مراکش کو اصلاحات ملیں۔ تو اس کا اثر فرانس کے زیر اثر حصے پر بھی پڑے گا  
 چنانچہ یہی ہوا۔

گوریل کے قبائل کا قائد نظر بند تھا۔ لیکن ان میں جذبہ حریت بدستور  
 قائم تھا۔ اور انہیں فرانس کی ایک خلاف قانون جماعت *Force Armée de Libération*  
 کا تعاون بھی حاصل تھا۔ چنانچہ ۱۹۳۶ء کے اواخر میں عرب قوم پرستوں نے

رہا اور فیض میں فساد پیدا کر دیئے ۔

عرب یہ کہتے ہیں کہ اگر سپین کے حصہ مراکش میں اصلاحات جاری ہوں تو ہم نے کیا تصور کیا ہے۔ کہ ہمیں اصلاحات نہ ملیں۔ نیز فرانس نے شام اور لبنان سے تو معاہدے کر لئے ہیں۔ اور ہمیں بدستور غلام رکھ لے۔ کیا مطلب ہے ؟

فرانسیسی مراکش کا موجودہ حال | گو اس وقت مراکش میں فرانس نے اچھی سرگرمیاں اور ریلوے بنانے میں بہت تیزی سے کام لیا ہے۔ لیکن ابھی کسی اور حیثیتوں سے مراکش بہت پس ماندہ ہے تعلیم بہت کم ہے لیاطی نے یہ تجویز پیش کی تھی۔ کہ فرانسیسی حکومت کا فرض ہے۔ وہ خود ایسے اقدام کرے جن سے وہ مراکش کے باشندوں کا تعاون حاصل کر سکے لیکن اس تجویز پر عمل نہیں کیا گیا ۔

مراکش کا بجٹ تقریباً نو کروڑ ہیں لاکھ فرانک سالانہ ہوتا ہے جس میں سے چار کروڑ صرف فرانسیسی افسروں کی نذر ہو جاتا ہے ۔

قوم پروروں کی تحریک | نوجوان مراکشیوں کی ایک جماعت قائم ہے جس کا قائد محمد حسن الوضائی ہے۔ اس جماعت نے ۱۹۳۶ء میں فرانس کی پارلیمنٹ کے حزب مخالف کے چند ارکان کی مدد سے پیرس میں مغرب کے نام سے ایک جریہ جاری کر دیا ہے جس کا مقصد مراکش کے غلامانہ الحزائر اور ٹیونس

کی آراوی کا حصول بھی ہے :

**مسیحیت کی تبلیغ** | فرانسیدوں نے مسیحیت کی تبلیغ کو بھی بہت رور سے شروع کر دیا تھا۔ ۱۹۳۳ء میں ۱۶ مئی کو فرانس کی ایک سکیم شائع ہوئی جس کا مقصد فبائل بربر کو اسلام سے بیزا کرنا اور مسیحیت کی طرف لانا تھا۔ اس کے خلاف شدید احتجاج ہوا۔ اور فرانسیسی مراکش کے عربوں نے اسکی سخت مخالفت کی۔ مراکش میں اصلاحات کی تجویز | "مجلس عمل مراکش" نے جس کا ہم "قوم پرور" کی تحریک کے عنوان سے ذکر کر چکے ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں "مراکش میں اصلاحات کی تجویز" کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ اس میں یہ درج ہے کہ مراکش کے قوم پرور کس قدر مراعات قبول کر سکتے ہیں۔ اس انجن نے کتاب مذکورہ ایک محضر کی شکل میں حکومت فرانس کی خدمت میں پیش کی ہے۔ تاکہ اگر یہ اصلاحات دی جائیں تو یہ جماعت حکومت سے تعاون کیا کرے :

# مسلمانان ہند کی سیاسیات

مسلمانان ہند کی اہمیت — مسلمانوں کا دورِ عظمت اور المناک زوال  
 ————— مسلمانانہ کا ہنگامہ ————— کانگریس اور مسلم لیگ کا  
 قیام ————— ہندوؤں اور حکومت کے ساتھ مسلمانوں کا تصادم —————  
 مسلمانوں کی بے پناہ قربانیاں ————— تحریکِ خلافت —————  
 مسلمان اور کانگریس ————— سائنس کشن اور نہرو رپورٹ —————  
 گول میب کا نفرس اور کمیونل ایوارڈ ————— بددعا آئین ۱۹۳۵ء —————  
 ہندو مسلم سمجھوتے کی بعض اور کوششیں ————— آل انڈیا مسلم لیگ کی  
 پوزیشن ————— مسلمانان ہند کی دیگر سیاسی جماعتیں ————— آل انڈیا مسلم لیگ  
 کی قراردادِ لاہور اور کانگریس کی عامی مسلم مجالس ————— مسلمانان ہند  
 دنیا میں اسلام کے لئے کس طرح مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ —————



# مسلمانانِ ہند کی سیاست

مسلمانانِ ہند | دنیائے اسلام کی سیاسیات پر بحث کرتے ہوئے مسلمانانِ کی اہمیت | ہند کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اول اس لئے کہ اس ملک پر کئی سو سال تک مسلمان حکمران رہے۔ دوم۔ اس لئے کہ روئے زمین پر سوائے ہندوستان کے کوئی ایسا خطہ موجود نہیں۔ جہاں نوکر وڑ کی تعداد میں مسلمان موجود ہوں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ اگر ترکی افغانستان ایران، مصر اور عرب کی آزاد سلطنتوں کی مسلم آبادی کو جمع کیا جائے۔ تو پھر بھی ہندوستان کے مسلمان اُن سے تین کروڑ زیادہ ہوں گے۔ ان نوکر وڑ فرزند ان توحید کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ مسلمان فلسطین کے یہودیوں کی طرح کسی اور ملک سے لاکر نہیں بسائے گئے۔ بلکہ ان کی صرف ایک تھوڑی سی تعداد آج سے بارہ سو برس پیشتر ہندوستان میں آئی۔ اور یہاں کے باشندے دینِ اسلام کی کشش سے متاثر ہو کر جوق در جوق حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے گئے۔ اور آج ان کی تعداد نوکر وڑ سے متجاوز ہے

چونکہ اہم بات یہ ہے کہ مشرقِ قریب کے اسلامی ممالک کی آزادی بااثر مستقبل  
ہندوستان کے مسلمانوں کے طریقِ عمل سے وابستہ ہے۔ اُنہی صفحہ صحت میں  
ہم پہلے ہندوستان کی اسلامی تاریخ پر ایک نظر ڈالیں گے۔ پھر اس ملک  
کی اُن تحریکوں کا ذکر کریں گے جن میں مسلمانوں نے حصہ لیا اور یہ سوچیں گے  
کہ مسلمانانِ ہند کے سیاسی مسائل کیا ہیں اور وہ کس طرح دنیا سے اسلام  
کے لئے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ اسکے علاوہ ہم نہ ہندوستان کے مسلمانوں  
کی سیاسی مجالس اور ان کے طریقِ کار پر بحث کریں گے۔

مسلمانوں کا دورِ عظمت | مسلمانانِ ہند کی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے  
اور المناک زوال | جب عرب کا ایک نو عمر مجاہد محمد بن قاسم کرا  
کے راستے اس سرزمین میں داخل ہوا تھا۔ اس نے ایک نہایت مختصر و فوج  
سے دہر کو مطیع کر لیا۔ محمد بن قاسم کے بعد گیارہویں صدی کے سب سے پہلے  
میں محمود غزنوی نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے۔ جس کے بعد محمد غوری اور  
شہاب الدین غوری کو بھی ہندوستان کے اجاڑوں سے کئی معرکوں میں جتہ  
لینا پڑا۔ تا آنکہ یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی۔ چنانچہ خاندانِ غلامان نے  
۱۲۰۶ء سے ۱۲۹۰ء تک ہندوستان پر نہایت کامیابی سے حکومت کی۔  
۱۲۹۰ء سے ۱۳۲۰ء تک خاندانِ خلجی کا اقتدار رہا۔ جس کے بعد تغریبا ایک سو  
سال تک خاندانِ تغلق کی حکومت قائم رہی۔ اس خاندان کے بادشاہوں نے

عوام کی کافی اصلاح کی۔ اور انہیں کئی قسم کی آسانیاں بہم پہنچائیں۔ ان کے بعد  
پچاس برس تک خاندانِ سادات کا اقتدار رہا۔ اور پھر پچتر برس تک خاندانِ لودھی  
کی حکومت رہی۔ تا آنکہ ہندوستان پر بابر کا حملہ ہوا اور مغلیہ خاندان کا اقتدار جمہا  
بابر کے بعد ہمایوں۔ اکبر۔ جہانگیر۔ شاہجہان اور اورنگ زیب عالمگیر  
سے پونے دوسو برس تک نہایت شان و شکوہ کے ساتھ اس ملک پر حکومت  
کی اور اس طرح ہندوستان کو وہ امن نصیب ہوا۔ جس کا وہ صدیوں سے متلاشی تھا  
اورنگ زیب کے بعد مغلیہ خاندان کا زوال شروع ہوا۔ کہیں مرہٹوں نے  
سراٹھایا۔ کہیں نادر شاہ کا حملہ ہوا۔ اور کہیں احمد شاہ ابدالی نے یلغار کی۔ ادھر  
تو یہ حملے ہو رہے تھے۔ ملک کے اندر بد امنی پیدا ہو رہی تھی۔ ادھر مغرب کی  
استعماری طاقتوں نے آہستہ آہستہ ہندوستان میں بظاہر تجارت کی غرض  
سے آنا شروع کیا۔ لیکن بہ باطن ان کا مقصد حکمرانی تھا۔ ہندوستان میں  
شاہانِ مغل روز بروز کمزور ہوتے چلے جا رہے تھے۔ اور بیرونی طاقتوں کو  
سخنتی سے نہ دبا سکے تھے۔ مغرب کی ان طاقتوں نے جب ہندوستان پر قبضہ  
کرنا شروع کیا۔ تو ان میں رقابت کے جذبات بھڑک اٹھے۔ برطانیہ اور فرانس  
کا مقابلہ ہوا۔ فرانس کو ٹکنا پڑا۔ اور برطانیہ بلا شرکتِ غیرے اس سرزمین کا مالک  
بنا۔ حالات یہاں تک پہنچ گئے۔ کہ خاندانِ مغلیہ کے بادشاہ صرف دہلی اور  
اس کے گرد و نواح پر اثر رکھتے تھے۔ ورنہ باقی ملک میں انگریز بھی سکھ چلتا تھا

۱۸۵۷ء کا ہنگامہ | ہندوستان کے باشندے مدت سے

خاندان مغلیہ کے زیر سایہ نہایت امن اور چین کی زندگی بسر کرتے تھے انہیں انگریزی حکومت پسند نہ آئی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے اپنی اندرونی خرابیوں اور رشوت ستانیوں سے ہندوستانیوں میں انگریزوں کے خلاف شدید نفرت کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ مسلمانوں کے ذہن میں خاندان مغلیہ کی حکومت کا شکوہ تازہ تھا بلکہ اس کی آخری یادگار بہادر شاہ ظفر موجود تھے۔ آخر ۱۸۵۷ء میں ہندوستانی سپاہیوں نے انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ بہت خوزیری ہوئی آخر میں انگریزوں کو فتح ہوئی اور مغلیہ خاندان کا چراغ سہری بجھ گیا۔

اس جنگ کا خاتمہ ہوا۔ تو مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ ٹپنے لگے۔ ہندوؤں نے انگریز کا عروج دیکھ کر اس سے تعاون کیا۔ اور مسلمانوں کی تباہی کے کام میں انگریزوں کے ہم نوا ہو گئے۔ مسلمانوں کو کثیر تعداد میں پھانسی پر لٹکایا گیا ایک گروہ کو کالے پانی بھیجا گیا۔ بادشاہ کو زنگن میں نظر بند کر دیا گیا۔ متعدد شہزادے قتل کر دیئے گئے۔ جو بچے وہ ناپ جویں کے بھی محتاج ہو گئے۔ مسلمانوں کی بہت سی جاگیریں۔ جائدادیں اور مناصب چھن گئے۔ اور حالات اس حد تک پہنچ گئے۔ کہ ہندو تو انگریزوں کے محبوب بن گئے۔ اور مسلمان نہ صرف اپنی سلطنت کو کھو بیٹھے۔ بلکہ بالکل بے دست و پا اور رستہ حال ہو گئے۔

کانگریس اور مسلم لیگ کا قیام | مسلمانوں کے جذبات کا یہ حال تھا کہ وہ ایک

حکومت کے تعاون کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ انہوں نے دہلیک تعاون نہ کیا لیکن یہ عدم تعاون اسی صورت میں کامیاب ہو سکتا تھا کہ اسے ہندو بھی اختیار کرتے اور ہندوؤں نے حکومت کے تعاون کر کے اپنی ترقی کے کئی راستے کھول لئے انگریزوں کی تعلیم اختیار کر لی۔ سرکاری ملازمتوں پر قابض ہو گئے۔ اور اس طرح حکومت کے نظم و نسق میں حصہ لینے لگے پھر چند انگریزوں نے انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد رکھی۔ مقصد یہ تھا کہ ایک ایسی مجلس بن جائے جو بظاہر جمہور کی ترجمان ہو۔ لیکن اس کے ذریعے حکومت کے تمام اعمال و افعال کیلئے تائید عوام کا بندوبست ہونا ہے اس جماعت پر مشروط ہے ہندوؤں کا غلبہ رہا ہے۔ جب مسلمانوں نے یہ دیکھا کہ یہ جماعت مسلمانوں کے مفاد کے لئے کوئی خدمت سرانجام نہیں دیتی۔ تو انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ قائم کر لی۔ جو پھوڑے ہی سرے میں ایک فعال جماعت بن گئی :

ہندوؤں کی سیاسی تربیت انگریزوں کی	ہندوؤں اور حکومت کے
سرپرستی میں ہوئی۔ لیکن مسلمانوں کی شروع	ساتھ مسلمانوں کا تصادم

ہی سے ان ہردو طاقتوں سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ ۱۹۰۵ء میں لارڈ کرزن نے بنگال کے صوبے کو بعض دوسرے خطوں کے شمول کے ساتھ دو حصوں میں منقسم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے سے مشرقی بنگال کے مسلمانوں کی حالت بہتر ہو جانے کا امکان پیدا ہو گیا تھا۔ ہندوؤں نے اس بات کو پسند نہ کیا

اور تقسیم بنگال کے خلاف شدید تحریک شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۱۱ء میں حکومت نے اس حکم کی ترمیم کر دی مسلمانوں کے لئے یہ واقعہ صحت افسانہ نہ تھا۔ اور باوجودیکہ ان کی سیاسی تربیت بھی ابتدائی مدارج میں تھی۔ انہوں نے حکومت کے اس فعل کی مذمت میں کوئی کسر روا نہ رکھی :

جنگ طرابلس و بلقان میں یہ دیکھنے کے باوجود کہ انگریزوں کے خلاف ہیں۔ مسلمانوں نے انتہائی بے باکی سے ترکوں کی حمایت میں عظیم الشان مطالبہ کئے۔ انہوں نے ترکوں کی مالی اور اخلاقی مدد کی۔ نیز ایک لمبی وفد بھی ترکی کو بھیجا۔ کانپور کی مسجد شہید ہوئی۔ تو مسلمانوں کو حکومت سے لڑکر اپنا خون بہانا پڑا۔

ان تینوں تحریکات کے سلسلے میں برادران وطن یا کانگریس نے مسلمانوں کی کوئی مدد نہ کی۔ تقسیم بنگال کے مسئلے کو چھوڑ دیئے۔ باقی دونوں تحریکوں میں تو ہندوؤں کو مسلمانوں کی حمایت کرنی چاہیئے تھی۔ لیکن ہندو ان تحریکات سے کنارہ کش رہے۔ مسلمانوں کی بے پناہ قربانیاں | ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم شروع ہوئی۔ تو گاندھی جی نے خود انگریزوں کی حمایت میں پروپیگنڈا کیا۔ اور فوجی بھرتی کے سلسلے میں بھی کافی سرگرمی دکھائی۔ لیکن مسلمان قارئین میں سے مولانا ظفر علی خاں۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ مولانا محمد علی مرحوم۔ مولانا شوکت علی مرحوم۔ مولانا اخترت موہانی اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن مرحوم یا نظر بند تھے۔ یا قید کر دیئے گئے تھے۔ تحریک خلافت | جنگ عظیم کے خاتمے پر جب مسلمان لیڈر رہا ہوئے۔ تو

انہوں نے اس جنگ کے اُن ہولناک اثرات کا مشاہدہ کیا۔ جن کا ذکر ہم ترکی،  
 تمام فلسطین، عراق اور حجاز کے حالات میں کر چکے ہیں۔ عین اسی زمانے  
 میں پنجاب میں نہایت ناگوار صورتِ حالات پیدا ہو گئی۔ تمام ملک جدوجہد  
 کے لئے تیار تھا۔ مجلسِ خلافت نے عدم تعاون کی تحریک منظور کر لی تھی۔ اور  
 یکم اگست ۱۹۲۰ء کو اس پر عمل بھی شروع ہو چکا تھا۔ اب مسلمانوں نے  
 کانگریس کو بھی مجبور کیا۔ کہ وہ تحریکِ حریت میں ان کا ساتھ دے۔ آخر بڑی  
 مشکلات کے بعد کہیں دسمبر ۱۹۲۰ء میں کانگریس نے عدم تعاون کا فیصلہ کیا۔  
 اب ان حقائق پر نظر ڈالئے۔ جن سے آپ کو یہ پتہ چل جائے۔ کہ  
 تحریکِ عدم تعاون میں مسلمانوں کے کتنی قربانیاں کیں اور ہندوؤں نے کس  
 حد تک اس تحریک میں حصہ لیا۔ خلافتِ کمیٹی کی مساعی سے تین مہینے میں  
 ایک کروڑ یا سو لاکھ روپیہ جمع ہوا۔ تحریکِ ہجرت شروع ہوئی۔ تو اٹھارہ  
 ہزار مسلمان قافلہ در قافلہ اپنے گھر بار اور املاک چھوڑ کر افغانستان کی  
 جانب نکل پڑے۔

عدم تعاون کے سلسلے میں ہزاروں لوگ گرفتار ہوئے۔ اور ان تمام  
 ہندوستانی اسیرانِ فرنگ میں سے اسی فیصدی مسلمان تھے۔ باوجودیکہ انکی  
 آبادی کل ہندوستان کی آبادی کا چوبیس فیصدی حصہ تھی۔ جہاں تک  
 عدم تعاون کے تعلیمی حصے کا تعلق تھا۔ ہندوؤں نے اپنے تعلیمی اداروں کو

محفوظ رکھا۔ لیکن مسلمانوں نے علیگڑھ کالج اور اسلام آباد کالج لاہور دونوں میں تعلیمی جیسے پر عمل کیا۔ جس سے ان دونوں اداروں کو نقصان پہنچا۔ اتنی بڑی قربانیوں کے باوجود مسلمان اس جنگ کو جاری رکھنے کیلئے تیار تھے۔ لیکن گاندھی جی نے چوری چوراء کے واقعے کی آڑ لے کر اس غیر لائق تحریک کا خاتمہ کر ڈالا :

تحریک خلافت کے بعد کانگریس نے دوبار بول ٹافرائی کی تحریکیں شروع کیں۔ لیکن مسلمان ان سے من حیث القوم الگ تھے۔ سوال یہ ہے کہ مسلمان کانگریس سے کیوں الگ ہوئے۔ اس کا جواب مندرجہ ذیل پر ایسے ملے گا : مسلمان اور کانگریس | مسلمانوں کی شروع سے یہی کوشش رہی کہ وہ ہندوؤں سے کوئی منصفانہ سمجھوتہ کر کے وطنی آزادی کے لئے جدوجہد کا آغاز کر دیں۔ چنانچہ ۱۹۱۱ء سے لے کر ۱۹۳۲ء تک ۲۲ برس کی مدت میں ہندو مسلم مفاہمت کی تقریبات بائیس کوششیں ہوئیں۔ لیکن سوائے ایک کے سب ناکام ہوئیں۔ اور وہ ایک کوشش جو کامیاب ہوئی وہ میناق لکھنؤ تھی۔ یہ میناق ۱۹۱۶ء میں لکھنؤ کے مقام پر مرتب ہوا۔ مسلمانوں کے بڑے لیڈر قید و بند کے مصائب میں گھرے ہوئے تھے۔ باقی لیڈروں کے دو گروہ تھے ایک گروہ تو کانگریس سے اس وقت سمجھوتہ کرنے کا حامی نہ تھا۔ دوسرے گروہ نے مسلمانوں کے لئے نہایت نقصان دہ شرائط پر ایک معاہدہ کر لیا۔



جسے عام مسلمانوں نے طوعاً و کرہاً قبول کر لیا۔ اس میثاق کی رو سے بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت کو جالیس فیصدی حقوق دے کر اقلیت بنادیا گیا۔ پنجاب میں انہیں پچاس فیصدی حقوق دئے۔ مونٹگو جیمس فورڈ سکیم کی رو سے جب مجالس قانون ساز میں انگریزوں اور سرکاری افسروں کا نصف کم ہوا تو مسلمانوں کی نیابت بھی کم ہو گئی۔ چنانچہ اس سکیم کے مطابق پنجابی مسلمانوں کا تناسب ۴۲ فیصدی تھا۔ اور بنگالی مسلمانوں کا ۳۲ فیصدی۔ ان حقائق سے معلوم ہو سکتا ہے کہ میثاق لکھنؤ مسلمانوں کے لئے کتنا نقصان دہ ثابت ہوا۔ لیکن مسلمانوں نے اپنی روایتی رواداری کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسے قبول کر لیا۔ اور تحریک خلافت اور عدم تعاون کے سلسلے میں ہندوؤں سے مل کر زیادہ سے زیادہ قربانیاں کیں۔

تحریک عدم تعاون ختم ہوئی۔ تو پچھلتے ہندوستان بھر میں فرقہ وارانہ تشدد پھیل گئی۔ ہندوؤں نے سنگتوں اور شدھی کی تحریکیں شروع کیں اور مسلمانوں نے تنظیم کی۔ ملک بھر میں کئی فساد ہوئے۔ اور ہندو مسلم تعلقات اتنے کشیدہ ہوئے کہ آج تک زمٹ سکے۔

سائمن کمیشن اور نہرو رپورٹ | جدید اصلاحات کے مسئلے کو حل کرنے کیلئے حکومت برطانیہ نے سر جان سائمن کی قیادت میں ہندوستان ایک وفد بھیجا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد نے اس وفد کا مقابلہ کیا۔ بعد میں یہ

فہصلہ ہوا۔ کہ ہندو اور مسلمان مل کر ایک متحدہ دستور مرتب کریں۔ جسے برطانیہ کے سامنے پیش کیا جانے لگا۔ گاندھی جی نے پنڈت مودی لال نہرو کی قیادت میں ایک کمیٹی نامزد کر دی۔ جس کے ذمہ یہ کام سپرد ہوا۔ نہرو رپورٹ مرتب ہوئی تو لوگوں کو معلوم ہوا۔ کہ کانگریس کامل آزادی کے مسئلے سے ہٹ کر درجہ نوآبادیات کے مسئلے پر اکتفی ہے۔ مسلمانوں نے یہ دیکھا۔ کہ نہرو رپورٹ نے ان کے تقریباً تمام مطالبات کو طاق نسیاں پر رکھ دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی شدید مذمت کی۔

گول میز کانفرنس | اور کیونل ایوارڈ | گاندھی جی نے اول تو وائسرائے کے سامنے یہ مطالبہ پیش کیا۔ کہ نہرو رپورٹ کو منظور کر لیا جائے۔ اور یہ نہیں تو گول میز کانفرنس میں کانگریس کو اکثریت دی جائے۔ اور یہ یقین دلایا جائے۔ کہ کانفرنس میں فرقہ وارانہ امور پر بحث نہ ہوگی۔ وائسرائے نے اس کی منظوری سے انکار کیا۔ تو گاندھی جی نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کر دی۔ مسلمان اس تحریک سے الگ تھے۔ ایک سال کے بعد گاندھی جی نے صلح کر کے وائسرائے جی کی شرطوں پر دوسری گول میز کانفرنس میں شمولیت کر لی۔ وہاں جب ہندو مسلم سمجھوتہ نہ ہو سکا۔ تو مالوی جی اور گاندھی جی نے یہ سمجھ کر کہ مسٹر رامزے میکڈانلڈ وزیر اعظم برطانیہ ہندوؤں کے تدریس میں۔ انہیں ہندو مسلم سمجھوتے کے لئے ثالث

مان لیا۔ انہوں نے اگست ۱۹۳۲ء میں "کمیونل ایوارڈ" کا اعلان کیا۔ چونکہ اس ایوارڈ سے مسلمانوں کے کچھ مطالبات منظور ہو گئے تھے۔ اس لئے ہندوؤں نے ان پر چھ پکار شروع کر دی۔ جو آج تک بھی کبھی کبھی سنائی دیتی ہے؛

**جدید آئین** | ۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے ذریعے ہندوستان میں نئی اصلاحات نافذ کی گئیں۔ تو کانگریس نے کچھ بہت و بعل کے بعد عہدے قبول کر لئے۔ اور اس طرح ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں سے سات صوبوں میں کانگریسی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ ان حکومتوں نے سب سے بڑی انسانی یہ کی۔ کہ اپنی وزارتوں میں مسلمانوں کے اہلی نمائندے نہ لئے۔ اڑیسہ میں دوسرے سے کوئی مسلمان شامل نہ کیا گیا۔ سی۔ پی۔ میں ایک غیر نمائندہ مسلمان کو وزارت دے کر بعد میں اسے باہر نکال دیا۔ باقی صوبوں میں صرف اپنی مسلمانوں کو وزارت میں شامل کیا جو کانگریس کے پیچ "یرو تختہ کر سکتے تھے؛ کانگریسی وزارتوں کے عہد میں مسلمانوں پر جو مظالم ہوئے۔ اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے۔ کہ ان کے خلاف خود کانگریس کی حامی اسلامی جماعتوں نے شدید احتجاج کیا؛

ہندو مسلم سمجھوتے کی بعض اور کوششیں | کانگریس کے برسر اقتدار آنے کے بعد ہندو مسلم سمجھوتے کی ایک دو اور کوششیں ہوئیں لیکن چونکہ کانگریس مسلمانوں کے مطالبات منظور نہ کر سکی۔ اس لئے یہ کوششیں ناکام

رہیں۔ اس بات کا اندازہ کرنے کے لئے کہ یہ مساعی کبوں شرمندہ تکمیل  
 نہ ہوئیں۔ ہم آل انڈیا مسلم لیگ کی شہرہ آفاق خدمتِ طور پر یہ جائزہ دیں گے کیونکہ  
 کانگریس نے مسلم لیگ ہی سے محمود کی کوشش کی تھی  
 آل انڈیا مسلم لیگ کی پوزیشن آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ عوٹے ہے کہ وہ  
 مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ اور اس لئے نہ مسلم اکثریت سوچوں۔  
 پنجاب۔ بنگال۔ سندھ اور سرحد میں وہائے صوبہ سرحد کے باقی تمام صوبوں  
 کی وزارتوں میں مسلم لیگ کا عنصر غالب ہے۔ ہر مسلم اعلیٰ کے صوبوں کی تجا سے  
 قانون ساز کے مسلم ارکان کی ایک غالب اکثریت مسلم لیگ کی حامی ہے۔ نیز  
 ہندوستان بھر میں مسلم حلقوں کے سنہ شنی انتخابات ہوئے ہیں ان میں  
 سوائے ایک کے باقی سب میں مسلم لیگ کے نمائندے کامیاب ہوئے ہیں،  
 مسلم لیگ اپنی موجودہ طافت کی بنا پر کانگریس اور حکومت ہند سے یہ  
 توقع رکھتی ہے کہ وہ اسے مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ جماعت تسلیم کریں۔  
 سیاسی حقوق کے بارے میں مسلم لیگ کا یہ مطالبہ ہے کہ جہاں مسلمانوں  
 کی اکثریت ہو۔ وہاں کے نظم و نسق اور نیا ترقی اداروں میں انہیں فوقیت حاصل  
 ہونی چاہیے لیکن اس سب سے مسلم لیگ کا یہ مطلب نہیں۔ کہ اقلیتوں کے حقوق  
 اور مذہبی حقوق کو کوئی گزند پہنچے۔ اسی شرط سے مسلم لیگ اس امر کی خواہاں ہے  
 کہ جہاں ہندو اکثریت میں ہوں۔ وہاں کے نظم و نسق اور نیا ترقی اداروں میں

ہندوؤں کو فوقیت حاصل ہو۔ لیکن مسلم اقلیتوں کو مناسب تحفظات دیے جائیں۔  
مسلم لیگ مخلوط انتخاب کی مخالفت ہے۔ کیونکہ کئی وجوہ کی بنا پر یہ طریق  
انتخاب مسلمانوں کے لئے بہت نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے :

۱۔ ہندوؤں کی کوشش یہ ہے کہ مرکزی حکومت کو زیادہ سے زیادہ  
انتخابات ملیں لیکن مسلم لیگ یہ چاہتی ہے کہ صوبوں کو کامل خود مختاری  
دی جائے۔ اور مرکز کے پاس کم اکیم اختیارات ہوں۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ  
کانگریس اپنی اکثریت کے بل بوتے پر مرکزی حکومت پر فاصل ہو کر مسلم اکثریت  
کے صوبوں پر بھی تسلط حاصل کرے :

مسلم لیگ یہ چاہتی ہے کہ اردو زبان کو ہندوستان بھر کی مندرجہ ذیل  
زبان (لنگوا فرینکا) قرار دیا جائے۔ کیونکہ اس زبان کی تربیت و ترویج میں  
ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں نے حصہ لیا ہے۔ مسلم لیگ کانگریس کی اس  
حکمت عملی کو پسند نہیں کرتی۔ جو وہ ہندوستانی کی آڑ میں ہندی کو نفوذیت  
پہنچانے کے لئے اختیار کر رہی ہے :

مسلم لیگ کی یہ خواہش ہے کہ کانگریس اپنی وزارتوں کے مسلم ارکان  
کو مسلم لیگ پارٹیز میں سے لے۔ گویا ہندوستان بھر میں "کانگریس مسلم لیگ"  
کویشن "وزارتیں بنائی جائیں :

مندرجہ بالا مطالبات میں سے اکثر مطالبات کو کانگریس قبول نہیں کرتی

اس لئے آل انڈیا مسلم لیگ کانگریس سے علیحدہ ہے ۔

مسلمانان ہند کی دیگر مسلمانان ہند کی بیگیاہم یہی جماعتوں کو دو حصوں  
سیاسی جماعتیں میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔ اول وہ جو کانگریس کی

مخالف جماعتیں ہیں دوم وہ جو کانگریس سے تعاون کی حامی ہیں :

اول :- خاکسار - اتحاد ملت :

دوم :- مجلس احرار - جمعیتہ العلماء - بیگانہ نیت نشست مسلمان ..

اول :- خاکساروں کا نظام نہایت طاقتور نظام ہے۔ یہ نظام

۱۹۳۳ء میں علامہ عسکری نے عسکری بنیادوں پر قائم کیا

تھا۔ ابھی تک علامہ موصوف نے اس تحریک کا اصل نصب العین واضح نہیں

کیا۔ سوائے اس کے کہ مسلمان فوجی طور پر منظم ہو جائیں گے مسلمانوں کا

ایک بہت بڑا طبقہ اس نظام کا حامی ہے۔ ادارہ علیہ خاکساران کا دعوئے

ہے کہ ہندوستان بھر میں ساڑھے چار لاکھ کے قریب خاکسار موجود ہیں۔

اس تحریک کے تعلقات مسلم لیگ زیادہ ہیں :

مجلس اتحاد ملت مسجد شہید گنج کے حصول کے لئے مولانا ظفر علی خاں

سے قائم کی تھی۔ مذکورہ مجلس کافی ہر دلعزیز تھی۔ آج کل بالکل خاموش ہے

اور اس کے تقریبات تمام کارکن مسلم لیگ میں شامل ہیں :

دوم - اب کانگریس کے حامی مسلم گروہوں کا ذکر سنیے ۔

مجلس اصرار چند اُن لیڈروں پر مشتمل ہے۔ جو پنجاب خدافت کبڈی میں شامل تھے۔ اس مجلس میں ایسے لیڈر موجود ہیں۔ جو قربانی کرنے سے نہیں ڈرتے۔ اور یہ جماعت کافی بااثر بھی تھی۔ لیکن مسجد شہید گنج کی تحریک نے اسے کمزور کر دیا ہے۔ اور اب یہ جماعت پہلے کی طرح مسلم عوام میں اثر نہیں رکھتی مجلس اصرار کی پالیسی اب تک یہی رہی ہے کہ کانگریس سے تعاون کیا جائے لیکن اس مجلس کے بعض مقتدر ارکان کانگریس کی حمایت میں اقتدار شکنے نکل گئے۔ کہ انہیں مجلس اصرار کی ضرورت اور اہمیت کے متعلق بھی شبہ پیدا ہونے لگا۔ چنانچہ یہ گروہ باتو خود مجلس اصرار سے نکل گیا ہے یا نکال دیا گیا ہے۔ مجلس اصرار کی حکمت علی اب روز بروز اسلامی ہند کی سیاسیات کے نزدیک آ رہی ہے اور بعض حلقوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ مستقبل قریب میں یہ مجلس پاکستان کے اصول سے نکل کر مسلم لیگ سے تعاون کرے گی لیکن جماعت کی انفرادیت ضرور قائم رکھے گی ۛ

جمعیتہ العلماء مفتی کفایت اللہ۔ مولانا احمد سعید۔ مولانا حسین احمد مدنی جیسے ناضل علماء کی قیادت میں چل رہی ہے۔ کانگریس سے تعاون کی وجہ سے اس جمعیتہ کا حلقہ اثر بہت محدود ہو گیا ہے ۛ

تیسرا گروہ وہ مسلمان کانگریسی ہیں۔ جو کانگریس میں پورے طور پر شامل ہیں۔ ان میں مولانا ابوالکلام آزاد۔ مسٹر آصف علی اور خان عبدالغفار خاں

وغیرہ ممتاز ہیں ۛ

مارچ ۱۹۴۷ء میں لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک اہم قرارداد	آل انڈیا مسلم لیگ کی قرارداد دلا ہوا اور کانگریس کی حامی مسلم مجالس
---	---

منظور کی جس کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کے جن مقبوضہ علاقوں میں اکثریت میں ہوں۔ وہاں ان کی آزاد اسلامی ریاستیں قائم کر دی جائیں۔

اس قرارداد کے منظور ہونے پر جی کانگریس میں دست بردار ہو گئی۔ بناسخہ کانگریس کی حامی اسلامی مقبوضہ علاقوں میں اپنی ایک متحدہ ریاست قائم کرنا آزاد مسلم کانگریس کا غرض قائم کر دی۔ اس کے صدر سندھ کے وزیر اعلیٰ خان، یامادرہ بخش ہیں۔ اس کے نمائندے اپنے اجتماع میں مسلم لیگ کی آزادوں کی مخالفت کی، لیکن ساتھ ہی یہ فیصلہ کیا کہ آزاد مسلم کانگریس مسلمانان ہند کی مطالبات مرتب کر کے کانگریس کے سامنے پیش کرے۔ اس فیصلے سے ان جماعتوں نے اپنے گزشتہ تمام اقوال کی تکذیب کر دی کہ مسلمانوں کو کانگریس سے غیر مشروط طور پر تعاون کرنا چاہیے۔

مسلمانان ہند دنیا کے اسلام کیلئے | میں نے گزشتہ صفحات میں  
کس طرح مفید ثابت ہو سکتے ہیں | ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاسی  
کا ایک فخریہ جانشین قرار دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مسلمانان ہند دنیا کے  
اسلام کیلئے کس طرح مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے حال ہی میں ایک بیان کے دوران میں کہا کہ ہم ہندوستان، چین اور افغانستان کے اتحاد سے دنیا میں ایک نیا سیاسی نظام پیدا کریں گے۔ سوال یہ ہے کہ کیا دنیا کے اسلام کے لئے یہ نظام



مفید ہو سکتا ہے۔ اور کیا افغانستان مشرق قریب کے تمام اسلامی ممالک کو چھوڑ کر اس نظام میں شمولیت کرے گا۔ افغانستان دیگر اسلامی ممالک سے اپنے تعلقات کسی صورت میں منقطع نہیں کر سکتا۔ اسلئے پنڈت نہرو کا مجوزہ نظام ہندوستان اور چین کے اتحاد کا نام ہو گا۔ مسلمانان ہند اس نظام میں شمول نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اُن کا مقصد اتحاد اسلامی ہے۔ جو صرف اسی صورت میں بورا ہو سکتا ہے۔ کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی لاہور والی قرارداد پر عمل کیا جائے۔ شمال مغربی ہند میں ایک مضبوط اسلامی ریاست ممالک اسلامی پر جاپان یا ہندوستان کی استعماریت کے خلاف پہلا خط دفاع ثابت ہوگی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلامی ہمسکے تعلقات چین و ہندوستان کے مجوزہ نظام سے نہ ہونگے۔ اسلامی ہند کو سب سے پہلے مشرق قریب کے اسلامی ممالک سے اور بعد میں ہندوستان اور چین سے تعلقات استوار کرنے ہونگے۔

بہر کیف ہندوستان کی آزادی سے کئی اسلامی ممالک کی غلامی کی زنجیریں کٹ جائیں گی۔ لیکن اگر ہندوستان پر خالص ہندو راج ہوا تو یہ ممالک اسلامی کے لئے ایک زبردست اور مستقل خطرہ ثابت ہو گا۔ اسلئے مسلمان ایسی آزادی کے خواہاں ہیں۔ جس میں ہم سب آزاد ہوں۔ اور کسی قوم کا دوسری قوم پر غلبہ نہ ہو۔

# عالم اسلامی کے سیاسی رجحانات

ترکی - افغانستان - ایران  
 مصر - سعودی عرب - عراق  
 شرق اردن - فلسطین - شام  
 الجزائر - تونس - مراکش  
 طرابلس وغیرہم کی ترقی -  
 وطنیت - تحریک بانی و  
 اسلامی - تحریک وحدۂ عربیہ  
 موجودہ جنگ

# عالم اسلامی کے سیاسی رجحانات

جنگ عظیم نے اپنی ہولناکیوں کا ایک خوفناک اثر دنیا کے تمام ممالک پر چھوڑا۔ اسلامی ممالک بھی اس کی دستبرد و کاشکار ہوئے۔ لیکن جلد ہی ان ممالک نے ترقی کی منازل سے تعلق طے کر فی شروع کر دیں۔ سب سے پہلے ترکی نے معاہدہ سیورسے کی لحد سے چھٹکارا پیا کر ۱۹۲۳ء میں معاہدہ لوزان کیا۔ اور جمہوریت کی بنیاد ڈال دی۔ اس دن سے آج تک ترکی روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ ترکی نے ایشیائی تہذیب و تمدن کو کافی حد تک خیر باد کہا۔ اور مغربی تمدن اور ثقافت کو اختیار کر لیا۔

افغانستان نے ۱۹۱۹ء میں جنگ استقلال میں کامیاب ہو کر کامل آزادی حاصل کر لی۔ امان اللہ شاہ سابق شاہ افغانستان نے اس وقت ترکی کے نقش قدم پر چلنا چاہا۔ لیکن وہاں حالات مختلف تھے۔ کچھ عرصہ افغانستان ایک ڈاکو کے زیر حکومت رہا۔ لیکن بعد میں مارشل نادر شاہ اور ان کے بھائیوں کی مساعی جلیلہ سے افغانستان میں امن قائم ہو گیا۔ اب افغانستان بھی

شاہ: نہ ترقی یوگامیں ہے۔ لیکن چونکہ چونکہ قدم رکھ رہا ہے۔ کہ مبادا کسی انتہا پسندانہ اقدام سے افغان تال پیر بغاوت میں مبتلا ہو جائے  
ایران میں قاجاریں نے ہندو کے مظالم کے خلاف رضا شاہ ہلوی نے  
جہاد کر کے اپنے لئے میدانِ مساوت کرایا۔ رضا شاہ ہلوی نے ایران میں  
شعبہ اورستی کے جنگ لڑ کر، کسمپوش کر دیا اور ایران کو کسمپوشی کے  
مطابق پدارت آٹھ ایران بھی خارج کر دیا۔ بالکل آزاد ہے اور ایک  
ترقی پسند ملک کی حیثیت سے کافی اہمیت حاصل کر رہا ہے۔

مصر نے بھی مصر کے لئے سوکراگرائی لی۔ اور ۱۹۲۳ء میں آزادی  
اور جمہوریت کی ایک منزل طے کر دی۔ وہاں جنگ آزادی، حد زغلول پاشا کے  
زیر قیادت شروع ہوئی۔ سعد زغلول کے بعد خاس یا شاہزادہ، اقتدار آئے۔  
انکے زمانے میں ۱۹۳۶ء میں برطانیہ اور مصر کے درمیان ایک جدید معاہدہ  
ہوا۔ جسکی رو سے مصر کو سوائے چند معمولی شرائط کے کمال آزادی حاصل ہو گئی  
آج کل یہاں شاہ فاروق حکمران ہیں اور ایک اعتدال پسند وزارت برسرِ اقتدار  
ہے۔ مصر تمام ایشیائی ممالک کے بڑھ کر ترقی کر رہا ہے۔ اور اس ترقی کا رُج  
اسلام کی طرف ہے۔

جزیرۃ العرب میں سب سے اہم حکومت سعودی عرب کی ہے۔ جو آج  
خارجی اثر سے بالکل آزاد ابن سعود کی قیادت میں ترقی کر رہا ہے۔ یہاں کا

نظامِ حکومتِ خالص طور پر اسلامی ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ حکومت خاص اہمیت رکھتی ہے ۔

عراق انتداب کی لغت سے بجات پا کر اپنی نشاۃ الثانیہ میں ہے۔ گو آج عراق آزاد ہے۔ لیکن برطانوی اثر پھر بھی باقی ہے۔ عراق تعلیمی طور پر ترقی یافتہ ہے اور عرب ممالک میں ایک متاثر حیثیت رکھتا ہے ۔

شہر اردن امیر عبداللہ کی حکمرانی میں ہے۔ یہ برطانوی اثر سے آزاد نہیں ،

ہم نے گذشتہ صفحات میں شام اور فلسطین کے مسائل کا زیادہ کھول کر ذکر کیا ہے شام اور حکومتِ فرانس کے درمیان ۱۹۳۶ء میں ایک معاہدہ ہوا تھا۔ جس کی رو سے اسکی آزادی کو تسلیم کر لیا گیا تھا۔ لیکن یہاں ایک اور ہی روڑا آگ گیا۔ اس وقت فرانس میں موسیو بلوم کی وزارت تھی۔ جو نہایت روشن خیال تھی۔ لیکن بعد میں جو وزارتیں آئیں۔ انہوں نے اس معاہدے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ حال ہی میں شام کی بادشاہت کے مسئلہ پر اخباری حلقوں میں بحث ہوتی آرہی۔ لیکن شام کے باشندے شہنشاہیت کو سخت ناپسند کرتے ہیں ۔

فلسطین کا مسئلہ ابھی تک پیچیدہ ہے۔

یمن ایک اور اہم عرب ملک ہے۔ یہاں خارجی اثر تو نہیں۔ لیکن عدن کے پاس ہونے کی وجہ سے برطانوی اثر سے آلودہ نہیں ہو سکتا۔ اس ملک پر اطالیہ کی بھی نظر تھی :

کویت - بحرین - عمان - فج - اور حضرموت چھوٹے چھوٹے عرب ملک ہیں اور سب برطانیہ کے زیر اثر ہیں :

افریقہ میں لیبیا (طرابلس) اطالیہ کی استعماری سرگرمیوں کا شکار ہو رہا ہے۔ اطالوی نوآبادکار وہاں ہزاروں کی تعداد میں بسائے جا چکے ہیں۔ کیا عجیبے کر کچھ عرصہ بعد لیبیا میں بھی فلسطین کی سی صورت حالات پیدا ہو جائے :

الجزائر - ٹونس اور فرینچ مراکش فرانس کے ماتحت ہیں۔ الجزائر میں فوجان قوم پرستوں کی ایک جماعت تحریک حریت کو چلا رہی ہے۔ ٹونس میں "الحزب الحر الدستوری" آزادی کے لئے کوشش میں مصروف ہے۔ اور فرانسیسی مراکش میں "مجلس عمل مراکش" فرانسیسی پارلیمنٹ کی حزب اختلاف کے چند ارکان کی مدد سے تحریک استقلال کو فروغ دے رہی ہے :

ہسپانوی مراکش کے عربوں سے فرانکو نے بہت سے وعدے کئے ہوئے ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ وعدے کب شرمندہ تکمیل ہوں گے :

ہندوستان کے نوکروڑ مسلمانوں کی اکثریت آل انڈیا مسلم لیگ کے زیر قیادت آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ ادارہ خاکساراں کے زیر قیادت

مسلمانوں کا ایک کافی بااثر طبقہ عسکری بنیادوں پر منظم ہو رہا ہے۔ ایک خاص طبقہ جمعیتہ العلماء اور مجلس اصرار کے زیر اثر ہے۔ جو کانگریس سے تعاون کر کے وطنی آزادی کے حصول کے لئے کوشاں ہیں :

زمانہ بعد از جنگ عظیم م نے ممالک اسلامی کی سیاست پر نہایت گہرا اثر ڈالا ہے۔ ترکیہ۔ افغانستان۔ ایران۔ مصر۔ سعودی عرب۔ عراق۔ یمن۔ شرق اردن وغیرہ تقریباً آزاد ہیں۔ فلسطین۔ شام۔ طرابلس۔ الجزائر۔ یونس اور مراکش میں تحریکات آزادی روز بروز ترقی پذیر ہیں۔ اب وہ وقت بہت قریب ہے۔ کہ یہ ممالک بھی مکمل طور پر آزاد ہو جائیں گے۔ اور اسلام بین الاقوامی سیاست میں آج کل جو اہم حیثیت رکھتا ہے وہ دو گونہ ہو جائے گی :

عالم اسلامی کے سیاسی رجحانات کا ذکر کرتے ہوئے ہمیں وطنیت، اتحاد اسلامی اور وحدۂ عربیہ کی تحریکات کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔ ان ہر سہ مسائل پر ہم علیحدہ علیحدہ بحث کرتے ہیں :

**وطنیت :-**

عرب ممالک اور دیگر اسلامی ممالک میں وطنیت کی رو نہایت شدت سے آرہی ہے۔ بالخصوص ترکی میں وطنیت اپنے انتہائی درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ پہلے سرکاری مذہب اسلام تھا لیکن موجودہ وطن پرست ترکوں نے

اس قانون کی تفسیح کر دی۔ اور اب ترکی کا سرکاری مذہب اسلام نہیں ترکی زبان میں عربی اور فارسی کے الفاظ حتیٰ الاسکان کم کئے جا رہے ہیں۔ عربی رسم الخط کو منسوخ کر کے رومن رسم الخط اختیار کر لیا گیا ہے،

ایران میں بھی یہ تحریک کافی زوروں پر ہے۔ رضا شاہ پہلوی نے حال ہی میں، اعلان کیا ہے۔ کہ میری خواہش یہ ہے۔ کہ ایسا وقت بہت قریب آجائے۔ جبکہ ہمیں اپنے ملک میں خارجی لوگ ملازم نہ رکھنے پڑیں؛ مندرجہ بالا اقدامات انتہائی بین وطنیت پذیر خود ایک اچھی چیز اور اگر عراق۔ شام۔ مصر اور فلسطین میں دینی تحریکات جاری ہیں۔ تو وہ محض اسلئے ہیں۔ کہ یہ ممالک خارجی اثر سے کلینہ آزاد ہو جائیں۔ دنیائے اسلام بھی صرف اسی وقت متحد ہو سکتی ہے۔ جب تمام اسلامی ممالک خارجی اثر سے آزاد ہوں؛

**تحریک اتحاد اسلامی :-**

تحریک اتحاد اسلامی یا بین اسلامزم کے سب سے بڑے داعی سید جمال الدین افغانی تھے۔ آپ یہ چاہتے تھے کہ تمام اسلامی ممالک خارجی اثر سے کامل طور پر آزاد ہو کر ایک متحدہ اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالیں اور خلافت کو حقیقی طور پر مضبوط کریں۔ آپ نے اس مقصد کے حصول کیلئے افغانستان۔ ایران۔ ہندوستان۔ ترکی۔ مصر اور حجاز کا دورہ کیا۔ کچھ عرصہ



امیر کابل کے ساتھ رہے۔ پھر ایران میں ناصر الدین شاہ قاجار کے مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ آپ ایران سے آئے۔ تو آپ کے ایک شاگرد نے ناصر الدین کو قتل کر دیا۔

مصر میں آپ کی تعلیم کا خاص اثر ہوا۔ آپ کے شاگرد محمد عبده نے آپ کے مقاصد کی تبلیغ جاری رکھی۔ اور اگر مصر میں آج کوئی سیاسی بیداری نظر آ رہی ہے۔ تو اس میں اُن کا حصہ بھی کافی ہے۔ محمد عبده کی وفات پر ان کے شاگرد محمد رستیدر رضا پیر المنار نے جمال الدین کی تعلیمات کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ ۱۹۳۵ء میں فوت ہوئے۔ اس وقت آپ کی تعلیمات کو پھیلانے والوں میں سے فرید وعدی اور علی عبدالرازق کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جب جمال الدین افغانی ترکی گئے۔ تو سلطان عبدالحمید کی کمزوری کی وجہ سے خلافت عثمانیہ کمزور ہو رہی تھی۔ آپ ترکوں کی حمایت کرنے۔ پیرس سے ”عروة الوثقی“ اور لندن سے ”ضیاء الخافیتین“ دو اخبارات نکالتے رہے۔ سید جمال الدین افغانی کے بعد انور پاشا کے زیر قیادت ترک نوجوان تحریک اتحاد اسلامی کے مؤید رہے۔ گو انہیں تحریک اتحاد تورانی سے بھی ہمدردی تھی۔

عابدہ سعد آباد تحریک اتحاد اسلامی کے لئے بہت مدد و معاون

ثابت ہوگا۔ کہنہ اس کی وجہ سے افغانستان ایران - عراق اور ترکیہ متحد ہو گئے ہیں :

ہندوستان میں آل انڈیا مسلم لیگ کے عانی تحریک اتحاد اسلامی کے خاص طور پر مداح ہیں۔ گزشتہ مارچ کے مہینے میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجتماع منعقدہ لاہور میں متفقہ طور پر ہندوستان کے مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کا یہ حل تجویز ہوا۔ کہ ہندوستان کے جن خطوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہاں ان کی آزاد سلطنتیں قائم کر دی جائیں۔ اگر اس قرارداد کو عمل میں لایا جائے۔ تو اس سے تحریک اتحاد اسلامی کے نظریے کو کافی تقویت پہنچے گی :

مصر میں اس وقت کئی ایسی جماعتیں ہیں جو اتحاد اسلامی کے اصولوں کی تبلیغ کرتی ہیں۔ تیز مختلف مقامات پر عالم اسلامی کی موثر کے اجلاس بھی منعقد ہوتے رہے ہیں :

**تحریک وحدۃ عربیہ :-**

وحدۃ عربیہ کی تحریک کا مقصد یہ ہے۔ کہ تمام عرب حکومتوں کو متحد کر کے ان پر ایک متحدہ حکومت قائم کی جائے۔ یا تمام عرب حکومتوں میں ایسے معاہدے ہوں۔ جن کی رو سے یہ حکومتیں مصیبت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کریں یہ تحریک تقریباً تمام عرب ممالک میں مقبول ہے۔ قاہرہ کے جریڈ الرابط العربیہ

ایک مضمون میں وحدۂ عربیہ کے خواب کی تکمیل کی ایک صورت پیش کی تھی۔ جسے ہم مختصراً یہاں بیان کرتے ہیں :

”ایک متحدہ عرب سلطنت کے قیام کے لئے تو بہت وقت چاہیئے لیکن اس کی تکمیل کے لئے مندرجہ ذیل ذرائع پر عمل کیا جائے۔“

- ۱۔ ہر سال کسی عرب ملک کے دارالخلافہ میں تمام عرب ممالک کی مؤخر موافق کرے۔ اور اس مؤخر کو کبھی مستقل انجن کی شکل دے دی جی چاہیئے :
- ۲۔ اگر یہ مؤخر جرج کے موقع پر مکہ میں منعقد ہو۔ تو نہایت مفید ثابت ہوگی :
- ۳۔ تمام عرب ممالک کے لئے ایک متحدہ طریق تعلیم نافذ کیا جائے۔ ہر ملک میں دو سر ملکوں کے اساتذہ کا ایک گروہ ہونا چاہیئے :
- ۴۔ عرب ممالک کے درمیان باہمی تجارت آزاد ہونی چاہیئے۔ کسی عرب ملک کو دوسرے عرب ممالک کی مصنوعات پر محصولات نہ لگانے چاہئیں :
- ۵۔ تمام عرب ممالک اقتصادی و فوڈ کا تبادلہ کریں :
- ۶۔ اگر کوئی عرب ایک عرب ملک سے دوسرے عرب ملک کو جانا چاہیئے تو اسے پاسپورٹ نہ لینا پڑے :
- ۷۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی طرح ہر عرب ملک ایک آزاد خود مختار صوبے کی حیثیت رکھتا ہو اور عربوں کی ایک متحدہ حکومت قائم کی جائے جس میں تمام عرب ممالک کے نمائندوں کو شرکت کا حق دیا جائے۔

۸۔ مذکورہ حکومت کی ایک پارلیمنٹ۔ ایک فون ایک خارجی حکمت عملی۔ ایک قسم کی پولیس۔ ایک ہی طریق تعلیم اور ایک ہی قسم کے سکے ہوں جو تمام عرب ممالک پر حاوی ہوں۔

وطنیت۔ اتحاد اسلامی اور وحدۂ عربیہ کا باہمی تعلق ۱۔

وطنیت۔ اتحاد اسلامی اور وحدۂ عربیہ ایک سلسلے سے تعلق رکھتی ہیں پہلی منزل وطنیت ہے۔ تاکہ تمام اسلامی ممالک خارجی اثر و نفوذ کو ختم کر سکیں عرب ممالک کے لئے دوسری منزل وحدۂ عربیہ ہے۔ تاکہ تمام عرب ایک مقام پر جمع ہو جائیں۔ تیسری منزل اتحاد اسلامی ہے۔ ایک طرف افغانستان ایران اور ترکیہ کا اتحاد ہو۔ دوسری طرف وحدۂ عربیہ کا خواب پورا ہو جائے تو ان ہر دو طاقتوں کا اتحاد اتحاد اسلامی ہوگا۔

موجودہ جنگ اور دنیا نئے اسلام :-

یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو جرمنی نے پولینڈ پر حملہ کر دیا۔ تو برطانیہ و فرانس نے پولینڈ سے اسکی حفاظت اور امداد کے معاہدے کی بنا پر ۳ ستمبر کو جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ ان دونوں ملکوں کے اعلان جنگ کا مطلب یہ تھا۔ کہ ان کی نوآبادیات اور زیر انتداب ممالک بھی اس جنگ میں شامل ہیں۔ چنانچہ ہندوستان۔ فلسطین۔ مشرق اردن۔ شام۔ الجزائر۔ یونان اور فرانسیسی مراکش بھی جرمنی کے خلاف جنگ آ رہا ہو گئے۔ کچھ

عرصہ بعد اطالیہ بھی جنگ میں شامل ہو گیا۔ اتنے عرصہ میں فرانس کے نفرتاً نصف حصے پر جرمنی کے عساکر قابض ہو چکے تھے۔ فرانس زیادہ دیر تک جنگ جاری نہ رکھ سکا۔ چنانچہ اس نے جرمنی اور اطالیہ کے ساتھ عارضی صلح کر لی۔ جس سے اسکے مقبوضات بھی خود بخود جنگ سے الگ ہو گئے۔  
 اطالیہ کے جنگ میں شامل ہونے کا اسلامی ممالک پر یہ اثر پڑا کہ اول تو اطالیہ کا مقبوضہ لیبیا خود بخود جنگی خطہ بن گیا۔ دوسرے مصر نے برطانیہ سے اپنی دوستی کی بنا پر اطالیہ سے سفارتی تعلقات منقطع کر لئے۔ یسویں نے اپنی تقریریں بہ واضح کر دیا تھا۔ کہ وہ مصر پر اس وقت تک حملہ نہ کرے گا جب تک کہ مصر خود اعلان جنگ نہ کرے گا۔

باقی حالات کے اعداد سے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ بالکل تازہ ہیں۔  
 حال ہی میں عراق میں جو صورتِ حالات پیدا ہوئی ہے۔ اس نے عراق کو برطانیہ سے برسرِ جنگ کر دیا ہے۔ ترکی۔ مصر۔ ایران۔ افغانستان۔ یمن اور سعودی عرب غیر جانبدار ہیں۔ عین ممکن ہے۔ کہ بہت تھوڑے عرصے کے اندر اندر یہ اسلامی ممالک جنگ کی لپیٹ میں آجائیں لیکن یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ کونسا ملک برطانیہ کا ساتھ دے گا اور کونسا محوری طاقتوں کا۔

۲۹۲

۲۹۵